(بدسلوکی وغیرہ) کی جائے تو صلہ رحمی (حسن سلوک) کرے۔ (بخاری)

وَ«قَطَعَتْ» بفتحِ القَافِ وَالطَّاءِ. و«رَحِمُهُ» مَرْفُوعٌ.

قطعت' قاف اور طاء پر زبر (صیغہ معروف لیکن بعض روایات میں قاف کے ضمہ کے ساتھ بصیغہ مجہول بھی ہے۔ کما فی فتح الباری)۔ رَحِمُہ' مرفوع ہے (بربنائے فاعلیت)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب فضل صلاة العشاء في جماعة.

۳۲۴- فوائد: اس حدیث سے صلہ رحمی کے حقیقی تقاضے واضح ہوتے ہیں۔ جو رشتے دار ادب و احترام سے پیش آئیں اور آپ کے ساتھ اچھا سلوک کریں' ظاہر بات ہے' آپ بھی ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کریں گے۔ لیکن یہ صلہ رحمی نہیں ہے۔ احسان کے بدلے احسان ہے۔ اس کے برعکس آپ کا ایک قریبی رشتے دار بداخلاق ہے' آپ سے بدسلوکی کرتا ہے اور آپ سے تعلق توڑنے پر تلا رہتا ہے (جیسا کہ جہالت کے یہ مظاہرے ہمارے معاشرے میں عام ہیں) لیکن آپ صبرو تحمل اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں' بدسلوکی کا جواب حسن سلوک سے دیتے ہیں' ترک تعلق کی کوششوں کے مقابلے میں تعلق برقرار رکھتے ہیں۔ یہ ہے اصل صلہ رحمی' جس کا تقاضا اسلام کرتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ جذبات' انا اور وقار کا مسئلہ ہے۔ اس جھوٹی انا کو شریعت کے تقاضوں پر قربان کر دینا بہت دل گردے کا کام ہے۔ لیکن کمال ایمان بھی یہی ہے کہ ایسا کیا جائے' ورنہ باہم مسکراہٹوں کے تبادلے میں تو کوئی کمال نہیں۔

٣٢٥ ـ وعن عائشةَ قالت: قال رسولُ الله ﷺ: «الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالعَرْشِ تَقُولُ: مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللهُ» متفقٌ عليه.

۱۲ / ۳۲۵ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "رحم (رشتے داری) عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے' جو مجھے ملائے' اللہ اسے ملائے' اور جو مجھے کاٹے' اسے اللہ تعالیٰ کاٹے"۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من وصل وصله الله ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها.

۳۲۵- فوائد: رحم (رشتہ داری) کا اس طرح بولنا اور اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کرنا (جیسا کہ اس سے پہلے ایک حدیث میں گزرا) اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل بات نہیں۔ وہ ہر ایک میں ادراک و شعور اور گویائی کی قوت پیدا کرنے پر قادر ہے۔

٣٢٦ ـ وعن أُمِّ المُؤْمِنِينَ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الحَارِثِ رضي الله عنها أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيدَةً وَلَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبِيَّ ﷺ، فَلَمَّا

۱۳ / ۳۲۶ ۔ حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک لونڈی آزاد کر دی اور نبی ﷺ سے (اس کی) اجازت نہیں لی۔ پس

كَانَ يَوْمُهَا الَّذي يَدُورُ عَلَيْهَا فِيه، قالت: أَشَعَرْتَ يا رسولَ الله! أَنِّي أَعْتَقْتُ وَلِيدَتِي؟ قال: «أَوَ فَعَلْتِ؟»، قالت: نَعَمْ. قال: «أَمَا إِنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كان أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ» متفقٌ عليه.

جب وہ دن ہوا جو ان کے پاس نبی ﷺ کے تشریف لانے کا دن تھا (اور آپؐ تشریف لائے) تو انہوں نے کہا' اللہ کے رسول! کیا آپؐ نے محسوس کیا کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی ہے؟ آپؐ نے فرمایا' کیا (واقعی) تم نے ایسا کیا ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' اگر تم وہ اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہارے لئے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، باب بمن يبدأ بالهبة؟ ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين.

۳۲۶۔ فوائد: اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ عورت کو اپنی مملوکہ چیز میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا حق حاصل ہے' جب کہ خاوند کی زیر ملکیت چیزوں میں اسے یہ حق نہیں۔ دوسرا ضرورت مند رشتے دار پر صدقہ کرنا' غلام آزاد کرنے سے بھی زیادہ فضیلت والا عمل ہے' کیونکہ آزادی صرف صدقہ ہے جب کہ قرابت مند کو صدقہ دینے میں صدقے کے ثواب کے ساتھ صلہ رحمی کا ثواب بھی ملے گا۔

۳۲۷ ـ وعن أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبي بكرٍ الصِّدِّيقِ رضي الله عنهما قالت: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ في عَهْدِ رسولِ الله ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُ رسولَ الله ﷺ قُلْتُ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قال: «نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ» متفقٌ عليه.

۱۴ / ۳۲۷ ـ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہیں کہ میری ماں' جب کہ وہ ابھی مشرکہ تھیں' رسول اللہ ﷺ (اور مشرکین کے درمیان ہونے والے) معاہدۂ حدیبیہ کے دوران میرے پاس آئیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ میری پاس آئی ہیں اور مجھ سے حسن سلوک کی خواہش مند ہیں' کیا میں (ان کی خواہش کے مطابق) اپنی والدہ سے صلہ رحمی (حسن سلوک) کروں؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں' تم اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔

(بخاری و مسلم)

وقولُها: «رَاغِبَةٌ»، أَيْ: طَامِعَةٌ عِنْدِي تَسْأَلُنِي شَيْئاً؛ قِيلَ: كَانَتْ أُمُّهَا مِنَ النَّسَبِ، وقِيلَ: مِنَ الرَّضَاعَةِ، وَالصَّحِيحُ الأَوَّلُ.

راغبہ' کے معنی ہیں میرے پاس جو ہے' اس میں سے کسی چیز کی خواہش مند ہیں۔ بعض کہتے ہیں' یہ ان کی حقیقی والدہ تھیں اور بعض کہتے ہیں رضاعی والدہ۔ پہلی بات صحیح ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، باب الهدية للمشركين ـ وصحيح مسلم، كتاب

الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين.

۳۲۷- فوائد: یہ مکے سے مدینہ آئی تھیں' ان کا نام بعض نے قتیلہ بنت عبدالعزیٰ اور بعض نے قیلہ بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدین مشرک و کافر ہوں' تب بھی ان کی خدمت اور ان سے حسن سلوک کرنا ضروری ہے۔ جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ وصاحبهما في الدنيا معروفا (سورۂ لقمان' ۱۵) "دنیا کے کاموں میں اچھی طرح ان کا ساتھ دینا"۔

٣٢٨ - وعن زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امرأةِ عبدِ الله بنِ مسعودٍ رضي الله عنه وعنها قالت: قال رسولُ الله ﷺ: «تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ»، قالت: فَرَجَعتُ إلى عبدِ الله بن مسعودٍ فقلتُ له: إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفُ ذَاتِ الْيَدِ وَإِنَّ رسولَ الله ﷺ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهِ، فَاسْأَلْهُ، فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِىءُ عَنِّي وَإِلَّا صَرَفْتُهَا إِلَى غَيْرِكُمْ. فقال عبدُ الله: بَلِ ائْتِيهِ أَنْتِ، فَانْطَلَقْتُ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الأنصارِ بِبَابِ رسولِ الله ﷺ، حَاجَتِي حَاجَتُهَا، وَكَانَ رسولُ الله ﷺ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ المَهَابَةُ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلالٌ، فَقُلْنَا لَهُ: ائْتِ رسولَ الله ﷺ، فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلانِكَ: أَتُجْزِىءُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا على أَزْوَاجِهِمَا وَعَلَى أَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا؟، ولا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ، فَدَخَلَ بِلالٌ على رسولِ الله ﷺ، فَسَأَلَهُ، فقال لهُ رسولُ الله ﷺ: «مَنْ هُمَا؟»، قال: امرأةٌ مِنَ الأنصارِ وَزَيْنَبُ. فقال رسولُ الله ﷺ: «أَيُّ الزَّيَانِبِ هِيَ؟»، قال: امرأةُ عبدِ الله، فقال رسولُ الله ﷺ: «لَهُمَا أَجْرَانِ: أَجْرُ القَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ» متفقٌ عليه.

۱۵/ ۳۲۸۔ حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ' سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (عورتوں کو) وعظ فرمایا اور (اس میں فرمایا' اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو' چاہے تمہیں اپنے زیورات میں سے ہی کرنا پڑے۔ حضرت زینبؓ بیان کرتی ہیں کہ میں (اپنے خاوند) عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس لوٹ کر آئی اور ان سے کہا' کہ تم تھوڑی کمائی کرنے والے آدمی ہو اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے' تو تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ وہ صدقہ (اگر میں تمہیں دے دوں تو) کیا وہ مجھ سے کفایت کر جائے گا؟ ورنہ پھر میں وہ تمہارے علاوہ کسی اور کو دے دوں؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا' بلکہ تو خود ہی جا۔ چنانچہ میں گئی' تو وہاں رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر ایک اور انصاری عورت بھی (کھڑی) تھی' میری ضرورت بھی وہی تھی جو اس کی تھی اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے رعب و دبدبہ عطا کیا گیا تھا (جس کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی) اتنے میں بلالؓ باہر نکلے' ہم نے ان سے کہا' تم رسول اللہ ﷺ کو جا کر بتلاؤ کہ دروازے پر دو عورتیں (کھڑی) ہیں اور یہ مسئلہ پوچھتی ہیں کہ اگر وہ اپنے خاوندوں پر اور ان کی گودوں میں زیر پرورش یتیموں پر صدقہ کریں' تو کیا وہ (شرعاً) کافی ہو جائے گا؟ (لیکن) حضور ﷺ کو یہ مت بتلانا کہ ہم کون ہیں؟

چنانچہ بلال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور جا کر آپ سے مسئلہ پوچھا' آپ نے فرمایا' یہ دو عورتیں کون (کون) ہیں؟ حضرت بلال نے کہا' ایک انصاری عورت ہے اور دوسری زینب ۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا' کون سی زینب؟ انہوں نے کہا' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ان کو جا کر بتلا دو کہ) ان کے لئے دوگنا اجر ہے' ایک رشتے داری کا اجر اور دوسرا صدقے کا اجر۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب الزكاة على الزوج والأيتام في الحجر ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين.

۳۲۸۔ فوائد: (۱) معلوم ہوا کہ عورت اپنے خاوند کو صدقہ اور زکوٰۃ کی رقم بھی دے سکتی ہے' اگر وہ غریب ہو۔ البتہ خاوند اپنی عورت کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا' کیونکہ عورت کے نان و نفقہ کا وہ خود ذمے دار ہے جب کہ عورت خاوند کی کفیل نہیں۔ گویا اصول یہ ہوا کہ زکوٰۃ دینے والے پر' جن کا نان نفقہ واجب ہے' ان کو وہ زکوٰۃ کی رقم نہیں دے سکتا۔ جیسے انسان کی بیوی ہے' بچے ہیں اور والدین ہیں۔ (۲) بوقت ضرورت عورت' ستر و حجاب کی پابندی کے ساتھ' گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ (۳) دینی مسائل و معاملات میں عورتوں کو بھی' مردوں کی طرح دلچسپی لینی چاہئے اور اس میں شرم و حجاب مانع نہیں ہونا چاہئے۔

۳۲۹ ـ وعن أَبي سُفْيَانَ صَخْرِ بن حَرْبٍ رضي الله عنه في حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ في قِصَّةِ هِرَقْلَ أَنَّ هِرَقْلَ قالَ لأَبِي سُفْيَانَ: فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ؟ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ، قال: قُلْتُ: يَقُولُ: «اعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ، وَلا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ» وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلاةِ، وَالصِّدْقِ، وَالعَفَافِ، وَالصِّلَةِ. متفقٌ عليه.

۳۲۹/۲۔ حضرت ابو سفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ سے ہرقل (شاہ روم) کے قصے سے متعلق لمبی حدیث میں مروی ہے کہ ہرقل نے ابو سفیان سے پوچھا (جب کہ وہ ابھی کافر تھے) وہ (رسول) تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ اس کی مراد نبی ﷺ تھے۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' میں نے کہا' وہ کہتا ہے' ایک اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور وہ باتیں چھوڑ دو جو تمہارے آباء و اجداد کہتے (اور کرتے آئے) ہیں' اور وہ ہمیں نماز کا' راست بازی کا' پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدء الوحي ـ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب كتاب النبي ﷺ إلى هرقل يدعوه إلى الإسلام.

۳۲۹۔ فوائد: اس میں توحید کے ساتھ نماز اور مکارم اخلاق کی تعلیم ہے۔ نماز باجماعت عبادات میں سب سے اہم ہے اور راست بازی وغیرہ اخلاقی خوبیاں ہیں۔ ایک مسلمان کو توحید و رسالت کے اقرار کے بعد عبادات کی ادائیگی کا پابند اور مکارم اخلاق کا مظہر ہونا چاہئے۔

٣٣٠ ـ وعن أبي ذرٍّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضاً يُذْكَرُ فِيها القِيرَاطُ». وفي رواية: «سَتَفْتَحُونَ مِصْرَ وهِيَ أَرْضٌ يُسَمَّى فِيها القِيرَاطُ، فَاسْتَوصُوا بِأَهْلِهَا خَيْراً، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِماً». وفي روايةٍ: «فإذا افْتَتَحْتُمُوهَا فَأَحْسِنُوا إلى أَهْلِهَا، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِماً»، أو قال: «ذِمَّةً وَصِهراً» رواه مسلم.

۱۷ / ۳۳۰ ۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم عنقریب ایسا علاقہ فتح کرو گے جس میں قیراط کا ذکر ہوتا ہے اور ایک روایت میں ہے' تم عنقریب مصر فتح کرو گے اور یہ ایسی سرزمین ہے جس میں قیراط کا لفظ عام بولا جاتا ہے' پس تم اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا' اس لئے کہ ان کا (ہمارے ساتھ) ذمہ اور رشتہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے۔ پس جب تم اسے فتح کر لو تو اس کے باشندوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا' اس لئے کہ ان کے لئے ذمہ اور رشتہ ہے یا فرمایا' ذمہ اور سسرالی تعلق ہے۔ (مسلم)

قال العُلَمَاءُ: الرَّحِمُ الَّتِي لَهُمْ: كَوْنُ هَاجَرَ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ ﷺ مِنْهُمْ وَ«الصِّهْرُ»: كَوْنُ مَارِيَةَ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ ابنِ رسولِ الله ﷺ مِنهم.

علماء نے کہا ہے' ان کا وہ رشتہ جس کا حوالہ رسول اللہ ﷺ نے دیا' وہ حضرت اسمٰعیل ؑ کی والدہ ہاجرہ ؑ کا ان میں سے ہونا ہے اور سسرالی تعلق کا مطلب' رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم ؑ کی والدہ حضرت ماریہ ؓ کا ان میں سے ہونا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب وصية النبي ﷺ بأهل مصر.

۳۳۰۔ فوائد: قیراط' دینار و درہم کی طرح ایک سکہ اور ان کا ایک جزء تھا۔ دانق' درہم کے چھٹے حصے کو کہا جاتا ہے۔ قیراط' دانق کا نصف ہے۔ مصر میں اس کا استعمال عام اور بول چال میں بھی اس کا چلن تھا۔ ذمہ' یہاں ذمام (حق اور حرمت) کے معنی میں ہے۔ اس میں رحم اور سسرالی تعلق کی بناء پر اہل مصر سے حسن سلوک کی تاکید ہے' اس لئے اسے صلہ رحمی کے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں نبی ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ ؐ نے جس طرح پیش گوئی فرمائی' اس طرح ہی ہوا اور آپ ؐ کی وفات کے تھوڑے عرصے بعد ہی مصر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی۔

٣٣١ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: لما نَزَلَتْ هذِهِ الآيةُ: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٤] دَعَا رسولُ الله ﷺ قُرَيْشاً، فَاجْتَمَعُوا، فعَمَّ

۱۸ / ۳۳۱ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین (الشعراء' ۲۱۴) "اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیے!" نازل ہوئی' تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بلایا' پس ان کے عام و

وَخَصَّ وقال: «يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ! يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي مُرَّةَ بنِ كَعْبٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي هَاشِمٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِ المُطَّلِبِ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَافَاطِمَةُ! أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي لا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئاً، غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِماً سَأَبُلُّهَا بِبِلالِهَا» رواه مسلم. قوله ﷺ: «بِبِلالِهَا» هو بفتح الباءِ الثَّانيةِ وَكَسْرِهَا، وَ«البِلالُ»: المَاءُ. وَمَعْنَى الحَدِيثِ: سَأَصِلُهَا، شَبَّهَ قَطِيعَتَهَا بِالحَرَارَةِ تُطْفَأُ بِالمَاءِ وَهذِهِ تُبَرَّدُ بِالصِّلَةِ.

خاص سب جمع ہو گئے۔ آپ ؐ نے فرمایا' اے بنو عبد شمس! اے بنو کعب بن لوی! اپنے نفسوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔ اے بنو ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنو عبدالمطلب! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنے نفس کو آگ سے بچا۔ اس لئے کہ میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ تمہارے ساتھ (میری) رشتے داری ہے' جسے میں (دنیا کی حد تک) ضرور ملحوظ رکھوں گا۔ (مسلم)

ببـلا لـهـا' دوسری باء پر زبر اور زیر' دونوں طرح صحیح ہے اور بلال کے معنی ہیں پانی اور مطلب حدیث کا ہے کہ میں رشتے داری ضرور قائم رکھوں گا۔ آپ ؐ نے رشتے داری کے توڑنے کو حرارت (گرمی) کے ساتھ تشبیہ دی جسے پانی سے بجھایا جاتا ہے اور اس قطع رحمی کو بھی صلہ رحمی سے ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله تعالى ﴿وأنذر عشيرتك الأقربين﴾.

۳۳۱۔ فوائد: (۱) معلوم ہوا کہ قیامت والے دن حسب نسب کام نہیں آئے گا' حتیٰ کہ نبی ﷺ سے قرابت داری بھی نفع نہیں دے گی۔ وہاں صرف ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر ہی نجات ہو گی۔ جن کے حق میں شفاعت کی اجازت ہو گی اور نبی کریم ﷺ اور دیگر صالحین جن کے لئے شفاعت کریں گے' وہ بھی گناہ گار اہل ایمان ہی ہوں گے نہ کہ ایمان و عمل صالح سے محروم کافر و مشرک۔ ان کے لئے نجات ہو گی نہ شفاعت۔ (۲) دعوت و تبلیغ کے اولین مستحق اپنے قریبی رشتے دار ہیں۔ پہلے انہیں اللہ کے احکام پہنچائے جائیں۔ (۳) رشتے دار کافر و مشرک ہوں' تب بھی رشتے داری کے حقوق اور صلہ رحمی کے تقاضے پورے کئے جائیں اور اس کا اولین حق اور اہم تر تقاضا یہ ہے کہ انہیں ایمانی زندگی اختیار کرنے کی تلقین کی جائے تاکہ وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔

٣٣٢ ـ وعن أبي عبدِ الله عمرِو بن العاص رضي الله عنهما قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ جهاراً غَيْرَ سِرٍّ يقولُ: «إنَّ آلَ بَنِي فُلانٍ لَيْسُوا بِأَوْلِيَائِي، إنَّمَا وَلِيِّيَ اللهُ وَصَالِحُ المُؤْمِنِين، وَلَكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ أَبُلُّهَا بِبِلالِهَا»، متفق عليه. واللَّفْظُ للبخاري.

۱۹ / ۳۳۲۔ حضرت ابو عبداللہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو علانیہ فرماتے ہوئے سنا' خفیہ نہیں۔ آپ ؐ فرماتے تھے' بے شک بنی فلاں کی اولاد' میرے دوست نہیں ہیں' میرے دوست تو اللہ اور نیک مومن ہیں۔ البتہ ان سے میری رشتے داری ہے جسے میں ضرور ملحوظ رکھتا ہوں۔

(بخاری و مسلم' یہ الفاظ امام بخاری کے ہیں)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب يبل الرحم ببلالها ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب موالاة المؤمنين ومقاطعة غيرهم.

۳۳۲۔ فوائد: حدیث میں بنی فلاں کی آل (اولاد) سے مراد' نبی ﷺ کے وہ قریبی رشتے دار ہیں' جو ایمان نہیں لائے تھے۔ آپؐ نے وضاحت فرما دی کہ گو ان سے میری قرابت قریبہ ہے لیکن ان سے میری محبت و ولایت (دوستی) نہیں ہے' کیونکہ کافر اور مومن کے درمیان دوستی نہیں ہو سکتی۔ ولایت (دوستی اور محبت) کا یہ تعلق تو صرف اللہ اور اس کے بعد اللہ پر ایمان لانے والے اہل ایمان کے مابین ہی ہو سکتا ہے۔ البتہ قرابت مندوں سے (بشرطیکہ وہ محارب نہ ہوں) صلہ رحمی ہو سکتی ہے۔

٣٣٣ ـ وعن أبي أَيُّوبَ خالدِ بن زيدِ الأنصاري رضي الله عنه أن رجلاً قال: يارسولَ الله! أَخْبِرْني بِعَمَلٍ يُدْخِلُني الجَنَّةَ، وَيُبَاعِدُني مِنَ النَّارِ. فقال النبيُّ ﷺ: «تَعْبُدُ الله، وَلا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، وَتُقِيمُ الصَّلاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ» متفقٌ عليه.

۲۰ / ۳۳۳۔ حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل اور جہنم سے دور کر دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ' نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة ـ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الإيمان الذي يدخل به الجنة.

۳۳۳۔ فوائد: ان میں ان اعمال کی نشاندہی کر دی گئی ہے جو جنت میں جانے اور جہنم سے نجات پانے کا سبب ہیں جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جنت محض آرزوؤں اور تمناؤں سے یا ایمان و عمل کے بغیر کسی سفارش سے نہیں ملے گی۔

٣٣٤ ـ وعن سَلْمَانَ بنِ عامرٍ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «إذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ، فَإنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإنْ لَمْ يَجِدْ تَمْراً، فَالماءُ، فَإنَّهُ طَهُورٌ»، وقال: «الصَّدَقَةُ عَلَى المِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَعَلى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۲۱ / ۳۳۴۔ حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کوئی شخص روزہ کھولے' تو اس کو چاہئے کہ وہ کھجور سے روزہ کھولے' اس لئے کہ اس میں برکت ہے۔ اگر کھجور میسر نہ ہو' تو پانی سے (کھولے) کیونکہ یہ پاک کرنے والا ہے اور فرمایا' مسکین پر (کیا گیا) صدقہ (صرف) صدقہ ہے اور رشتے دار پر (کئے گئے صدقے کی) دو حیثیتیں ہیں۔ وہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔ (ترمذیؒ' امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔)

تخريج : جامع ترمذي، أبواب الزكاة، باب ما جاء في الصدقة على ذي القرابة.

شیخ البانی نے اس حدیث کے پہلے حصے یعنی کھجور یا پانی سے روزہ کھولنے والے حصے کو ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ نبی ﷺ کا اپنا فعل یہی ثابت ہے۔ دیکھیں ضعیف ترمذی ص ۷۳ و ضعیف الجامع الصغیر' رقم ۳۸۹۔

۳۳۴- فوائد : (۱) روزہ کھجور یا پانی سے کھولنا' زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ (۲) غریب رشتے دار پر صدقہ کرنے کا دوہرا اجر ہے۔ عموماً لوگ اپنے عزیز و اقارب کو بھلا دیتے ہیں مگر ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ دوسروں کی بہ نسبت ان کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے

۳۳۵ ـ وعن ابن عمرَ رضي الله عنهما قال: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ، وَكُنْتُ أُحِبُّهَا، وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا، فقال لي: طَلِّقْهَا، فَأَبَيْتُ، فَأَتَى عُمَرُ رضي الله عنه النَّبِيَّ ﷺ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فقال النبيُّ ﷺ: «طَلِّقْهَا» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۲۲/ ۳۳۵- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی' جس سے میں محبت کرتا تھا۔ (لیکن میرے والد) حضرت عمرؓ اسے ناپسند کرتے تھے' چنانچہ انہوں نے مجھے کہا' اسے طلاق دے دے' میں نے انکار کیا' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس گئے اور ان سے اس بات کا ذکر کیا۔ تو آپؐ نے مجھے فرمایا' اسے طلاق دے دے۔

(ترمذی' امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

تخريج : جامع ترمذي، أبواب الطلاق، باب ما جاء في الرجل يسأله أبوه أن يطلّق زوجته ـ وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب بر الوالدين، ومسند أحمد.

۳۳۵- فوائد : اگر والدین کا حکم طلاق' دینی و اخلاقی بنیادوں پر ہو' تو اس کی اطاعت ضروری ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اگر اس کے اسباب کچھ اور ہوں تو پھر والدین کو ادب و احترام سے سمجھایا جائے تاکہ وہ بھی راضی ہو جائیں اور خواہ مخواہ عورت پر بھی ظلم نہ ہو۔

۳۳٦ ـ وعن أبي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه أن رَجُلاً أَتَاهُ فقال: إنَّ لِي امْرَأَةً وَإِنَّ أُمِّي تَأْمُرُنِي بِطَلاقِهَا؟ فقال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِكَ البَابَ، أَوِ احْفَظْهُ» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيح.

۲۳/ ۳۳٦- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور ان سے عرض کیا کہ میری ایک بیوی ہے' میری ماں مجھے اسے طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ (میں کیا کروں؟) حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے' پس اگر تو چاہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے یا اس کی حفاظت کر۔ (ترمذی۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخريج : جامع ترمذي، أبواب البر والصلة، باب الفضل في رضا الوالدين.

۳۳٦- فوائد : والد کے لغوی معنی ہیں' جننے والا' اس اعتبار سے اس کا اطلاق ماں اور باپ دونوں پر ہوتا ہے اور جس طرح والدین (بصیغہ تثنیہ) سے مراد ماں باپ دونوں ہوتے ہیں' والد کا اطلاق بھی دونوں پر ہو جاتا ہے۔

اس میں بھی بیوی کی محبت پر والدین کی اطاعت و رضا مندی کو ترجیح دینے کی تاکید ہے۔

٣٣٧ ـ وعن البَرَاءِ بن عازِبٍ رضي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «الخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الأُمِّ» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسن صحيح. وفي الباب أَحاديثُ كثيرةٌ في الصحيح مشهورةٌ؛ منها حديث أصحابِ الغارِ، وحديثُ جُرَيْجٍ وَقَدْ سَبَقَا، وأَحادِيثُ مشهورةٌ في الصحيح حَذَفْتُهَا اختِصَاراً، وَمِنْ أَهَمِّهَا حَدِيثُ عَمْرِو بنِ عَبَسَةَ رضي الله عنه الطَّوِيلُ المُشْتَمِلُ عَلَى جُمَلٍ كَثِيرَةٍ مِنْ قَوَاعِدِ الإِسْلامِ وَآدَابِهِ، وَسَأَذْكُرُهُ بِتَمَامِهِ إِنْ شَاءَ الله تعالى في بابِ الرَّجَاءِ، قال فيه: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ، يَعْنِي فِي أَوَّلِ النُّبُوَّةِ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْتَ؟ قال: «نَبِيٌّ»، فقلتُ: وَمَا نَبِيٌّ؟ قال: «أَرْسَلَنِي اللهُ تعالى»، فقلتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قال: «أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الأَرْحَامِ، وَكَسْرِ الأَوْثَانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لايُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ» وَذَكَرَ تَمَامَ الحديث. والله أعلم.

۲۴ / ۳۳۷۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' خالہ' ماں کے مرتبے میں ہے۔ (ترمذی' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔)

امام نووی ؒ فرماتے ہیں' اس باب سے متعلق "صحیح" میں بہت سی حدیثیں ہیں اور مشہور ہیں' ان میں سے اصحاب الغار کی اور جریج کے قصے پر مشتمل احادیث ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں (دیکھئے رقم الحدیث ۱۲ اور ۲۵۹)

ان کے علاوہ بھی متعدد مشہور حدیثیں ہیں جنہیں میں نے اختصار کے پیش نظر چھوڑ دیا ہے۔ ان میں سے اہم ترین حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث ہے جو ایسے بہت سے جملوں پر مشتمل ہے جن میں اسلام کے قواعد اور اس کے آداب کا بیان ہے' میں وہ پوری حدیث ان شاء اللہ باب الرجاء میں ذکر کروں گا' اس میں حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ' میں آنحضرت ﷺ کے دعوائے نبوت کے ابتدائی دور میں مکے گیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے آپ ؐ سے کہا' آپ ؐ کون ہیں؟ آپ ؐ نے جواب دیا' نبی۔ میں نے کہا' نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا' (جسے لوگوں کی ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجا جائے) اور مجھے اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے کہا' آپ ؐ کو اللہ نے کیا دے کر بھیجا ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا' اللہ نے مجھے صلہ رحمی کرنے اور بتوں کے توڑنے کا حکم دے کر بھیجا ہے۔ نیز یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اس طرح تمام حدیث بیان کی۔ واللہ اعلم

تخريج: سنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في بر الخالة.

۳۳۷۔ فوائد: یعنی ماں کی طرح خالہ کے ساتھ ادب و احترام اور حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔

٤١ - بَابُ تَحْرِيمِ الْعُقُوقِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ

قال الله تعالى: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾ [محمد: ٢٢- ٢٣]، وقال تعالى: ﴿وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾ [الرعد: ٢٥]، وقال تعالى: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ [الإسراء: ٢٣- ٢٤].

۴۱۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور رشتے داری توڑنا حرام ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو یقیناً قریب ہے جب تم کو اقتدار ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور رشتوں کو توڑو' یہی لوگ ہیں کہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو بہرہ اور اندھا کر دیا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جو لوگ اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں' اس کی مضبوطی کے بعد اور اس چیز کو کاٹتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں' یہی لوگ ہیں جن کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے۔

اور فرمایا: تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ عبادت صرف اس ایک رب کی کی جائے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر تمہارے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہو اور نہ انہیں ڈانٹو اور ان سے اچھی بات کہو اور اپنے بازو نرمی اور شفقت سے ان کے لئے جھکا دو اور ان کے حق میں دعا کرو' اے رب! ان پر رحم فرما' جیسے انہوں نے بچپن میں مجھے (پیار و محبت سے) پالا۔

٣٣٨ - وعن أبي بكرة نُفَيْعِ بن الحارثِ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «ألا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الكَبَائِرِ؟» - ثلاثاً - قُلْنَا: بَلَى يا رسولَ الله! قال: «الإشْرَاكُ بالله، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ»، وَكَانَ مُتَّكِئاً فَجَلَسَ، فقال: «أَلا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ» فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ. متفقٌ عليه.

۱/ ۳۳۸۔ حضرت ابو بکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟ تین مرتبہ آپ نے یہ فرمایا۔ ہم نے کہا' کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ (ضرور بتلایئے) آپ نے ارشاد فرمایا' اللہ کا شریک ٹھہرانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے' پھر (سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور فرمایا' سنو! جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا (یہ بھی بڑے گناہوں میں سے ہیں) پھر آپ اس بات کو دہراتے رہے' یہاں

تک کہ ہم نے کہا' کاش آپؐ خاموش ہو جائیں۔
(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها.

۳۳۸- فوائد: اس میں چند کبیرہ گناہوں کا بیان ہے۔ کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر قرآن کریم یا حدیث شریف میں سخت وعید وارد ہو۔ ماں باپ کی نافرمانی اور شرک کا ایک ساتھ ذکر کر کے واضح فرما دیا کہ یہ دونوں گناہ بہت ہی خطرناک ہیں اور اسی طرح جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کے ذکر پر تکیہ چھوڑ کر نبی ﷺ کا بیٹھ جانا' اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپؐ کے نزدیک ان کے اندر بھی بہت زیادہ شناعت و قباحت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام گناہوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

٣٣٩ - وعن عبدِ الله بْنِ عمرِو بنِ العـاصِ رضـي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «الكَبَائِرُ: الإِشْرَاكُ باللهِ، وَعُقُوقُ الـوَالِـدَيْـنِ، وَقَـتْـلُ النَّفْـسِ، وَالْيَمِيـنُ الْغَمُـوسُ» رواه البخـاري. «الْيَمِيـنُ الْغَمُوسُ» الَّتي يَحْلِفُهَا كَاذِباً عَامِداً، سُمِّيَتْ غَمُوساً، لأَنَّهَا تَغْمِسُ الحَالِفَ في الإِثْم.

۲/ ۳۳۹ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' کبیرہ گناہ (یہ یہ) ہیں' اللہ کے ساتھ شریک گرداننا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' قتل نفس (ناحق کسی کو مار دینا یا خود کشی کرنا) اور جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

یمین غموس ' (جھوٹی قسم) وہ ہے کہ جان بوجھ کر انسان جھوٹی قسم اٹھائے' اسے غموس اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ قسم کھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب اليمين الغموس، وكتاب المرتدّين، وكتاب الديات وغيرها من كتب صحيح.

۳۳۹- فوائد: کبیرہ گناہ اور بھی بہت سے ہیں' جن کو بعض محدثین نے مستقل کتابوں میں جمع بھی فرمایا ہے۔ جیسے الزواجر عن اقتراف الکبائر' اور کتاب الکبائر للذہبی وغیرہ۔ یہاں صرف موقعے کی مناسبت سے نبی ﷺ نے چند ایک کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یا مقصد یہ بتانا تھا کہ یہ چند مذکورہ گناہ کبیرہ گناہوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔

٣٤٠ - وعنـه، أن رسـولَ الله ﷺ قال: «مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ!»، قالوا: يا رسولَ الله! وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟! قال: «نَعَمْ؛ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاه، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: «إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الكَبَائِرِ أَنْ

۳/ ۳۴۰ ۔ انہی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ (بھی) ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا آدمی اپنے ماں باپ کو (بھی) گالی دیتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں۔ ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے' وہ پلٹ کر اس

يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ!» قِيلَ: يارسولَ اللهِ! كَيفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟! قال: «يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ».

کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ (اسی طرح) وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے (یوں گویا وہ اپنے والدین کی گالی کا سبب بنا)
(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب لا يسب الرجل والديه - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها.

۳۴۰۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو کسی دوسرے کے والدین کو گالی نہیں دینی چاہیے' کیونکہ اس طرح وہ بھی جواب میں اس کے والدین کو گالی دے گا اور یوں یہ اپنے والدین کی ذلت اور بے توقیری کا باعث بنے گا۔

٣٤١ ـ وعن أبي محمد جُبَيْرِ بن مُطْعِمٍ رضي الله عنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «لا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ»، قال سفيانُ في روايتِهِ: يَعْنِي: قَاطِعُ رَحِمٍ. متفق عليه.

۴ / ۳۴۱ ۔ حضرت ابو محمد جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ سفیان (راوی) نے اپنی روایت میں قاطع کی بجائے قاطع رحم کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب إثم القاطع - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها.

۳۴۱۔ فوائد: اس میں قطع رحمی پر کتنی سخت وعید ہے۔ اس کے باوجود ہمارے معاشرے میں یہ گناہ کبیرہ عام ہے۔ اس قسم کی سخت وعیدوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان گناہوں سے بچ کر رہیں۔ اعاذنا اللہ منہا

٣٤٢ ـ وعن أَبي عِيسى المُغِيرَةِ بن شُعْبَةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الأُمَّهَاتِ، وَمَنْعاً وهاتِ، وَوَأْدَ البَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وقالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ المَالِ» متفقٌ عليه.

۵ / ۳۴۲ ۔ حضرت ابو عیسیٰ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنے کو' ضرورت کے موقعے پر خرچ نہ کرنے اور بغیر ضرورت کے سوال کرنے کو نیز لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کو حرام کیا ہے اور فضول بحث و گفتگو کو' کثرت سوال کو اور مال کے ضائع کرنے کو تمہارے لئے ناپسند کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

قولُهُ: «مَنْعاً» مَعْنَاهُ: مَنْعُ مَا وَجَبَ عَلَيْهِ، وَ«هَاتِ»: طَلَبُ مَا لَيْسَ لَهُ. وَ«وَأْدَ البَنَاتِ» مَعْنَاهُ: دَفْنُهُنَّ في الحَيَاةِ، وَ«قِيلَ وَقالَ» مَعْنَاهُ:

منعا کا مطلب ہے' واجبات کے ادا کرنے سے انکار کرنا۔ ھات کا مطلب ہے' ایسی چیز کا سوال کرنا جو اس کا حق نہ ہو اور وأد البنات کے معنی ہیں' زندہ بچیوں کو قبر میں دفن کر دینا۔ قیل وقال کے معنی ہیں' جس

الحَدِيثُ بِكُلِّ مَا يَسْمَعُهُ، فَيَقُولُ: قِيلَ كَذَا، وَقَالَ فُلانٌ كَذَا، مِمَّا لا يَعْلَمُ صِحَّتَهُ، وَلا يَظُنُّهَا، وَكَفَى بِالمَرْءِ كَذِباً أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ. وَ«إِضَاعَةُ المَالِ»: تَبْذِيرُهُ وَصَرْفُهُ فِي غَيْرِ الوُجُوهِ المَأْذُونِ فِيهَا مِنْ مَقَاصِدِ الآخِرَةِ وَالدُّنْيَا، وَتَرْكُ حِفْظِهِ مَعَ إِمْكَانِ الحِفْظِ. وَ«كَثْرَةُ السُّؤَالِ»: الإِلْحَاحُ فِيمَا لا حَاجَةَ إِلَيْهِ.

بات کو وہ سنے' اس کی بابت لوگوں سے کہے' اس طرح کہا گیا ہے اور فلاں نے اس طرح کہا' درآں حالیکہ اس کی صحت کا اسے علم ہے اور نہ گمان۔ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے (بلا تحقیق) بیان کر دے۔ اضاعت المال' کا مطلب فضول خرچی اور ایسی جگہوں پر خرچ کرنا ہے جہاں دنیا و آخرت کے شرعی مقاصد میں سے کوئی مقصد حاصل نہ ہو اور باوجود بچانے کے امکان کے مال کے بچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ کثرۃ السوال کا مطلب ہے' بغیر حاجت کے چمٹ کر سوال کرنا۔

وفي الباب أَحَادِيثُ سَبَقَتْ في البَابِ قَبْلَهُ كَحَدِيثِ: «وَأَقْطَعُ مَنْ قَطَعَكِ»، وحديث: «مَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللهُ».

اس باب سے متعلق اور احادیث بھی ہیں' جو اس سے ماقبل کے باب میں گزر چکی ہیں' جیسے حدیث واقطع من قطعک اور حدیث من قطعنی قطعه الله (دیکھئے رقم ۳۱۵ و ۳۲۳)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر - وصحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة...

٤٢ - بَابُ فَضْلِ بِرِّ أَصْدِقَاءِ الأَبِ وَالأُمِّ وَالأَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَائِرِ مَنْ يُنْدَبُ إِكْرَامُهُ

۴۲۔ ماں باپ کے دوستوں' رشتے داروں' بیوی اور جن کا اکرام مستحب ہے' ان سب سے حسن سلوک کرنے کا بیان

٣٤٣ - عن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما أَنَّ النبيَّ ﷺ قال: «إن أَبَرَّ البِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ أَبِيهِ».

۱/ ۳۴۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی باپ سے دوستانہ تعلقات رکھنے والوں سے تعلق جوڑ کر رکھے (یعنی باپ کی محبت اور دوستی کو نبھائے)

وعن عبدِ اللهِ بنِ دينارٍ عن عبدِ اللهِ بنِ عمرَ رضي الله عنهما أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَحَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ، وَأَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلَى رَأْسِهِ،

حضرت عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی انہیں ایک راستے میں ملا' عبداللہ بن عمرؓ نے اسے سلام کیا اور اسے اس گدھے پر سوار کر لیا جس پر وہ خود سوار

قال ابنُ دِينَارٍ : أَصْلَحَكَ اللهُ إِنَّهُمُ الأَعْرَابُ وَهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيرِ، فقال عبدُ اللهِ بنُ عمـرَ: إنَّ أَبَـا هـذا كَـانَ وُدّاً لِعُمَـرَ بـنِ الخطـاب رضـي الله عنـه وإنّـي سَمِعْـتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «إنَّ أَبَرَّ البِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ». وفي رواية عن ابن دِينارٍ عن ابنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ كَـانَ لَـهُ حِمَـارٌ يَتَـرَوَّحُ عَلَيْـهِ إِذَا مَلَّ رُكُـوبَ الرَّاحِلَةِ، وَعِمَامَةٌ يَشُدُّ بِهَا رَأْسَهُ، فَبَيْنَا هُوَ يَوْماً عَلَى ذٰلِكَ الحِمَارِ إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ، فقال: أَلَسْتَ ابنَ فُلان بْنِ فُلانٍ؟ قَال: بَلَى. فَأَعْطَاهُ الحِمَارَ، فقال: ارْكَبْ هٰذَا، وَأَعْطَاهُ العِمَامَةَ وقال: اشْدُدْ بِهَا رَأْسَكَ، فقال لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: غَفَرَ اللهُ لَكَ أَعْطَيْتَ هٰذَا الأَعْرَابِيَّ حِمَاراً كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ، وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ؟ فقالَ: إنّي سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ أَبَرِّ البِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ» وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ صَـدِيقـاً لِعُمَـرَ رضـي الله عنـه، روى هـذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلَّهَا مسلم.

تھے اور اسے وہ عمامہ بھی دے دیا جو ان کے سر پر تھا۔ (حدیث کے راوی) ابن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عمرؓ سے کہا' اللہ آپ کا بھلا کرے' یہ تو دیہاتی لوگ ہیں' تھوڑی سی چیز سے بھی راضی ہو جاتے ہیں (ان کے ساتھ اتنا کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا (بات یہ ہے کہ) اس شخص کا باپ (میرے باپ) عمرؓ بن خطاب کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کرنا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے جو ابن دینار ہی ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب مکہ جاتے تو ان کے پاس ایک گدھا ہوتا' جب وہ اونٹ کی سواری سے اکتا جاتے تو اس پر سوار ہو کر راحت حاصل کرتے اور ایک عمامہ ہوتا جسے وہ سر پر باندھ لیتے۔ اس دوران کہ ایک دن وہ اس گدھے پر سوار تھے' آپ کے پاس سے ایک دیہاتی (اعرابی) گزرا' آپ نے (اسے کچھ پہچان کر) اس سے پوچھا' کیا تو فلاں بن فلاں کا بیٹا نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا' ہاں' کیوں نہیں۔ آپ نے اسے وہ گدھا دے دیا اور فرمایا' اس پر سوار ہو جا' اور اسے عمامہ (بھی) عنایت فرما دیا اور کہا' اس کے ساتھ اپنے سر کو باندھ لے' پس ابن عمرؓ کے بعض ساتھیوں نے ان سے کہا' اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے! آپ نے اس دیہاتی کو وہ گدھا بھی دے دیا جس پر آپ (دوران سفر) آرام حاصل کرتے تھے اور وہ عمامہ بھی دے دیا' جس کے ساتھ آپ اپنا سر باندھتے تھے۔ آپ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی' اپنے باپ کے مرنے کے بعد' اس کے دوستوں سے تعلق برقرار رکھے اور ان سے حسن سلوک کرے (اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے

کہ) اس کا باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔

(یہ تمام روایات امام مسلم نے بیان کی ہیں۔)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة أصدقاء الأب والأم ونحوهما.

۳۴۳۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی وفات کے بعد ان کے دوستوں سے تعلق برقرار رکھنا اور ان سے حسن سلوک کا معاملہ کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ ایک بہت بڑی نیکی اور صلہ رحمی کا تقاضا ہے۔ اس اعتبار سے ماں باپ کے دوستوں کو فراموش کر دینا اور ان سے تعلق استوار نہ رکھنا' شرعاً سخت ناپسندیدہ ہے۔

٣٤٤ ـ وعن أبي أُسَيْدٍ ـ بضم الهمزة وفتح السين ـ مالِك بن رَبِيعَةَ السَّاعِدِيِّ رضي الله عنه قال: بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رسول الله ﷺ إذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ فقالَ: يا رسولَ الله! هَلْ بقي مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بعدَ مَوْتِهِمَا؟ فقال: «نَعَم، الصَّلاةُ عَلَيْهِمَا، وَالاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لا تُوصَلُ إلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا» رواه أبو داود.

۲/ ۳۴۴۔ حضرت ابو اسید (ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر) مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنی سلمہ قبیلے کا ایک آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر اس نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسی نیکی بھی باقی ہے جو میں والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ کروں؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں۔ ان کے حق میں دعاے خیر کرنا اور ان کے لئے مغفرت مانگنا' ان کے بعد ان کے (کئے گئے) عہد کو پورا کرنا اور ان کے ان رشتوں کو جوڑنا جو انہی کی وجہ سے جوڑے جاتے ہیں اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔ (ابو داؤد)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب بر الوالدين' إسناده ضعيف.

۳۴۴۔ فوائد: معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے لئے ان کی زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور اگر ان کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی نیکی کرنا چاہے تو حدیث میں مذکور طریقے اختیار کئے جائیں۔ ان طریقوں میں قرآن خوانی' تیجہ' ساتواں' دسواں اور چہلم وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے ایصال ثواب کے یہ سارے طریقے غیر شرعی ہیں۔ ان سے مردوں یا زندوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ البتہ دعا و استغفار وغیرہ سے مردوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور زندوں کو بھی۔ کیونکہ یہ کام حدیث میں والدین کے ساتھ نیکی شمار کئے گئے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کاموں سے اولاد کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا صلہ ملے گا اور والدین کے لئے بھی مغفرت اور رفع درجات کا باعث ہوں گے۔ وفات کے بعد والدین کے حق میں دعائے خیر کی مقبولیت' اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے مرنے کے ساتھ ہی عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے البتہ تین چیزوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ کا' ایسے علم کا جس سے لوگ فیض یاب ہو رہے ہوں اور نیک اولاد کی دعاؤں کا۔

٣٤٥ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها

۳/ ۳۴۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

قالت: مَاغِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِي ﷺ مَا غِرْتُ عَلَى خديجةَ رضي الله عنها، وَمَا رَأَيْتُهَا قَطُّ، وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ، ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجةَ، فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ: كَأَنْ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا إِلَّا خَدِيجَةُ! فيقولُ: «إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ» متفقٌ عليه.

مجھے نبی ﷺ کی بیویوں میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت خدیجہؓ پر آئی' حالانکہ میں نے انہیں کبھی دیکھا بھی نہیں۔ لیکن (غیرت اس لئے آئی کہ) آپؐ ان کا ذکر کثرت سے فرماتے تھے۔ نیز (آپؐ کا یہ معمول تھا کہ) اکثر آپؐ بکری ذبح فرماتے اور اس کے اعضاء الگ الگ کرتے اور پھر انہیں خدیجہؓ کی سہیلیوں کو ارسال فرماتے' بسا اوقات میں آپؐ سے کہتی کہ دنیا میں خدیجہؓ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں ہے' آپؐ فرماتے (تمہیں کیا معلوم) وہ ایسی اور ایسی عورت تھی (اس کی خوبیاں گنواتے) اور میری اولاد بھی اسی سے ہے۔ (بخاری و مسلم)

وفي روايةٍ وإنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ، فَيُهْدِي فِي خَلائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ. وفي روايةٍ كَانَ إِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ يقولُ: «أَرْسِلُوا بِهَا إِلَى أَصْدِقَاءِ خَدِيجَةَ».

ایک اور روایت میں ہے' آپؐ بکری ذبح فرماتے اور خدیجہؓ کی سہیلیوں کو اتنا اتنا گوشت ہدیہ بھیجتے جو ان کو کافی ہوتا۔ ایک اور روایت میں ہے' جب آپؐ بکری ذبح فرماتے تو ارشاد فرماتے' اسے خدیجہؓ کی سہیلیوں کے پاس بھیج دو۔

وفي روايةٍ قالتِ: اسْتَأْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أُخْتُ خَدِيجَةَ عَلَى رسولِ الله ﷺ، فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيجَةَ، فَارْتَاحَ لِذٰلِكَ فقال: «اللَّهُمَّ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ». قولُهَا: «فَارْتَاحَ» هو بالحاءِ، وفي الجمع بَيْنَ الصحيحين لِلْحُمَيْدِي: «فَارْتَاعَ» بالعينِ ومعناه: اهْتَمَّ بِهِ.

ایک اور روایت میں ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت خدیجہؓ کی ہمشیرہ ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ ﷺ سے (گھر کے اندر) آنے کی اجازت طلب کی' تو آپؐ نے ایسا محسوس کیا جیسے خدیجہؓ اجازت مانگ رہی ہے (یعنی خدیجہؓ کا اجازت مانگنا یاد آگیا) اور اس وجہ سے ہی آپؐ کو بہت خوشی ہوئی اور فرمایا' اے اللہ' ہالہ بنت خویلد ہے (یعنی فرحت اور استعجاب کے ملے جلے جذبات میں بے ساختہ یہ الفاظ آپؐ کی زبان مبارک سے نکلے)

(فارتاح' حاء کے ساتھ۔ اور امام حمیدی کی کتاب الجمع بین الصحیحین میں یہ فارتاع' عین کے ساتھ ہے' جس کے معنی ہیں آپؐ اس کی آواز سن کر فکر مند ہو گئے (یعنی خدیجہ کی یاد نے آپؐ کو مغموم کر دیا)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها، وكتاب النكاح، وكتاب الأدب، وكتاب التوحيد ـ وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل خديجة رضى الله عنها.

۳۴۵۔ فوائد: اس میں ایک تو ان خوبیوں کا اجمالی ذکر ہے جن سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا متصف تھیں۔ دوسرے' اس محبت کا بیان ہے جو ان خوبیوں کی وجہ سے نبی ﷺ کو ان کے ساتھ تھی۔ تیسرے' اس بروصلہ کا تذکرہ ہے جو آپؐ نے ان کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کے ساتھ برقرار رکھا۔ چوتھے' اس بات کا اثبات ہے کہ سوائے ابراہیم کے جو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے' آپؐ کی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ پنجم' ان انسانی جذبات کی وضاحت ہے جو ایک محبوب شخصیت کی یاد سے انسان پر طاری ہوتے ہیں جو خوش کن بھی ہو سکتے ہیں اور فکر و اندوہ میں مبتلا کرنے والے بھی۔

٣٤٦ ـ وعن أَنسِ بنِ مالكٍ رضي الله عنه قال: خَرَجْتُ مَعَ جَرِيرِ بنِ عبدِ الله الْبَجَلِيِّ رضي الله عنه في سَفَرٍ، فَكَانَ يَخْدُمُني فقلتُ لَهُ: لا تَفْعَلْ، فقال: إنِّي قَدْ رَأَيْتُ الأَنْصَارَ تَصْنَعُ برَسُولِ الله ﷺ شَيْئاً آلَيْتُ عَلى نَفْسِي أَنْ لا أَصْحَبَ أَحَداً مِنهُمْ إلَّا خَدَمْتُهُ. متَّفقٌ عليه.

۴ / ۳۴۶۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں گیا تو (کم عمری کے باوجود) وہ میری خدمت کرتے' میں نے ان سے کہا آپؐ اس طرح نہ کریں' انہوں نے فرمایا' میں نے انصار کو دیکھا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس طرح ہی کیا کرتے تھے' تو میں نے بھی قسم کھائی تھی کہ (جب بھی) مجھے ان میں سے کسی کے ساتھ مصاحبت (ہم نشینی یا ہم سفری) کا موقع ملا تو میں اس کی ضرور خدمت کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في حسن صحبة الأنصار.
أقول: لم أجده في كتاب الفضائل من صحيح البخاري، والله أعلم.

۳۴۶۔ فوائد: (۱) اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت کس قدر تھی کہ اس محبت کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کے خادموں کی خدمت کو بھی سعادت سمجھتے تھے' اگرچہ عمر میں وہ چھوٹے ہی ہوں۔ اس میں صحابہ کی تواضع کا بھی اظہار ہے کہ اپنے سے چھوٹے کی تعظیم و خدمت میں بھی انہیں تامل نہیں تھا۔ (۲) صحابہ کرامؓ کا باہمی تعلق برادرانہ' دوستانہ اور مخلصانہ تھا اور اس کی اصل بنیاد نبی کریم ﷺ سے عقیدت و وابستگی تھی۔

٤٣ ـ بابُ إكْرَامِ أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ الله ﷺ وَبَيَانِ فَضْلِهِمْ

۴۳۔ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی تکریم اور ان کی فضیلت کا بیان

قال الله تعالى: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت وہ تم سے گندگی کو دور کر دے اور تمہیں پاک

تَطْهِيرًا﴾ [الأحزاب: ٣٣] وقال تعالى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَـٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ﴾ [الحج: ٣٢].

کر دے۔

اور فرمایا اللہ نے: اور جو شخص اللہ کی طرف سے محترم ٹھہرائی ہوئی چیزوں کا ادب کرے گا' تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔ (یعنی شعائر اللہ کی تعظیم' اس بات کی علامت ہے کہ تعظیم کرنے والے کے دل میں تقویٰ ہے)

٣٤٧ ـ وعن يزيدَ بنِ حَيَّانَ قال: انطَلَقْتُ أنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ، وَعَمْرُو بْن مُسْلِمٍ إلى زَيْدِ بْن أرْقَمَ رضي الله عنهم، فَلَمَّا جَلَسْنَا إلَيْهِ قَالَ له حُصَيْنٌ: لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ خَيْراً كَثِيراً، رَأَيْتَ رسولَ الله ﷺ، وَسَمِعْتَ حَدِيثَهُ، وَغَزَوْتَ مَعَهُ، وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ، لَقَدْ لَقِيتَ يَازَيْدُ! خَيْراً كَثِيراً، حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ! مَا سَمِعْتَ مِنْ رسولِ الله ﷺ قال: يَاابْنَ أخِي! وَاللهِ! لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي، وَقَدُمَ عَهْدِي، وَنَسِيتُ بَعْضَ الَّذي كُنْتُ أَعِي مِنْ رسولِ الله ﷺ، فَمَا حَدَّثْتُكُمْ، فَاقْبَلُوا، وَمَا لا فَلا تكلِّفُونِيهِ. ثُمَّ قال: قَامَ رسولُ الله ﷺ يَوْماً فِينَا خَطِيباً بِمَاءٍ يُدْعى خُمّاً بَيْنَ مَكَّةَ وَالمَدِينَةِ، فَحَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ، وَذَكَّرَ، ثُمَّ قال: «أمَّا بَعْدُ: ألا أيُّهَا النَّاسُ، فَإنَّمَا أنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أنْ يَأْتِيَ رسولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أوَّلُهُمَا كِتَابُ الله، فِيهِ الهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ». فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ الله، وَرَغَّبَ فِيهِ ثُمَّ قال: «وَأهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أهْلِ بَيْتِي» فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ أهْلُ بَيْتِهِ

١/٣٤٧۔ یزید بن حیان کہتے ہیں کہ میں' حصین بن سبرہ اور عمرو بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو ان سے (ہمارے ایک ساتھی) حصین نے کہا' آپ نے تو بہت بھلائی پائی ہے' آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ کی (زبان مبارک سے) آپ ؐ کی باتیں سنیں' آپ ؐ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ ؐ کے پیچھے نمازیں پڑھیں' یقیناً اے زید! آپ نے بہت بھلائی پائی ہے۔ اے زید! ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات سنائیں جو آپ نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی۔ حضرت زید نے فرمایا۔ بھتیجے! (اب) میں سن و سال کے اعتبار سے بوڑھا ہو گیا ہوں' نبی ﷺ کے ساتھ گزرا ہوا زمانہ بھی کافی بیت گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بعض باتیں بھی میں بھول گیا ہوں جو مجھے یاد تھیں۔ پس جو باتیں میں تمہارے سامنے بیان کروں' انہیں قبول کرو اور جو بیان نہ کروں اس کی مجھے تکلیف مت دینا۔ (یعنی مجبور نہ کرنا)

پھر فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مکے اور مدینے کے درمیان پانی کے ایک چشمے پر خطبہ دیا جسے خم کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے آپ ؐ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور وعظ و نصیحت کی' پھر فرمایا۔ اما بعد' سنو' اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں' قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اس کی دعوت قبول کر لوں (یعنی اللہ کے پاس جانے کی) میں تم

يَا زَيْدُ! أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلٰكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ، قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ آلُ عَلِيٍّ، وَآلُ عَقِيلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ قال: كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. رواه مسلم.

میں دو بھاری چیزیں (نہایت عظیم اور مہتم بالشان) چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے' پس تم اللہ کی کتاب کو اختیار کرو اور اسے مضبوطی سے پکڑو۔ پس آپ ؐ نے اللہ کی کتاب پر عمل کرنے پر ابھارا اور اس کی ترغیب دی۔ پھر فرمایا' اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاددہانی کراتا ہوں' اپنے گھرانے کی بابت تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ حصین نے ان سے کہا' اے زید! آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ ؐ کی ازواج مطہرات ؓ آپ ؐ کے اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا' (یقیناً) آپ ؐ کی بیویاں آپ ؐ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن یہاں (اس سے مراد) آپ ؐ کے وہ اہل بیت ہیں جن پر آپ ؐ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ حصین نے پوچھا' وہ کون ہیں؟ حضرت زید ؓ نے جواب دیا' وہ آل علی' آل عقیل' آل جعفر اور آل عباس ؓ ہیں۔ حصین نے کہا' ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں' (مسلم)

وفي رواية: «أَلَا وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَحَدُهُمَا كِتَابُ اللهِ وَهُوَ حَبْلُ اللهِ، مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى، وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى ضَلَالَةٍ».

ایک اور روایت میں ہے۔ سنو! میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک ان میں سے اللہ کی کتاب ہے اور وہ (اللہ تک پہنچنے کے لئے) اللہ کی رسی ہے۔ جو اس کی پیروی کرے گا' ہدایت پر ہو گا اور جو اس کو چھوڑ دے گا وہ گمراہی پر ہو گا۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل علی رضی اللہ عنہ.

۳۴۷۔ فوائد: (۱) اس میں نبی ﷺ کی بشریت کا اور تمام انسانوں کی طرح آپ ؐ پر موت کے وارد ہونے کا اثبات ہے۔ (۲) اللہ کی کتاب کے ساتھ تمسک کی اور اہل بیت کی عزت و تکریم کی تاکید ہے۔ (۳) اہل بیت نبوی (ﷺ) دو قسم کے ہیں' ایک ازواج مطہرات جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ (اس کی ضروری تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی تفسیر "احسن البیان" سورۂ احزاب آیت ۳۳ کا حاشیہ) اور دوسرے وہ ہیں جن کو نبی ﷺ سے خاندانی قرابت ہے۔ ان میں بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔ جن میں آل علی' آل عقیل' آل جعفر' آل عباس اور آل حارث شامل ہیں۔ اس دوسری قسم پر صدقہ حرام ہے۔ بعض اہل علم نے اس صدقے سے صدقہ واجبہ یعنی زکوٰۃ

مراد لی ہے۔ اس لئے وہ دوسرے صدقات کو ان کے لئے جائز سمجھتے ہیں۔ جب کہ جمہور علماء دونوں قسم کے صدقات کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں' اس لئے کہ نبی ﷺ نے کسی ایک صدقے کی تخصیص نہیں کی ہے' بلکہ مطلقاً صدقے کو آل محمد ﷺ کے لئے حرام کہا ہے جس میں دونوں قسم کے صدقے شامل ہیں۔ یہی مسلک راجح ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو' فقہ السنہ' ج ۱' کتاب الزکوٰۃ) (۴) انسان کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو بھول جاتا ہے جو کبھی نہیں بھولتا وہ اللہ ہے۔ (۵) کچھ احادیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد' قرآن کے ساتھ سنت کو چھوڑ کر جانے کا ہے مگر یہاں قرآن کے ساتھ اہل بیت کا ذکر ہے۔ دونوں باتیں بجا ہیں۔ مطلب یہ کہ قرآن کے ساتھ سنت کے احکام بجا لاؤ اور اہل بیت ازواج مطہراتؓ اور آل رسول) کی عزت کرو۔ ان کے حقوق کا خاص خیال رکھو۔

٣٤٨ ـ وعَن ابن عُمَرَ رضي الله عنهما، عَنْ أبي بَكْرٍ الصِّدِّيق رضي الله عنه مَوْقُوفاً عَلَيْهِ أنَّهُ قَالَ: ارْقُبُوا مُحَمَّداً ﷺ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ. رواه البخاري.

مَعْنى «ارْقُبُوا» رَاعُوهُ وَاحْتَرِمُوهُ وَأَكْرِمُوهُ، والله أعلم.

۲/ ۳۴۸۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں' جو انہی پر موقوف ہے کہ تم محمد ﷺ کا' ان کے اہل بیت کے بارے میں خیال رکھو۔ (بخاری)

ارقبوہ کے معنی ہیں' ان کا خیال رکھو اور احترام و اکرام کرو۔ واللہ اعلم

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما.

۳۴۸۔ فوائد: اس میں اہل بیت نبوی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کی محبت اور ان کی عزت و توقیر کو' نبی کریم ﷺ کے احترام و وقار کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔ یعنی جو اہل بیت کی عزت کرے گا' وہ گویا نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کرنے والا شمار ہو گا اس کے برعکس جو دل' عظمت اہل بیت سے خالی ہے' اس کا دل احترام نبوت سے بھی خالی ہے۔ لیکن محبت و تعظیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں معصوم مانا جائے اور ان کی شان میں افراط و غلو کیا جائے' جیسا کہ اہل تشیع کا رویہ ہے' بلکہ ان کے سارے دین کی بنیاد ہی افراط و غلو اور ائمہ اہل بیت کی معصومیت پر ہے۔ حالانکہ محبت و تعظیم کا مطلب ان کی سیرت و کردار کے تابندہ نقوش کو اپنانا اور ان کی صالحیت و تقوائے الٰہی کی وجہ سے ان کی محبت و عظمت کو اپنے دل میں رکھنا ہے' نہ کہ ایک مخصوص خاندان کے چند افراد کے ساتھ جذباتی وابستگی رکھنا اور ان کی شان میں غلو کرنا۔

٤٤ ـ بَابُ تَوْقِيرِ الْعُلَمَاءِ وَالْكِبَارِ وَأَهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيمِهِمْ عَلَى غَيْرِهِمْ وَرَفْعِ مَجَالِسِهِمْ وَإِظْهَارِ مَرْتَبَتِهِمْ

۴۴۔ علماء' بڑے لوگوں اور اصحاب فضل کی تعظیم اور انہیں اوروں پر برتری دینے' ان کی مجالس کی قدر و منزلت بڑھانے اور ان کے مرتبے کو نمایاں کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ [الزمر: ٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! کہہ دیجئے' کیا وہ لوگ جو علم رکھتے اور وہ جو علم نہیں رکھتے' برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو صرف اہل دانش ہی حاصل کرتے ہیں۔

٣٤٩ ـ وعن أبي مسعودٍ عُقْبَةَ بن عمرو البدريِّ الأنصاريِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يَؤُمُّ القَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي القِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الهِجْرَةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ سِنّاً، وَلا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ، وَلا يَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ» رواه مسلم.

١/٣٤٩۔ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' لوگوں کی امامت وہ کرائے' جو ان میں کتاب اللہ سب سے اچھا پڑھنے والا ہو۔ اگر قراء ت میں وہ سب برابر ہوں تو پھر مستحق امامت وہ ہے جو سنت کا علم سب سے زیادہ رکھنے والا ہو' اگر سنت کے علم میں سب برابر ہوں تو پھر وہ جس نے ہجرت سب سے پہلے کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو پھر جو عمر میں سب سے بڑا ہو اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے غلبے والی جگہ میں امامت نہ کرائے (الا یہ کہ وہ موجود نہ ہو) اور اس کے گھر میں اس کی مخصوص عزت والی جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (مسلم)

وفي روايةٍ لَهُ: «فَأَقْدَمُهُمْ سِلْماً» بَدَلَ «سِنّاً»، أَيْ: إِسْلاماً. وفي روايةٍ: «يَؤُمُّ القَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً، فَإِنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُمْ سَوَاءً فَيَؤُمُّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الهِجْرَةِ سَوَاءً، فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنّاً». وَالمُرَادُ بـ«سُلْطَانِهِ» مَحَلُّ وِلايَتِهِ، أَوِ المَوْضِعُ الَّذِي يَخْتَصُّ بِهِ وَ«تَكْرِمَتُهُ» بفتح التاءِ وكسر الراءِ: وَهِيَ مَا يَنْفَرِدُ بِهِ مِنْ فِرَاشٍ وَسَرِيرٍ وَنَحْوِهِمَا.

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے' بڑی عمر والے کی جگہ' سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا' ہے۔

اور ایک روایت میں ہے۔ لوگوں کی امامت وہ کرائے' جو کتاب اللہ کا سب سے اچھا قاری اور اس میں سب سے زیادہ ماہر ہو۔ اگر قراء ت میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو ہجرت میں قدیم تر ہو' اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

سلطانہ سے مراد' اس کے غلبہ و تسلط اور حکمرانی کا علاقہ یا وہ جگہ ہے جو اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور تکرمتہ تاء پر زبر اور راء پر زیر۔ کسی انسان کا مخصوص بستر' چارپائی اور ان جیسی ہی کوئی چیز۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟.

۳۴۹۔ فوائد: اس میں درجہ بدرجہ مستحقین امامت کا بیان ہے۔ ان میں سب سے مقدم قرآن کا اچھا قاری اور اس کا ماہر ہے' بشرطیکہ وہ عامل اور متقی بھی ہو۔ آج کل کے قاریوں کی طرح بے عمل نہ ہو جیسا کہ دوسری روایات میں اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بنانے کا حکم دیا گیا ہے--- ہمارے دور میں قاریوں کی تو بہت بہتات ہے' ایک سے ایک بڑھ کر ہے لیکن عمل و تقویٰ سے ان کی اکثریت کا دامن خالی ہے۔ بہرحال جہاں اس شرط کے مطابق اچھا قاری ہو گا' وہ امامت کا اولین مستحق ہو گا اور عالم کا درجہ بھی اس کے بعد ہی ہو گا۔ علاوہ ازیں اچھی قراءت سے مراد تکلف و تصنع نہیں' جس کا نمونہ مصری قاریوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں میں ملتا ہے۔ بلکہ حسن صوت' تجوید اور ترتیل سے پڑھنا ہے جس کا عمدہ نمونہ سعودی عرب بالخصوص حرمین شریفین کے ائمہ حضرات کے لہجے میں ملتا ہے جس میں رقت' خلوص اور سوز ہے زادھم اللہ شرفا وتعظیما

(۲) علاقے کا حاکم مجاز' اعلیٰ افسر اور حکمراں یہ اپنے ماتحت علاقوں میں امامت کے مستحق ہیں' جیسے قرون اولیٰ میں یہی حاکمان مجاز لوگوں کے فیصلے کرنے اور علاقے کا انتظام کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو مسجدوں میں نماز بھی پڑھایا کرتے تھے۔ آج کل بدقسمتی سے اسلامی ملکوں کی بالادست سوسائٹی میں بے عملی اور بدعملی عام ہے اور اختیار و اقتدار سے بہرہ ور حکمران اور ان کے ماتحت ساری بیوروکریسی نماز جیسے فریضے سے ویسے ہی غافل ہے۔

(۳) کسی کے گھر دفتر یا ادارہ میں آدمی جائے تو صاحب خانہ کی مخصوص جگہ پر بیٹھنے سے گریز کرے' الا یہ کہ وہ خود اس کی اجازت دے۔ اسی طرح کسی عالم کے منبر پر' مصلائے امامت پر بیٹھنے سے گریز کیا جائے۔

۳۵۰ ـ وعنه قال: كان رسولُ الله ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلاةِ وَيقُولُ: «اسْتَوُوا وَلا تَخْتَلِفُوا، فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الأَحْلاَمِ وَالنُّهَى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» رواه مسلم. وقوله ﷺ: «لِيَلِنِي» هو بتخفيفِ النُّون وَلَيْسَ قَبْلَهَا يَاءٌ، وَرُوِيَ بِتَشْدِيدِ النُّونِ مَعَ يَاءٍ قَبْلَهَا. وَ «النُّهَى»: العُقُولُ. وَ «أُولُو الأَحْلام» هُمُ البَالِغُونَ، وَقِيلَ: أَهْلُ الحِلْمِ وَالفَضْلِ.

۲/ ۳۵۰۔ انہی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں (یعنی شروع کرتے وقت) ہمارے کندھوں کو چھوتے اور فرماتے' برابر ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو' اس طرح تمہارے دل (آپس میں) مختلف ہو جائیں گے۔ میرے قریب تم میں سے وہ لوگ (کھڑے) ہوں جو سمجھ دار اور عقلمند ہوں' پھر وہ جو (عقل و فہم میں) ان سے قریب ہوں' پھر وہ جو ان سے قریب ہوں۔ (مسلم) لیلنی' تخفیف نون کے ساتھ اور اس سے پہلے یاء بھی نہیں۔ اور یہ لیلینی بھی مروی ہے یعنی نون مشدد اور اس سے ما قبل یاء۔ نہی (نہیہ کی جمع) عقول۔ اور اولوالاحلام سے مراد بالغ ہیں اور بعض کے نزدیک اہل حلم و فضل۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها.

۳۵۰۔ فوائد: (۱) اس میں ایک تو صف بندی کی تاکید ہے اور اس کا آپؐ اتنا اہتمام فرماتے کہ نمازیوں کے کندھے پکڑ پکڑ کر صفیں درست کرواتے۔ علاوہ ازیں آپؐ نے صف بندی سے اعراض اور گریز کو باہمی اختلاف کا ذریعہ اور باعث قرار دیا۔ افسوس ہے کہ پیغمبر اسلام نے تو اس مسئلے کو اتنی اہمیت دی اور آج ان کے نام لیوا

صفیں درست کرنے پر سیخ پا ہو جاتے ہیں اور بعض تو مسجد ہی چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں کہ میں کہاں ان لوگوں کی مسجد میں آگیا' جہاں پیر کے ساتھ پیر ملانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اکثر علماء سرے سے صف بندی کا مسئلہ بیان ہی نہیں کرتے اور وہ بیان بھی کس طرح کریں کہ ان کی مسجدوں میں تو فاصلہ چھوڑ چھوڑ کر کھڑے ہونے کا رواج ہے جو سنت نبوی کے یکسر خلاف ہے۔

(۲) امام کے پیچھے اور قریب سمجھ دار اور عقل مند آدمی درجہ بدرجہ کھڑے ہوں' تاکہ اگر کسی کو قائم مقام بنانا ہو' یا امام کو سہو ہو جائے' تو وہ امام کو متنبہ کر دیں اور بوقت ضرورت آگے ہو کر نماز بھی پڑھا سکیں۔

٣٥١ - وعن عبدِ اللهِ بنِ مسعودٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لِيَلِنِي مِنكُمْ أُولُو الأَحْلامِ وَالنُّهى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» ثلاثاً «وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الأَسْوَاقِ» رواه مسلم.

۳/ ۳۵۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے میرے قریب (نماز میں) وہ لوگ کھڑے ہوں جو متحمل مزاج اور عقل مند ہوں' پھر وہ جو ان سے قریب ہوں' تین مرتبہ آپ ؐ نے یہ فرمایا' (پھر فرمایا) بازاروں کے شور و غل اور لڑائی جھگڑوں سے بچو۔

(مسلم) (کتاب و باب مذکور)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها.

۳۵۱۔ فوائد: آخری جملے سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں اور نمازی کے پاس شور و غل اور لڑائی جھگڑا نہایت ناپسندیدہ فعل ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

٣٥٢ - وعن أَبي يَحْيَى وَقِيلَ: أَبي مُحَمَّدٍ سَهْلِ بنِ أَبي حَثْمَةَ - بفتح الحاءِ المهملة وإسكانِ الثاءِ المثلثة - الأنصاري رضي الله عنه قال: انْطَلَقَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودٍ إِلَى خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ، فَتَفَرَّقَا، فَأَتَى مُحَيِّصَةُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ سَهْلٍ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِي دَمِهِ قَتِيلاً، فَدَفَنَهُ، ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ: «كَبِّرْ كَبِّرْ» وَهُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ، فَسَكَتَ، فَتَكَلَّمَا فقال: «أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ قَاتِلَكُمْ؟» وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ. متفقٌ عليه.

۴/ ۳۵۲۔ حضرت ابو یحییٰ اور بعض کے نزدیک ابو محمد سہل بن ابی حثمہ (حاء مہملہ پر زبر اور ثائے مثلثہ ساکن) انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہل ؓ اور محیصہ بن مسعود ؓ خیبر کی طرف گئے (جہاں یہود آباد تھے) اور ان دنوں (ان کی مسلمانوں سے) صلح تھی (وہاں پہنچ کر اپنی اپنی ضرورت کے مطابق) دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ پھر حضرت محیصہ' عبداللہ بن سہل کے پاس آئے (تو دیکھا کہ) انہیں قتل کر دیا گیا ہے اور وہ خون میں لت پت تڑپ رہے ہیں چنانچہ انہوں نے انہیں دفن کیا' پھر مدینہ آئے اور عبدالرحمٰن بن سہل ؓ اور محیصہ ؓ و حویصہ۔ حضرت مسعود کے بیٹے۔۔۔ تینوں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آکر عبدالرحمٰن گفتگو کرنے لگے تو آپ ؐ نے فرمایا' بڑا آدمی

بات کرے' بڑا آدمی بات کرے اور عبدالرحمٰن ان تینوں میں سب سے نوعمر تھے۔ پس وہ خاموش ہو گئے اور حضرت مسعودؓ کے دونوں بیٹوں نے گفتگو کی (یہ دونوں عبدالرحمٰن اور عبداللہ مقتول کے چچا زاد بھائی تھے)۔ آپؐ نے (سارا واقعہ سن کر) فرمایا' کیا تم قسم کھاتے ہو اور اپنے (بھائی) کے قاتل سے حق مانگتے ہو۔

وقوله ﷺ: اور مکمل حدیث ذکر کی۔ (بخاری و مسلم)

«كَبِّرْ كَبِّرْ» معناه: يَتَكَلَّمُ الأَكْبَرُ. کبر' کبر کے معنی ہیں کہ بڑا آدمی گفتگو کرے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الديات، باب القسامة - وصحيح مسلم، كتاب القسامة، الباب الأول.

۳۵۲- فوائد: (۱) مصنف (امام نوویؒ) نے یہاں حدیث کا صرف وہ حصہ نقل کیا ہے جو باب سے متعلق تھا۔ یعنی مجلس میں گفتگو کا اولین حق بڑے آدمی کا ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب فضل و شرف اور عقل و فہم میں سب مساوی ہوں' ورنہ شرف و فضل میں ممتاز آدمی گفتگو کا اہل ہو گا۔ (۲) اس میں قسامت کا بیان ہے۔ قسامت کا طریقہ اسلام سے قبل جاہلیت میں رائج تھا' اسلام نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی علاقے میں کوئی شخص قتل کیا ہوا پایا جائے' لیکن قاتل معلوم نہ ہو۔ تو اس صورت میں مقتول کے ورثاء میں سے پچاس آدمی یا چند آدمی پچاس قسمیں کھا کر یہ کہہ دیں کہ اسی علاقے کے کسی آدمی نے اسے قتل کیا ہے تو اہل علاقہ کو اس کی دیت ادا کرنی پڑے گی اور اگر وہ مدعی علیہم قسمیں کھا کر یہ کہہ دیں کہ ہمارے علاقے کے کسی آدمی نے قتل نہیں کیا ہے تو وہ بھی دیت کی ادائیگی سے بچ جائیں گے اور اس صورت میں اولیائے مقتول کو دیت کی ادائیگی بیت المال سے کی جائے گی۔ چنانچہ اس واقعہ حدیث میں بھی یہی ہوا کہ جب نبی ﷺ نے مقتول کے بھائیوں سے قسم کھانے کے لئے کہا تو انہوں نے یقینی علم نہ ہونے کی وجہ سے قسمیں کھانے سے انکار کر دیا اور نبی ﷺ نے اہل خیبر سے بھی قسمیں نہیں اٹھوائیں' کیونکہ ان کے یہودی ہونے کی وجہ سے اولیائے مقتول کو ان کی قسموں پر اعتبار نہیں تھا۔ پس اس کی دیت آپؐ نے خود ادا فرمائی۔

۳۵۳ - وعن جابرٍ رضي الله عنه أنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ يَعْنِي فِي القَبْرِ، ثُمَّ يَقُولُ: «أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذاً للقُرْآنِ؟» فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ. رواه البخاري.

۵ / ۳۵۳۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ غزوۂ احد کے شہداء میں سے دو (دو) آدمیوں کو ایک (ایک) قبر میں اکٹھا دفن فرماتے' اس وقت پوچھتے' ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد تھا؟ جب آپ کو ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر کے بتلایا جاتا تو آپؐ قبر میں پہلے اس کو اتارتے (یا اسے جانب قبلہ آگے رکھتے)۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب دفن الرجلين والثلاثة في قبر، وكتاب المغازي.

۳۵۳۔ فوائد: لحد' وہ قبر ہوتی ہے جو وسط قبر سے ایک جانب بنائی جائے اور جو قبر سیدھی ہوتی ہے' جیسا کہ عام قبریں ہوتی ہیں' اسے شق کہا جاتا ہے۔ اس میں حافظ قرآن کی ترجیح اور فضیلت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اہل علم' اہل زہد و تقویٰ اور دیگر اہل شرف و فضل کو مقدم رکھا جائے گا۔ (فتح الباری)

٣٥٤ ـ وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما أنَّ النبي ﷺ قال: «أَرَانِي في المَنَامِ أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ، فَجَاءَنِي رَجُلانِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الآخَرِ، فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الأَصْغَرَ، فَقِيلَ لِي: كَبِّرْ، فَدَفَعْتُهُ إِلَى الأَكْبَرِ مِنْهُمَا» رواه مسلم مُسْنَداً والبخاري تعلِيقاً.

۶ / ۳۵۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں' پس میرے پاس دو آدمی آئے' ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی تو مجھے کہا گیا' بڑے کو دیں' تو میں نے وہ ان میں سے بڑے کو دے دی۔ (اسے مسلم نے مسند اور بخاری نے معلق بیان کیا ہے۔)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب دفع السواك إلي الأكبر ـ وصحيح مسلم، كتاب الرؤيا، باب رؤيا النبي ﷺ.

۳۵۴۔ فوائد: مسند حدیث وہ ہوتی جس میں سلسلہ سند کے تمام رواۃ مذکور ہوں اور معلق وہ ہے جس میں سند کے اولین ایک دو راوی یا اس سے زیادہ یا سارے ہی راوی حذف کر دیئے گئے ہوں۔ گویا بخاری میں اسے بغیر سند کے (تعلیقاً) ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ایک مسئلہ تو یہ معلوم ہوا کہ اجازت کے ساتھ ایک شخص کی مسواک دوسرا شخص کر سکتا ہے۔ دوسرا وہی کہ ہر معاملے میں پہلے بڑے کو مقدم کیا جائے گا' الا یہ کہ کسی چھوٹے میں کوئی وجہ فضیلت و امتیاز موجود ہو۔

٣٥٥ ـ وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنْ إِجْلالِ اللهِ تَعَالَى إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ المُسْلِمِ، وَحَامِلِ القُرْآنِ غَيْرِ الغَالِي فِيهِ وَالجَافِي عَنْهُ، وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ المُقْسِطِ». حديثٌ حسنٌ رواه أبو داود.

۷ / ۳۵۵۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سفید ریش (بزرگ) مسلمان کی' حامل قرآن (حافظ قاری اور عالم) کی' جو قرآن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے والا ہو اور نہ اس سے اعراض و بے وفائی کرنے والا اور منصف بادشاہ کی عزت کرنا' اللہ کی عزت کرنے کے ہم معنی ہے۔

(ابو داؤد' یہ حدیث حسن ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم.

۳۵۵۔ فوائد: بزرگ سے مراد وہ شخص ہے جو پاکبازی کی زندگی گزارتے ہوئے بوڑھا ہوگیا۔ حامل قرآن میں' قرآن کا حافظ' قاری اور عالم سب آجاتے ہیں بشرطیکہ وہ قرآن میں غلو کرنے والا نہ ہو یعنی اس پر عمل کرنے میں

تشدد کرنے اور اس کے مشتبہات سے اپنی فکری و اعتقادی کجیوں پر تاویلات کے گورکھ دھندے کے ذریعے پردہ ڈالنے والا نہ ہو۔ اسی طرح قرآن پر عمل اور اس کی تلاوت سے اعراض و گریز کرنے والا نہ ہو اور عدل و انصاف کرنے والا حکمران اور بادشاہ۔ ان تینوں کی عزت کرنے کا حکم اللہ کی طرف سے ہے' اس لئے ان کی عزت ایسے ہی ہے جیسے اللہ کی عزت کرنی ہے۔

٣٥٦ ـ وعن عَمرِو بنِ شُعَيْبٍ، عن أبيهِ، عَنْ جَدِّهِ رضي الله عنهم قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيرِنَا» حديثٌ صحيحٌ رواه أبو داود والترمذي، وقال الترمذي: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وفي رواية أبي داود «حَقَّ كَبِيرِنَا».

٨/٣٥٦- حضرت عمرو بن شعیب؄ اپنے باپ سے اور وہ (شعیب) اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو) سے روایت کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس شخص کا تعلق ہم (مسلمانوں) سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑے کے شرف و فضل کو نہیں پہچانتا۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے' ہمارے بڑے کے حق کو نہیں پہچانتا۔

(ابو داؤد' و ترمذی۔ یہ حدیث صحیح ہے' امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الرحمة ـ وسنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الصبيان.

٣٥٦- فوائد: "ہم میں سے نہیں" کا مطلب ہے' مسلمانوں کے طریقے پر نہیں۔ چھوٹوں پر رحم کرنے کا مطلب' ان کے ساتھ شفقت و احسان کا معاملہ کرنا ہے' اسی طرح چھوٹوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سے بڑے اور اصحاب علم و فضل کی تعظیم بجا لائیں اور ان کا احترام کریں۔

٣٥٧ ـ وعن مَيْمُونِ بنِ أَبي شَبِيبٍ رحمه الله أَنَّ عَائِشَةَ رضي الله عنها مَرَّ بهَا سَائِلٌ، فَأَعْطَتْهُ كِسْرَةً، وَمَرَّ بهَا رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَهَيْئَةٌ، فَأَقْعَدَتْهُ، فَأَكَلَ، فَقِيلَ لَهَا في ذلكَ، فقالت: قال رسولُ الله ﷺ: «أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ» رواه أبو داود. لكنْ قال: مَيْمُون لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ. وَقَدْ ذَكَرَهُ مُسْلِمٌ في أَوَّلِ صَحِيحِهِ تَعْلِيقاً فقال: وَذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قالت: أمرنا رسولُ الله ﷺ أَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ، وَذَكَرَهُ الحَاكِمُ أَبُو عبدِ اللهِ في كِتابِهِ «مَعْرِفَة

٩/٣٥٧۔ حضرت میمون بن ابی شبیب؄ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ کے پاس سے ایک سائل گزرا' آپ ؓ نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا دیا' ایک اور آدمی گزرا' جس پر (اچھے) کپڑے اور (اچھی) حالت تھی۔ آپ نے اسے بٹھایا (اور کھلایا) پس اس نے کھایا۔ حضرت عائشہ ؓ سے اس کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' لوگوں کو ان کے مرتبوں پر اتارو (ان کی حیثیت کے موافق ان سے سلوک کرو) اسے ابو داؤد نے روایت کیا' لیکن یہ بھی کہا کہ میمون نے حضرت عائشہ ؓ کو نہیں پایا۔ امام مسلم نے اسے اپنی صحیح کے شروع میں تعلیقاً ذکر کیا ہے اور کہا' حضرت

عُلُومِ الحَدِيثِ» وقال: هو حديثٌ صحيح.

عائشہ ؓ سے مذکور ہے' انہوں نے کہا' ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے مرتبوں پر اتاریں۔ اور اسے امام حاکم ابو عبداللہ نے اپنی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" میں ذکر کیا اور کہا' یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم.

۳۵۷- فوائد: (۱) اس میں لوگوں کے مراتب اور ان کے مقام و منصب کی رعایت اور اس کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کرنے کی تاکید ہے۔ کسی عالی مرتبت کو اس کے مقام سے نہ گراؤ اور نہ کسی فروتر مقام والے کو بلند تر مقام پر فائز کرو۔ ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق مقام دو۔ بصورت دیگر بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (۲) اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے قرآن یا حدیث سے استدلال کرنا ایک مسلمان کا شیوہ ہے۔

۳۵۸ - وعن ابن عباسٍ رضي الله عنهما قال: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ، فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أخيهِ الحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ رضي الله عنه، وَكَانَ القُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ، كُهُولاً كَانُوا أَوْ شُبَّاناً، فَقَالَ عُيَيْنَةُ لابْنِ أَخِيهِ: يَاابْنَ أَخِي! لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الأَمِيرِ، فَاسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ، فَاسْتَأْذَنَ لَهُ، فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ رضي الله عنه، فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِيْ يَا ابْنَ الخَطَّابِ! فَوَاللهِ! مَا تُعْطِينَا الجَزْلَ، وَلا تَحْكُمُ فِينَا بِالعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ رضي الله عنه حَتَّى هَمَّ أَنْ يُوقِعَ بِهِ، فقالَ لَهُ الحُرُّ: يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ! إنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ: ﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ﴾ وَإِنَّ هٰذا مِنَ الجَاهِلِينَ.

۱۰ / ۳۵۸ - حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن (مدینہ) آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس ٹھہرے اور حر ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر ؓ اپنے قریب جگہ دیتے تھے۔ (علاوہ ازیں) قراء حضرات حضرت عمر ؓ کی مجلس اور ان کی مشاورتی کمیٹی کے ارکان تھے' وہ بوڑھے ہوں یا جوان۔۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا' اے برادر زادے' تمہیں امیرالمومنین کے ہاں خاص مقام حاصل ہے' مجھے ان سے ملنے کی اجازت لے دیں' انہوں نے اس کے لئے اجازت مانگی۔ حضرت عمر ؓ نے انہیں اجازت دے دی' جب وہ اندر داخل ہوئے' تو کہنے لگے' اے ابن خطاب! اللہ کی قسم' تم ہمیں زیادہ عطیے نہیں دیتے اور نہ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے ہو۔ حضرت عمر ؓ (یہ سن کر) غضب ناک ہو گئے' حتیٰ کہ انہیں سزا دینے کا ارادہ کیا۔ پس حر نے ان سے کہا' امیرالمومنین' اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا ہے "عفو و درگزر اختیار کریں' نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض فرمائیں" اور یہ عیینہ بھی جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم' حضرت عمر ؓ کے سامنے جب انہوں نے یہ آیت

وَاللهِ! مَاجَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلاهَا عَلَيْهِ، وَكَانَ وَقَّافاً عِنْدَ كِتَابِ اللهِ تعالى. رواه البخاري.

تلاوت کی تو انہوں نے اس سے تجاوز نہیں کیا (یعنی اس پر عمل کیا) اور وہ اللہ کی کتاب کے حکم پر ٹھہر جانے والے تھے (یعنی اسے سن کر اپنا ارادہ ختم کر دیتے اور کتاب اللہ کے حکم کو ترجیح دیتے) (بخاری)
(یہ روایت اس سے قبل باب الصبر' رقم الحدیث نمبر ۵۰ میں گزر چکی ہے)

تخریج: تقدم تخريجه في باب الصبر برقم٥٠.

۳۵۸- فوائد: یہ واقعہ اس باب میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں اہل علم و قراء حضرات کے حضرت عمرؓ کی مجلس خاص کے اصحاب اور ارکان مشاورت ہونے کا ذکر ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ارباب اختیار و اقتدار کو چاہئے کہ وہ اپنے مشیر اور معاون ایسے لوگوں کو بنائیں جو علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں ممتاز ہوں تاکہ وہ دنیا کے عارضی مفادات سے بالا ہو کر حکمران کو اخلاص و دیانت سے صحیح اور صائب مشورے دیں۔ علاوہ ازیں حکمرانوں کو صبر و تحمل میں بھی ممتاز ہونا چاہئے۔

٣٥٩ ـ وعن أبي سعيدٍ سَمُرَةَ بنِ جُنْدُبٍ رضي الله عنه قال: لَقَدْ كُنْتُ عَلَى عَهْدِ رسولِ الله ﷺ غُلاماً، فَكُنْتُ أَحْفَظُ عَنْهُ، فَمَا يَمْنَعُنِي مِنَ القَوْلِ إلَّا أَنَّ هٰهُنَا رِجَالاً هُمْ أَسَنُّ مِنِّي. متفقٌ عليه.

۱۱ / ۳۵۹۔ حضرت ابو سعید سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نوعمر بچہ تھا اور میں آپؐ کی باتیں یاد کر لیتا تھا' لیکن انہیں بیان کرنے سے مجھے یہ بات روکتی تھی کہ وہاں مجھ سے زیادہ عمر والے لوگ موجود ہوتے تھے۔
(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الفضائل ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب أين يقوم الإمام من الميت للصلاة عليه؟.

۳۵۹- فوائد: ابن علان نے کہا ہے کہ علمائے حدیث نے اس بات کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے کہ جب شہر میں زیادہ بڑا عالم' محدث اور صاحب شرف و فضل بزرگ ہو' تو اس سے کم تر شخص حدیث بیان کرے۔ تاہم دوسرے علوم میں یہ بات مکروہ نہیں۔ ہاں استاد یا بڑے عالم کی اجازت سے شاگرد یا چھوٹا عالم حدیث بیان کر سکتا ہے' نیز جس مجلس میں کوئی محدث یا زیادہ بڑا عالم ہو تو آداب کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کے بیان پر اکتفاء کیا جائے۔ ویسے کسی شہر میں کوئی حدیث سنانا یا بیان کرنا چاہے تو ہر ذی علم وہ بیان کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ حدیث وضعی نہ ہو۔ شرعاً احادیث کے بیان میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

٣٦٠ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخاً لِسِنِّهِ إلَّا قَيَّضَ اللهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ

۱۲ / ۳۶۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو نوجوان' کسی بوڑھے کی' اس کے بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے

سِنِّهِ»

لئے ایسے اشخاص مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کریں گے۔

رواه الترمذي وقال: حديث غريب.

(ترمذی' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔)

تخريج: جامع ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في إجلال الكبير.

۳۶۰۔ فوائد: یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ دیکھئے "الاحادیث الضعیفۃ" رقم ۳۰۴' تاہم اس میں اخلاق کریمہ کی جس جزاء کا بیان ہے' وہ دیگر نصوص کے اعتبار سے صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

٤٥ ـ بَابُ زِيَارَةِ أَهْلِ الْخَيْرِ وَمُجَالَسَتِهِمْ وَصُحْبَتِهِمْ وَمَحَبَّتِهِمْ وَطَلَبِ زِيَارَتِهِمْ وَالدُّعَاءِ مِنْهُمْ وَزِيَارَةِ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ

۴۵۔ اہل خیر کی زیارت' ان کی ہم نشینی' ان کی صحبت و محبت' ان سے ملاقات کر کے ان سے دعا کرانے اور متبرک مقامات کی زیارت کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَىٰهُ لَآ أَبْرَحُ حَتَّىٰٓ أَبْلُغَ مَجْمَعَ ٱلْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا﴾ إلى قوله تعالى: ﴿قَالَ لَهُۥ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ [الكهف: ٦٠ ـ ٦٦] وقال تعالى: ﴿وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ﴾ [الكهف: ٢٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب کہا موسیٰ نے' اپنے نوجوان (ساتھی) سے' میں تو سفر جاری رکھوں گا' یہاں تک کہ میں دو سمندروں (بحر فارس اور بحر روم) کے ملنے کی جگہ پر پہنچ جاؤں' یا پھر میں طویل عرصے تک چلتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول تک۔ حضرت موسیٰ نے (حضرت خضر سے) کہا' کیا میں تیرے ساتھ چلوں اس شرط پر کہ تو مجھے ہدایت کی وہ باتیں سکھائے جو تجھے سکھائی گئی ہیں؟

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے' روکے رکھ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام' طالب ہیں ان کی رضا کے۔

٣٦١ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: قال أبو بكر لِعمر رضي الله عنهما بَعْدَ وَفَاةِ رسولِ اللهِ ﷺ: انطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ رضي الله عنها نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ يَزُورُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَيْهَا بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيكِ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ

۱/ ۳۶۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا' آؤ ہم حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس چلیں۔ ہم ان کی زیارت کریں جس طرح رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جب یہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں' انہوں نے کہا' تم کیوں روتی

مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فقالت: إِنِّي لا أَبْكِي أَنِّي لا أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ تَعَالَى خَيْرٌ لِرسولِ اللهِ ﷺ، وَلٰكِنْ أَبْكِي أَنَّ الوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ، فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى البُكَاءِ، فَجَعَلا يَبْكِيَانِ مَعَهَا. رواه مسلم.

ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے (دنیا سے) زیادہ بہتر ہے؟ انہوں نے جواب دیا' میں اس لئے نہیں روتی کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے' وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ لیکن میں تو اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ پس حضرت ام ایمنؓ نے (اپنی اس بات سے) ان دونوں کو بھی رونے پر بھڑکا دیا (مجبور کر دیا) اور وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل أم أيمن رضي الله عنها.

۳۶۱- فوائد: حضرت ام ایمن حبشہ کی رہنے والی خاتون اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب (رسول اللہ ﷺ کے والد محترم) کی خدمت گار تھیں۔ جب حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد حضرت آمنہ کے گھر آپؐ کی ولادت ہوئی' تو حضرت ام ایمن نے بھی آپؐ کی پرورش اور نگہداشت میں خوب حصہ لیا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد فرما دیا اور پھر ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ کروا دیا۔ حدیث میں صالحین کی جدائی پر رونے کے جواز کے علاوہ' ایسے لوگوں کی زیارت کا بھی استحباب ثابت ہوتا ہے جن کی زیارت کے لئے انسان کے دوست احباب جایا کرتے ہوں۔ علاوہ ازیں اس واقعے سے اس محبت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے جو صحابہ کرام کو پیغمبر اسلام کے ساتھ تھی۔

٣٦٢ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ: «أنَّ رَجُلاً زَارَ أَخاً لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى، فَأَرْصَدَ اللهُ عَلَى مَدْرَجَتِهِ مَلَكاً، فَلَمَّا أَتَى عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قال: أُرِيدُ أَخاً لِي فِي هٰذِهِ القَرْيَةِ. قال: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ؟ قالَ: لا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللهِ تعالى، قَالَ: فَإِنِّي رسولُ اللهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ» رواه مسلم.

۲ / ۳۶۲ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لئے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا جو اس کا انتظار کرتا تھا' جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرا' تو فرشتے نے پوچھا' تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا' اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے' اس کے پاس جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا' کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے؟ جس کی وجہ سے تم یہ تکلیف اٹھا رہے ہو اور اس کا بدلہ اتارنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا' نہیں۔ صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ میں اس سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں' فرشتے نے کہا' میں تیری طرف اللہ کا فرستادہ ہوں (اور یہ

بتانے کے لئے آیا ہوں کہ) اللہ تعالیٰ (بھی) تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو اس سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتا ہے۔ (مسلم)

يقال: «أَرْصَدَهُ» لِكَذَا: إِذَا وَكَّلَهُ بِحِفْظِهِ، وَ«الْمَدْرَجَةُ» بفتح الميم وَالراءِ: الطَّرِيقُ، وَمَعْنَى «تَرُبُّهَا»: تَقُومُ بِهَا، وَتَسْعَى فِي صَلاحِهَا.

ارصده لکذا ' یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اس کی حفاظت کے لئے کسی کو مقرر کرے۔ مدرجه ' میم اور راء پر زبر ' راستہ اور تربھا کے معنی ہیں ' اس کی حفاظت کرتا اور اس کی درستی کے لئے کوشش کرتا ہے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الحب في الله.

۳۶۲۔ فوائد: اس میں محض اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔ لیکن یہ آج کل عنقا ہے۔ لوگ عموماً کسی غرض یا مطلب ہی سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ بیشک یہ ملنا جائز ہے مگر مذکورہ حدیث میں جو فضیلت بیان ہوئی ہے وہ محض اللہ ہی کے لئے ملاقات کرنے پر بیان ہوئی ہے۔

٣٦٣ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ عَادَ مَرِيضاً أَوْ زَارَ أَخاً لَهُ فِي اللهِ، نَادَاهُ مُنَادٍ بِأَنْ طِبْتَ، وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الجَنَّةِ مَنْزِلاً» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ، وفي بعض النسخ: غريبٌ.

۳ / ۳۶۳ ۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ' جو شخص کسی بیمار کی بیمار پرسی کرے یا محض اللہ کے لئے اپنے بھائی کی زیارت کرے تو ایک پکارنے والا بہ آواز بلند کہتا ہے کہ تجھے مبارک ہو اور تیرا چلنا خوش گوار ہو ' تجھے جنت میں ٹھکانہ نصیب ہو۔ (ترمذی اور کہا ' یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں "غریب" ہے)

تخريج: جامع ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في زيارة الإخوان.

۳۶۳۔ فوائد: اس میں بھی عیادت (مزاج پرسی) اور محض رضائے الٰہی کے لئے مسلمان بھائی کی زیارت کی فضیلت کا اثبات ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھے اور نیک لوگوں کی زیارت کے لئے جانا بہت بڑا عمل ہے ' اس سفر کے ایک ایک قدم پر ثواب لکھا جاتا ہے۔

٣٦٤ ـ وعن أَبي موسى الأشعريِّ رضيَ اللهُ عنه أَن النَّبيَّ ﷺ قال: «إِنَّمَا مَثَلُ الجَلِيسِ الصَّالِح وَجَلِيسِ السُّوءِ، كَحَامِلِ المِسْكِ، وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ المِسْكِ، إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ

۴ / ۳۶۴ ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ' بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا ' نیک ساتھی کی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ پس کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے (کستوری) عطیہ دے دے گا یا تو خود اس

تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ، إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً مُنْتِنَةً» متفقٌ عليه. «يُحْذِيكَ»: يُعْطِيكَ.

سے خرید لے گا (یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تب بھی) یا یہ کہ تو اس سے پاکیزہ خوشبو پا لے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا' یا پھر تو اس سے بدبودار بو پائے گا۔ (بخاری و مسلم)

یحذیک کے معنی ہیں' تجھے دے گا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الذبائح، باب المسك - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين.

۳۶۴۔ فوائد: اس میں نیکوں کی صحبت اختیار کرنے اور برے لوگوں کی ہم نشینی سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کیونکہ نیک لوگوں کی صحبت میں عطر فروش کی طرح فائدہ ہی فائدہ ہے۔ کہ ان کے ساتھ رہنے سہنے اور اٹھنے بیٹھنے سے انسان ان کے اثرات قبول کرے گا اور آہستہ آہستہ ان کے سانچے میں ڈھل جائے گا اور بروں کی صحبت بھٹی کی آگ جلانے پر مامور شخص کی طرح ہے کہ اس سے انسان کو نقصان ہی پہنچے گا' فائدہ کوئی نہیں۔

٣٦٥ - وعن أَبي هريرة رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قال: «تُنْكَحُ المَرْأَةُ لأَربعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ» متفقٌ عليه.

۵/ ۳۶۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' عورت سے چار وجوہ کی بناہ پر نکاح کیا جاتا ہے' اس کے مال کی بنا پر' اس کے خاندانی حسب و نسب کی بنا پر' اس کے حسن و جمال کی بنا پر اور اس کے دین کی بنا پر۔ پس تو دین دار عورت (سے نکاح کرنے میں کامیابی) حاصل کر' تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (بخاری و مسلم)

ومعناه: أَنَّ النَّاسَ يَقْصِدُونَ فِي العَادَةِ مِنَ المَرْأَةِ هٰذِهِ الخِصَالَ الأَرْبَعَ، فَاحْرِصْ أَنْتَ عَلَى ذَاتِ الدِّينِ، وَاظْفَرْ بِهَا، وَاحْرِصْ عَلَى صُحْبَتِهَا.

اس کے معنی ہیں کہ لوگ عام طور پر نکاح کرتے وقت ان چار چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ تیری خواہش یہ ہونی چاہئے کہ دین دار عورت سے نکاح ہو اور اسی کی کوشش بھی ہو اور اسی کی رفاقت اختیار کرنے کی خواہش ہو۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب الأكفاء في الدين - وصحيح مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب نكاح ذات الدين.

۳۶۵۔ فوائد: ایک دین دار عورت ہی صحیح معنوں میں نیک چلن' شوہر کی اطاعت گزار اور وفادار ہوتی ہے جس سے انسان کی زندگی بھی خوش گوار گزرتی ہے اور آئندہ نسل کی اصلاح و تربیت کے لئے بھی وہ مفید اور مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ جب کہ اس خوبی سے محروم دوسری تین قسم کی عورتیں انسان کے لئے بالعموم زحمت کا

اور اولاد کے لئے بھی بگاڑ ہی کا باعث ہوتی ہیں۔ اس لئے عورت کے انتخاب میں دین کو مقدم رکھا جائے۔

٣٦٦ ـ وعنِ ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما قال: قال النبيُّ ﷺ لِجبْريلَ: «مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا؟» فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ﴾ رواه البخاري.

٦ / ٣٦٦ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل سے کہا' جتنا تم ہم سے اب ملتے ہو' اس سے زیادہ ملنے میں تمہارے لئے کیا رکاوٹ ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "ہم تمہارے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں (جتنا وہ چاہتا اور جب چاہتا ہے) اسی کے لیے ہے جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے۔ (سورۂ مریم' ٦٤) (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، تفسير سورة مريم، آية ﴿وما نتنزل إلا بأمر ربك. . .﴾ وكتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة.

٣٦٦۔ فوائد: اس میں نبی ﷺ کے جبریل سے ملاقات اور اس علم کے حصول کے شوق کا بیان ہے جو وحی کے ذریعے سے آپؐ پر نازل ہوتا تھا۔ دوسرے' فرشتوں کا مامور من اللہ ہونا' یعنی ان کا زمین پر اترنا چڑھنا یا کوئی اور کام انجام دینا' یہ سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ فرشتوں کے اپنے اختیار سے نہیں۔

٣٦٧ ـ وعنْ أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لا تُصَاحِبْ إلَّا مُؤْمِناً، وَلا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إلَّا تَقِيٌّ». رواه أبو داود، والترمذي بإسْنَادٍ لا بأس به.

٧ / ٣٦٧ ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' کسی مومن ہی کو ساتھی بناؤ اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔

(ابو داؤد اور ترمذی۔ ایسی سند کے ساتھ جس میں حرج نہیں۔)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس؟ ـ وسنن ترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء في صحبة المؤمن.

٣٦٧۔ فوائد: اس حدیث میں کفار سے دوستی اور ہم نشینی کی ممانعت اور صرف اہل تقویٰ کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلق قائم کرنے کی تاکید ہے۔

اور اس کے ساتھ یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ دعوت میں نیک اور متقی لوگوں کو بلایا جائے اور فی سبیل اللہ خرچ کرتے وقت بھی نیک نمازیوں کو منتخب کرنا چاہیے۔

٣٦٨ ـ وعن أَبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ النبيَّ ﷺ قال: «الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ». رواه أبو داود، والترمذي بإسناد صحيح، وقال الترمذي: حديثٌ حسنٌ.

٨ / ٣٦٨ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے' پس تمہارا ہر آدمی یہ ضرور دیکھے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے؟

(ابو داؤد' ترمذی۔ بسند صحیح اور امام ترمذی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔)

تخریج: سنن أبی داود، حوالہ مذکور - ترمذی کتاب الزھد، باب ٤٥، حدیث ٢٣٧٨.

٣٦٨- فوائد: اس میں بھی دین دار لوگوں کے ساتھ ہی دوستی کرنے کی ترغیب اور غیردین داروں سے بچنے کی تاکید ہے۔ کئی اچھے بھلے لوگ بھی نیک اور دیندار لوگوں کی بجائے بے دین دنیا پرست لوگوں سے دوستی لگاتے ہیں۔ جو کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں۔

٣٦٩ - وعن أبي موسى الأشعريِّ رضي الله عنه أنَّ النَّبيَّ ﷺ قال: «المَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ» متفقٌ عليه. وفي رواية قال: قِيلَ لِلنبيِّ ﷺ: الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ؟ قال: «الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ».

٩/ ٣٦٩ - حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ اس کی محبت ہو گی۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے ملا نہیں (یعنی ان کے ہم رتبہ نہیں) آپؐ نے فرمایا' آدمی ان کے ساتھ ہو گا جن سے وہ محبت کرتا ہو گا۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب علامة الحب في الله - وصحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحبّ.

٣٦٩- فوائد: اس میں اہل خیر و صلاح کے ساتھ محبت رکھنے کی فضیلت کے علاوہ اللہ کے فضل و کرم کا بھی بیان ہے کہ وہ ان سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے کم مرتبہ لوگوں کو بھی بلند تر درجوں پر فائز کر کے محبوبین کے ساتھ ملا دے گا۔ اسی طرح اس میں یہ ترہیب ہے کہ برے اور بدکردار لوگوں کے ساتھ خصوصی تعلق اور محبت نہایت خطرناک ہے کہ کہیں انسان کا حشر انہی کے ساتھ نہ ہو۔ اعاذنا اللہ منہ

٣٧٠ - وعن أنس رضي الله عنه أنَّ أعرابياً قال لِرسولِ اللهِ ﷺ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟» قال: حُبُّ اللهِ ورسولِهِ، قال: «أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ». متفقٌ عليه، وهذا لفظ مسلمٍ.

١٠/ ٣٧٠ - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' قیامت کب ہو گی؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا' اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت (یعنی ان کی اطاعت اور حکموں کی فرماں برداری) آپؐ نے فرمایا' تو ان ہی کے ساتھ ہو گا جن سے تو نے محبت رکھی۔

(بخاری و مسلم' یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

وفي روايةٍ لهما: مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَوْمٍ، وَلَا صَلَاةٍ، وَلَا صَدَقَةٍ، وَلَكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ.

اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے' (دیہاتی نے جواب میں کہا) میں نے اس (قیامت) کے لئے نہ تو زیادہ (نفلی) روزے تیار کئے ہیں' نہ زیادہ

(نفلی) نمازیں اور نہ زیادہ صدقہ۔ لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب المناقب، باب مناقب عمر رضي الله عنه، وکتاب الأدب - وصحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحبّ.

۳۷۰- فوائد: صحابہ کرامؓ کی اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت، محض زبان کی حد تک نہیں تھی، جیسے آج کل ہم مسلمانوں کی ہے، بلکہ ان کے ہاں محبت کا مطلب اطاعت اور فرماں برداری تھی اور یہی مطلب اس قول کا ہے کہ میں نے زیادہ روزوں اور نمازوں وغیرہ کا تو زیادہ اہتمام نہیں کیا ہے، یعنی نفلی روزوں اور نمازوں کا۔ ورنہ فرض نمازیں اور فرض روزے اور اسی طرح فرض صدقہ (زکوٰۃ) یہ تو نہایت ضروری ہیں۔ ان کی ادائیگی کے بغیر تو مسلمانی کا یا اللہ اور رسولؐ سے محبت کرنے کے دعویٰ کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے۔ البتہ اگر انسان کو اللہ اور رسول سے سچی محبت ہو گی جس کا عملی مظاہرہ اس کی زندگی میں فرائض و واجبات اور سنن و احکام کی پابندی سے ہو گا تو پھر اس نے اگر نوافل کا زیادہ اہتمام نہ بھی کیا ہو گا تو اللہ کے ہاں وہ سرخرو قرار پائے گا۔ یہی مطلب اس حدیث کا ہے۔ ورنہ فرائض و سنن کی ادائیگی کے بغیر، اللہ و رسول سے محبت کا دعویٰ فریب نفس کے سوا کچھ نہیں، جس کی کوئی قدر و قیمت اللہ کے ہاں نہیں ہو گی۔ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی (آل عمران، ۳۱) کا مفاد اور تقاضا بھی یہی ہے۔

۳۷۱ - وعن ابنِ مسعودٍ رضي الله عنه قال: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رسولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسولَ اللهِ! كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْماً وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ؟ فَقَالَ رسولُ الله ﷺ: «الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ» متفقٌ عليه.

۳۷۱/۱۱ - حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ! اس شخص کے بارے میں آپؐ کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت رکھتا ہے جب کہ وہ (عمل و تقویٰ میں) ان کے ساتھ نہیں ملا (یعنی ان کے سے اعمال صالحہ اس نے نہ کئے ہیں اور نہ کرنے کی طاقت ہی ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، آدمی ان کے ساتھ ہو گا جن سے اس کو محبت ہو گی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب علامة الحب في الله - وصحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحبّ.

۳۷۱- فوائد: لم یلحق بهم، کا مطلب ہے دنیا میں عمل کے لحاظ سے ان کو نہیں ملا۔ لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اہل خیر و تقویٰ کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے، اسے ان کے ہم رتبہ کر کے ان کے ساتھ ملا دے گا۔ یہ سوال بھی صحابی نے کیا اور جن کی بابت سوال کر رہا ہے وہ بھی صحابہ تھے--- اس کے باوجود یہ حدیث حکم کے اعتبار سے عام ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق ہو اور حتی

المقدور احکام شریعت کی پابندی ہو۔

٣٧٢ ـ وعن أبي هُريرة رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الإِسْلامِ إِذَا فَقُهُوا، وَالأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ» رواه مسلم. وروى البخاري قوله: «الأَرْوَاحُ» إلخ من روايةِ عائشةَ رضي الله عنها.

۱۲/ ۳۷۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح (مختلف) کانیں ہیں۔ ان میں سے زمانہ جاہلیت کے بہتر لوگ' اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ انہیں دین کی سمجھ ہو (اور اس پر وہ عامل ہوں) اور روحیں مختلف قسم کے لشکر ہیں' پس ان روحوں میں سے جن کی (عالم ارواح میں) ایک دوسرے سے جان پہچان ہو گئی' وہ (دنیا میں) آپس میں مانوس ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے انجان رہیں' وہ (دنیا میں) ایک دوسرے سے الگ ہیں۔

(مسلم اور امام بخاری نے نبی ﷺ کا فرمان الارواح الخ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب الأرواح جنود مجنّدة ـ وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب خيار الناس.

۳۷۲۔ فوائد: کانیں' ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں' کسی سے صاف ستھری چیزیں نکلتی ہیں اور کسی سے ردی۔ یہی حال اخلاق و اعمال کے لحاظ سے لوگوں کا ہے' ان میں بھی اچھے اور برے دونوں قسم کے لوگ ہیں۔ علاوہ ازیں زمانہ جاہلیت کے اچھے لوگ (یعنی شرف و فضل اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے) ایمان لانے کے بعد بھی اگر دین کے تقاضوں کو سمجھیں گے اور اس پر عمل کریں گے تو ان کا شرف و فضل اسلامی معاشرے میں بھی زمانہ کفر کی طرح برقرار رہے گا' ایمان و اسلام سے اس میں کمی نہیں آئے گی اور روحیں مختلف انواع کے لشکر ہیں' کا مطلب مزاجوں اور طبیعتوں کا فطری اختلاف ہے' جو مزاج خیر پسند ہیں' وہ نیکوں کے ساتھ اور جو شرپسند ہیں بدوں کے ساتھ متعارف ہوں گے اور دونوں اپنے اپنے اخلاق و کردار کے حامل لوگوں سے ربط و ضبط اور تعلقات رکھیں گے۔ جیسے ایک فارسی شاعر نے کہا ہے۔

کند جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے دل میں اہل خیر و صلاح سے نفرت رکھتا ہے' اسے سوچنا چاہئے کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ تو اس کے انجام بد کی خطرناک علامت ہے اور پھر اپنے اس شرپسند مزاج کو بدلنے کی سعی کرنی چاہئے۔

٣٧٣ ـ وعن أُسَيْرِ بنِ عَمْرٍو

۱۳/ ۳۷۳۔ حضرت اسیر بن عمرو (ہمزہ پر پیش اور

وَيُقَالُ: ابْنُ جابِرٍ - وهو بضم الهمزة، وفتح السين المهملة - قال: كَانَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّاب رضي الله عنه إذا أتى عَلَيْهِ أَمْدَادُ أَهْلِ الْيَمنِ سَأَلَهُمْ: أَفِيكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتَّى أَتى عَلى أُوَيْسٍ رضي الله عنه، فقال له: أَنْتَ أُوَيْسُ بْنُ عامِرٍ؟ قال: نَعَمْ، قال: مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ؟ قال: نَعَمْ، قال: فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ، فَبَرَأْتَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قال: نَعَمْ قال: لَكَ وَالِدَةٌ؟ قال: نَعَمْ، قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنْ، مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهِ بَرَصٌ، فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ» فَاسْتَغْفِرْ لِي، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، فقال له عُمَرُ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قال: الْكُوفَةَ، قال: أَلَا أَكْتُبُ لَكَ إِلَى عَامِلِهَا؟ قال: أَكُونُ فِي غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ، فَوَافَى عُمَرَ، فَسَأَلَهُ عَنْ أُوَيْسٍ، فقال: تَرَكْتُهُ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيلَ المتاعِ، قال: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ، فَافْعَلْ» فَأَتَى أُوَيْساً، فقال: اسْتَغْفِرْ لِي، قال: أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْداً بِسَفَرٍ

سین مہملہ پر زبر) اور بعض کے نزدیک اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس جب بھی اہل ایمان میں سے غازیان اسلام آتے تو ان سے پوچھتے' کیا تمہارے اندر وہ اویس بن عامرؓ ہیں؟ حتیٰ کہ بالآخر (ایک وفد میں) اویسؓ آگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم اویس بن عامرؓ ہو؟ انہوں نے کہا' ہاں۔ آپؓ نے پوچھا' مراد کے (گھرانے) اور قرن (قبیلے) سے تمہارا تعلق ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا' تمہارے جسم پر برص کے داغ تھے' وہ صحیح ہو گئے ہیں سوائے ایک درہم جتنے حصے کے؟ انہوں نے کہا' ہاں۔ آپؓ نے پوچھا' تمہاری والدہ (زندہ) ہیں؟ انہوں نے کہا' ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "تمہارے پاس مراد (گھرانے) اور قرن قبیلے کا اویس بن عامرؓ اہل یمن کے ان غازیوں کے ساتھ آئے گا جو جہاد میں لشکر اسلام کی مدد کرتے ہیں' اس کے جسم پر برص کے داغ ہوں گے جو سوائے درہم جتنی جگہ کے صحیح ہو گئے ہوں گے' وہ اپنی والدہ کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرنے والا ہو گا' اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھا لے تو یقیناً اللہ اس کی قسم کو پورا فرما دے گا' پس اگر تم (اے عمر!) ان سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کروا سکو تو ضرور کروانا۔ اس لئے تم میرے لئے بخشش کی دعا کر دو! چنانچہ انہوں نے عمرؓ کے لئے بخشش کی دعا فرمائی' اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا' اب کدھر جانے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا' کوفہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کیا میں کوفے کے گورنر کو تمہارے لئے لکھ کر نہ دے دوں؟ حضرت اویسؓ نے جواب دیا' میں ان لوگوں میں رہنا (یا شمار کرانا) زیادہ پسند کرتا ہوں جو غریب مسکین قسم کے ہیں' جنہیں کوئی جانتا ہے نہ ان کی کوئی پروا کی جاتی ہے۔

صَالِحٍ، فَاسْتَغْفِرْ لِي. قال: لَقِيتَ عُمَرَ؟ قال: نَعَمْ، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ، فَانْطَلَقَ عَلَى وَجهِهِ. رواه مسلم. وفي روايةٍ لمسلمٍ أيضاً عن أُسَيْرِ بنِ جابرٍ رضيَ الله عنه أنَّ أهلَ الكوفةِ وَفَدُوا عَلَى عُمَرَ رضيَ اللهُ عنهُ، وَفِيهِم رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِأُوَيْسٍ، فقال عُمَرُ: هَلْ هَاهُنَا أَحَدٌ مِنَ القَرَنِيِّينَ؟ فَجَاءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ، فقالَ عُمَرُ: إنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قد قال: «إنَّ رَجُلاً يَأْتِيكُمْ مِنَ اليَمَنِ يُقالُ لَهُ: أُوَيْسٌ، لَا يَدَعُ بِاليَمَنِ غَيْرَ أُمٍّ لَهُ، قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللهَ تعالى، فَأَذْهَبَهُ إلَّا مَوضِعَ الدِّينارِ أَوِ الدِّرْهَمِ، فَمَنْ لَقِيَهُ مِنكُمْ، فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ». وفي روايةٍ له عن عمرَ رضي الله عنه قال: إنِّي سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «إنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ لَه: أُوَيْسٌ، وَلَه وَالِدَةٌ، وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ، فَمُرُوه، فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ». قوله: «غَبْراءِ النَّاسِ» بفتح الغين المعجمة، وإسكان الباءِ وبالمد، وهم فُقَرَاؤُهمْ وَصَعَالِيكُهُمْ وَمَنْ لَا يُعْرَفُ عَيْنُه مِن أخلاطِهِمْ. وَ«الأَمْداد» جَمْعِ مَدَدٍ وَهُم الأَعْوَانُ وَالنَّاصِرُونَ الَّذِينَ كَانُوا يُمِدُّونَ المُسْلِمِينَ في الجِهَاد.

جب آئندہ سال آیا تو یمن کے معزز لوگوں میں سے ایک شخص حج پر آیا اور اس کی ملاقات حضرت عمرؓ سے ہوئی' انہوں نے اس سے حضرت اویسؒ کی بابت پوچھا' تو انہوں نے بتلایا کہ میں انہیں اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کی زندگی نہایت سادہ ہے اور دنیا کا سامان بہت کم رکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے پاس مراد (گھرانے) اور قرن قبیلے کا اویس بن عامرؒ یمن کے رہنے والوں میں سے مجاہدین کے امدادی فوجی گروہ کے ساتھ آئے گا' اس کو برص کی تکلیف ہو گی' جو درست ہو چکی ہو گی سوائے ایک درہم جتنی جگہ کے۔ اس کی والدہ (زندہ) ہو گی جس کے ساتھ وہ بہت اچھا سلوک کرنے والا ہو گا' اگر وہ اللہ پر قسم کھا لے تو اللہ اس کی قسم پوری فرما دے گا' پس اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کروا سکو تو ضرور کروانا۔ پس یہ (یمنی) شخص حج سے فراغت کے بعد حضرت اویسؒ کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی' میرے لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔ اویسؒ نے جواب دیا' ایک نیک سفر سے تو تم نئے نئے آئے ہو' تم میرے لئے بخشش کی دعا کرو۔ نیز انہوں نے کہا' کیا تم عمرؓ کو ملے؟ انہوں نے کہا' ہاں۔ پس اویسؒ نے حضرت عمرؓ کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی' تب لوگوں نے ان کے مقام کو سمجھا اور وہ (اویسؒ) اپنے سامنے (کی طرف) چل پڑے۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت حضرت اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ ہی سے ہے کہ کوفے کے کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو حضرت اویسؒ کا استہزاء کرنے والوں میں سے تھا (کیونکہ وہ ان کی فضیلت سے ناواقف تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا' کیا یہاں قرنیوں میں سے بھی کوئی ہے؟ پس یہ شخص

آیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے' تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا' اسے اویسؓ کہا جاتا ہو گا' وہ یمن میں صرف اپنی والدہ کو چھوڑ کر آئے گا' اس کو برص کی بیماری تھی' پس اس نے اللہ سے دعا کی' جس پر اللہ نے اس سے وہ بیماری دور کر دی اور اب (وہ برص کا داغ) صرف ایک دینار یا درہم جتنا باقی رہ گیا ہے' پس تم میں سے جو بھی اسے ملے' اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کروائے۔

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے' کہ تابعین میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جسے اویسؓ کہا جاتا ہے' اس کی والدہ (زندہ) ہے اور اس کے جسم میں (برص کے) سفید داغ ہیں' تم اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے بخشش کی دعا کرے۔

غبراء الناس غین پر زبر' باء ساکن اور اس کے بعد الف۔ علاقے کے غریب' مفلس اور ان کے درمیان غیر معروف۔ امداد' مدد کی جمع ہے' وہ اعوان و انصار جو جہاد میں مسلمانوں کی مدد کرتے تھے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أويس القرني.

۳۷۳۔ فوائد: (۱) یہ حدیث نبی ﷺ کے واضح معجزات میں سے ہے کہ آپؐ نے حضرت اویسؒ کے نام اور ان کی بعض صفات و خصوصیات بیان فرمائیں جو اسی طرح پائی گئیں جس طرح آپؐ نے فرمایا تھا۔ (۲) سادگی' عزلت اور گم نامی کی فضیلت۔ (۳) والدین کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت۔ (۴) یہ حدیث اس بات پر بھی نص ہے کہ حضرت اویسؒ "خیر التابعین" ہیں۔ بعض حضرات نے حضرت سعید بن مسیبؒ کو جو خیر التابعین قرار دیا ہے تو اس سے مراد ان کی علوم شرعیہ' تفسیر' حدیث اور فقہ وغیرہ میں ان کی تمام تابعین پر افضلیت اور برتری کا اثبات ہے نہ کہ عنداللہ بہتر ہونا۔ کیونکہ حدیث کی رو سے یہ مقام خیریت حضرت اویسؓ کو حاصل ہے۔ (نووی)

٣٧٤ ـ وعن عمرَ بن الخطاب رضي الله عنه قال: اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ في العُمْرَةِ، فَأَذِنَ لي، وقال: «لا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ» فقال كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي

۱۴/ ۳۷۴۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے عمرے پر جانے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے مجھے اجازت عنایت فرما دی اور فرمایا' اے میرے پیارے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعا میں

أَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا. وفي روايةٍ قال: «أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ فِي دُعَائِكَ». حديثٌ صحيحٌ رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

فراموش نہ کرنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں' آپؐ کا یہ ارشاد (میرے لئے اتنا بڑا اعزاز ہے کہ) مجھے اس کے مقابلے میں ساری دنیا بھی اچھی نہیں لگتی۔
اور ایک روایت میں ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' اے میرے پیارے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا۔ (یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داوَد' ترمذی' امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الدعاء ـ وسنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب أحاديث شتّى من أبواب الدعوات. امام ترمذی اور مصنف کے برعکس شیخ البانی نے دونوں حدیثوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مشکوٰۃ بہ تحقیق الالبانی' رقم ۲۲۴۸ و ضعیف ابی داوَد' رقم ۲۶۴

۳۷۴۔ فوائد: سفر پر جانے والے سے دعا کی درخواست کرنا مستحب ہے' بالخصوص حج کی نیت سے سفر پر جانے والے سے۔ کیونکہ ایک تو کسی کے لئے غائبانہ دعا میں اخلاص ہوتا ہے۔ دوسرے مقامات حج و عمرہ مقامات اجابت بھی ہیں۔ علاوہ ازیں خود دعاء کرنے والے کے لئے بھی مستحب ہے کہ خصوصی مقامات اور اوقات میں صرف اپنے لئے ہی دعا نہ کرے' بلکہ اپنے احباب اور اقرباء کے لئے بھی دعا کرے۔ اس سے ایک مسئلہ' اخوت کا بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ویسے تو اپنی امت کے افراد کے لئے روحانی باپ اور شرف و فضل میں تمام کائنات میں افضل ہیں لیکن دینی اعتبار سے آپؐ ہر مسلمان کے بھائی ہیں اور ہر مسلمان آپؐ کا بھائی ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ کو خود آپؐ نے اپنا بھائی کہا' پھر آپؐ خود بھی ان کے بھائی ہی ہوئے۔ ان حقیقتوں کو غلط رنگ دے کر کسی کو بدنام کرنا علمی خیانت اور بددیانتی ہے۔ اس مسئلہ اخوت سے ایک حقیقت کا اثبات ہے جو نص شرعی پر مبنی ہے' اس سے مقصد آپؐ کے مرتبہ و مقام کا تعین نہیں ہے۔ آپؐ کا مقام تو مقام نبوت و رسالت بلکہ مقام سیادت ہے اور ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کا مصداق۔ مقام و منزلت کے اعتبار سے کوئی بھی آپ کو بھائی نہیں سمجھتا اور نہ سمجھنا ہی چاہئے' تاہم آپ کو اخوت دینی سے خارج کر دینا بھی ایک حقیقت شرعیہ کا انکار ہے۔

٣٧٥ ـ وعن ابن عُمَرَ رضي الله عنهما قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَزُورُ قُبَاءَ رَاكِباً وَمَاشِياً، فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ. متفقٌ عليه.
وفي روايةٍ: كان النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِباً وَمَاشِياً، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

۱۵ / ۳۷۵۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ قباء تشریف لے جایا کرتے تھے (کبھی) سوار ہو کر اور (کبھی) پیدل۔ وہاں پہنچ کر آپ دو رکعت (نفل) ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے: نبی ﷺ ہر ہفتے قباء تشریف لے جایا کرتے (کبھی) سواری پر اور (کبھی) پیدل۔ اور حضرت ابن عمرؓ (بھی' آپؐ کی اقتداء میں) ایسا کرتے تھے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، حديث رقم ٤٩٤٢، وباب فضل الصلاة في

مسجد مكة، وكتاب الاعتصام ـ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل مسجد قباء.

۳۷۵۔ فوائد: (۱) قباء مدینے سے دو میل کے فاصلے پر ایک بستی تھی' آج کل یہ مدینے کا ایک محلہ ہے۔ اس میں نماز پڑھنے کو ایک حدیث میں نبی ﷺ نے عمرے کے برابر قرار دیا ہے۔ (ترمذی صحیح الجامع الصغیر' ۲/ ۷۱۹ رقم الحدیث' ۳۸۷۲) یہ حدیث' لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد کے منافی نہیں ہے' جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے' اس لئے کہ قباء مدینے کے اتنے قریب ہے کہ اس کے لئے شد رحال کی ضرورت ہی نہیں پڑتی (علامہ مناوی)۔ علاوہ ازیں اس کی فضیلت بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اس لئے ان میں تضاد نہیں۔ (۲) حضرت ابن عمرؓ کا جذبہ اتباع سنت اس حدیث سے بھی ثابت ہے' جیسا کہ ان کی یہ صفت بطور خاص مشہور ہے۔

٤٦ ـ بَابُ فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللهِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ وَإِعْلامِ الرَّجُلِ مَنْ يُحِبُّهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ، وَمَاذَا يَقُولُ لَهُ إِذَا أَعْلَمَهُ

۴۶۔ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی فضیلت اور اس کی ترغیب دینے کا بیان۔ نیز یہ کہ آدمی جس سے محبت رکھے' اسے بتلانے کا کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے اور آگاہ ہونے والے کے جوابی کلمات کا بیان

قال الله تعالى: ﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفتح: ٢٩] إلى آخر السورة. وقال تعالى: ﴿وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلْإِيمَـٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ﴾ [الحشر: ٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں' وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں۔ آخر سورت تک۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (مدینے) میں جگہ پکڑی (مقیم رہے) اور ایمان میں (مستقل) رہے' وہ ان سے محبت کرتے ہیں' جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ہیں۔

فوائد آیات: ان دونوں آیتوں میں اس بات کا اظہار ہے کہ مومنوں کا تعلق آپس میں محبت اور دوستی کا ہونا چاہئے' جیسے صحابہ کرامؓ کے مابین آپس میں دوستی اور محبت تھی اور یہ دینی محبت صرف اللہ کے لئے تھی' اس سے کوئی دنیوی مفاد اور غرض وابستہ نہیں تھی۔ اہل ایمان کی محبت اسی طرح دنیوی اغراض و مفادات سے بالا ہونی چاہئے۔

٣٧٦ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «ثلاثٌ مَنْ كُنَّ فيهِ وَجَدَ بهنَّ حَلاوَةَ الإِيمانِ: أَنْ يكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِواهُما، وَأَنْ يُحِبَّ المَرْءَ لا يُحِبُّهُ

۱/۳۷۶۔ حضرت انس بٹھٹہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تین خصلتیں ایسی ہیں' جن میں وہ ہوں گی' وہ ان کی بدولت ایمان کی لذت اور مٹھاس محسوس کرے گا۔ (۱) یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اسے ان کے

إلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ الله مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ». متفقٌ عليه.

ماسوا ہر چیز (پوری کائنات) سے زیادہ محبوب ہو۔ (۲) اور یہ کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے لئے محبت رکھے۔ (۳) اور یہ کہ وہ دوبارہ کفر میں لوٹنے کو' جب کہ اس سے اللہ نے اس کو بچالیا' اس طرح برا سمجھے' جیسے آگ میں ڈالے جانے کو وہ برا سمجھتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان، وكتاب الأدب - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإيمان.

۳۷۶۔ فوائد: (۱) اس میں محض اللہ کے لئے محبت رکھنے کو ان خصائل حمیدہ میں شمار کیا گیا ہے' جن کی بدولت انسان کو ایمان کی لذت محسوس ہوتی ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس محبت میں دنیوی مفادات کے نشیب و فراز کے ساتھ اتار چڑھاؤ نہیں آتا' بلکہ یہ محبت ہر صورت میں قائم اور محبوب کا اکرام و احترام لازماً برقرار رہتا ہے' چاہے فریق ثانی (محبوب) کا رویہ پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ۔ (۲) اللہ و رسول کی محبت تو ایمان کی بنیاد ہے اور کائنات کی ہر چیز سے اس محبت کے زیادہ ہونے کا مطلب ہے کہ ان کے احکام و فرامین کی اطاعت اور ان کی رضا مندی' بیوی بچوں' ماں باپ وغیرہ کی خواہشات اور دنیا کے ہر مفاد اور غرض پر بالا ہو اور جب ان دونوں کا ٹکراؤ ہو تو اللہ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو اولیت و اہمیت دی جائے۔ (۳) کفر سے کراہت کا مطلب' اللہ کی نافرمانیوں سے اجتناب ہے کہ کہیں ارتکاب معصیت اللہ کی ناراضی کا سبب نہ بن جائے۔

۳۷۷ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ الله فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لا ظِلَّ إلَّا ظِلُّهُ: إمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ الله عَزَّ وَجَلَّ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالمَسَاجِدِ، وَرَجُلانِ تَحَابَّا فِي الله اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حُسْنٍ وَجَمَالٍ، فقال: إنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِياً فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ» متفقٌ عليه.

۲/۳۷۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' سات آدمی ہیں' اللہ تعالیٰ ان کو قیامت والے دن اپنے (عرش یا حفاظت) کے سائے تلے جگہ دے گا' اس دن اس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا۔ (۱) انصاف کرنے والا حکمران۔ (۲) وہ نوجوان جس کی نشوونما اللہ عز و جل کی عبادت میں ہوئی ہو۔ (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہو (مسجد کی خاص محبت اس کے دل میں ہو۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مسجد کے لئے بے قرار ہو)۔ (۴) وہ دو آدمی جو ایک دوسرے سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں۔ اسی پر وہ باہم جمع ہوتے اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ (۵) وہ آدمی جسے کوئی حسین و جمیل عورت دعوت گناہ دے' لیکن وہ اس کے

جواب میں کہے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (٦) وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ کیا اور اسے چھپایا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہیں کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (٧) وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (اس کے خوف سے) اس کی آنکھیں بہ پڑیں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة، وكتاب الزكاة، وكتاب الرقاق، وكتاب الحدود ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة برقم١٠٣١ .

٣٧٧- فوائد: اس روایت میں سات افراد بیان کئے گئے ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اپنی خاص حفاظت یا عرش الٰہی کا سایہ عطا فرمائے گا۔ بعض اور روایات میں ان مذکورہ اعمال کے علاوہ بھی کچھ اور عملوں پر اسی مقام خاص کی نوید بیان کی گئی ہے۔ بعض علماء نے ان اعمال کی تعداد ستر تک بیان کی ہے۔ نبی ﷺ نے یہ اعمال مختلف احوال اور اوقات میں بیان فرمائے ہیں اس لئے ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

٣٧٨ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إن الله تعالى يقول يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحابُّونَ بِجَلالي؟ اليَوْمَ أُظِلُّهُمْ في ظِلِّي يَوْمَ لا ظِلَّ إلَّا ظِلِّي» رواه مسلم.

٣/ ٣٧٨ ـ سابق راوی ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ قیامت والے دن فرمائے گا' میری عظمت و جلالت کے لئے باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا' جس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الحب في الله .

٣٧٩ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «وَالَّذي نَفْسي بيَدِهِ! لَا تَدْخُلُوا الجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحابُّوا، أَوَ لا أَدُلُّكُمْ عَلى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بينكم» رواه مسلم.

٤/ ٣٧٩ ـ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤ گے' جب تک ایمان نہیں لاؤ گے' اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے (صرف اللہ کے لئے) محبت نہیں کرو گے۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو باہم محبت کرنے لگ جاؤ گے' (وہ یہ کہ) تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون.

۳۷۹- فوائد: اس میں سلام کو باہمی محبت کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔ اسی لئے تاکید کی گئی ہے کہ تم ہر مسلمان کو سلام کرو' چاہے تم اس سے شناسائی رکھتے ہو یا نہیں رکھتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سلام کرنے سے ہی تم مومن اور جنت کے مستحق قرار پا جاؤ گے' بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایمان اسی وقت مفید ہو گا جب اس کے ساتھ عمل بھی ہو گا۔ سلام' اسلام کا ایک شعار اور ایمان کا ایک عملی مظاہرہ ہے۔ ایمان اور عمل کا اجتماع ایک مومن کو جنت میں لے جائے گا۔

٣٨٠ ـ وعنه عن النَّبِيِّ ﷺ: «أَنَّ رَجُلاً زَارَ أَخاً لَهُ في قَرْيَةٍ أُخْرَى، فَأَرْصَدَ الله لَهُ عَلى مَدْرَجَتِهِ مَلَكاً» وذكر الحديث إلى قوله: «إنَّ الله قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ» رواه مسلم. وقد سبق بالباب قبله.

۵/۳۸۰۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کسی دوسری بستی کی طرف اپنے کسی بھائی کی زیارت کے لئے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں اس کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ بٹھا دیا اور باقی حدیث بیان کی' جس میں فرشتے کا یہ قول بھی ہے کہ وہ جانے والے سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ (بھی) تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو اس کی وجہ سے اس سے محبت رکھتا ہے۔

یہ حدیث باب سابق میں گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ رقم الحدیث ۲/۳۶۱

تخريج: تقدم تخريجه في الباب السابق برقم٣٦١.

٣٨١ ـ وعن البَرَاءِ بن عَازِبٍ رضي الله عنهما عن النَّبِيِّ ﷺ أنه قال في الأَنْصَارِ: «لَا يُحِبُّهُمْ إلَّا مُؤمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إلَّا مُنَافِقٌ، مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ» متفقٌ عليه.

۶/۳۸۱۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے محبت مومن ہی کرے گا اور ان سے بغض منافق ہی رکھے گا۔ جو ان (انصار) سے محبت کرے گا' اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھے گا (یعنی ناپسند کرے گا) (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب الأنصار ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن حبّ الأنصار وعلي رضي الله عنهم من الإيمان.

۳۸۱- فوائد: انصار نے اسلام' مسلمانوں اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جس طرح وفاداری کا حق ادا کیا' وہ اسلامی تاریخ کا روشن ترین باب اور ان کے اخلاص و کردار کا ایک بہترین نمونہ ہے' اللہ نے ان کے اس عمل و کردار کا یہ صلہ دیا کہ ان کی محبت کو ایمان کی علامت اور اللہ کی محبت کا ذریعہ اور ان سے بغض و نفرت کو نفاق کی

علامت اور عنداللہ بھی ناپسندیدہ ہونے کا ذریعہ بتلایا۔ مدینے میں اوس اور خزرج دو مشہور قبیلے تھے' اسلام سے قبل یہ دونوں قبیلے باہم برسرپیکار رہتے تھے۔ اسلام نے ان کو نہ صرف باہم شیر و شکر کر دیا' بلکہ ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کے لئے بھی انہوں نے اپنے دیدہ و دل فرش راہ کر دیئے اور ان کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کیا۔ اسی لئے ان کا نام ہی انصار پڑ گیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

٣٨٢ - وعن مُعاذٍ رضي الله عنه قال: سمِعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي، لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ». رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

٧/ ٣٨٢ - حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' (قیامت والے دن) اللہ تعالیٰ فرمائے گا' میری جلالت و عظمت کی خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ ان کے لئے نور کے منبر ہیں (جس پر وہ بیٹھیں گے) ان پر انبیاءؑ اور شہداءؒ بھی رشک کریں گے (اس مقام کی آرزو کریں گے)
(ترمذی اور امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في الحب في الله.

٣٨٢- فوائد: اس میں صرف اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کا وہ مقام عظیم بیان فرمایا گیا ہے' جو انہیں عنداللہ حاصل ہو گا۔ انبیاء کے رشک کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں انبیاء سے بھی زیادہ اونچا مقام ملے گا' بلکہ سب سے اونچے مقام پر تو انبیاء ہی فائز ہوں گے تاہم باہم محبت کرنے والوں کو بھی بہت اونچا مقام حاصل ہو گا جسے انبیاء بھی دیکھ کر خوش ہوں گے اور اس پر رشک کریں گے۔

٣٨٣ - وعن أبي إدريسَ الخَوْلانيِّ رَحِمهُ الله قال: دَخلْتُ مَسْجدَ دِمَشْقَ، فَإِذَا فَتًى بَرَّاقُ الثَّنَايَا وَإِذَا النَّاسُ مَعَهُ، فَإِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ، أَسْنَدُوهُ إِلَيْهِ، وَصَدَرُوا عَنْ رَأْيِهِ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَقِيلَ: هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضي الله عنه، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ هَجَّرْتُ، فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي بِالتَّهْجِيرِ، وَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي، فَانْتَظَرْتُهُ حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ، ثُمَّ جِئْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ: وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ لِلهِ، فَقَالَ: آللهِ؟ فَقُلْتُ: أَللهِ، فَقَالَ: آللهِ؟ فَقُلْتُ: أَللهِ، فَأَخَذَنِي بِحَبْوَةِ رِدَائِي، فَجَبَذَنِي إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَبْشِرْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ

٨/ ٣٨٣ - حضرت ابو ادریس خولانیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں گیا (تو دیکھا) کہ ایک جوان آدمی جس کے اگلے دانت خوب چمکیلے ہیں اور اس کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب وہ آپس میں کسی چیز کی بابت اختلاف کرتے ہیں تو اس کے (حل کے) لئے اس سے سوال کرتے ہیں اور اپنی رائے سے رجوع کر کے اس کی رائے کو قبول کرتے ہیں' چنانچہ میں نے اس نوجوان کی بابت پوچھا (کہ یہ کون ہے؟) تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ (صحابی رسول) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب اگلا دن ہوا تو میں صبح سویرے ہی مسجد میں آگیا' لیکن میں نے دیکھا کہ جلدی آنے میں بھی وہ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں اور میں نے انہیں (وہاں) نماز پڑھتے ہوئے پایا' پس میں ان کا انتظار کرتا رہا' یہاں تک کہ وہ

رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «قال الله تعالى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ» حديث صحيح رواه مالك في المُوطَّأ بإسنادِهِ الصَّحيح. قَوْلُهُ: «هَجَّرْتُ» أَيْ: بَكَّرْتُ، وَهُوَ بتشديد الجيم. قوله: «آللهِ، فَقُلْتُ: أَللهِ» الأَوَّلُ بهمزةٍ ممدودةٍ لِلاِسْتفهام، والثاني بِلا مدٍّ.

اپنی نماز سے فارغ ہو گئے' میں ان کے سامنے کی طرف سے ان کے پاس آیا' انہیں سلام عرض کیا اور پھر کہا' اللہ کی قسم' میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں' انہوں نے کہا' کیا واقعی؟ میں نے کہا' ہاں اللہ کی قسم۔ انہوں نے کہا' کیا واقعی؟ میں نے کہا' واقعی' اللہ کی قسم۔ پس انہوں نے مجھے میری چادر کی گوٹ (کنارے) سے پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا' خوش ہو جا' کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میری محبت واجب ہو گئی ہے ان کے لئے جو میرے لئے آپس میں محبت کرتے' میرے لئے ایک دوسرے کی ہم نشینی کرتے اور میرے لئے ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے اور میرے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

(امام مالک نے اسے موطا میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

ہجرت' جیم پر شد' صبح سویرے جلدی آیا۔ آللهِ فَقُلْتُ اَللهِ ۔ 'پہلا استفہام کے لئے ہے ہمزۂ ممدودہ یعنی مد کے ساتھ اور دوسرا بغیر مد کے ہے۔

تخريج: مؤطأ الإمام مالك، كتاب الشعر، باب ماجاء في المتحابّين في الله.

۳۸۳۔ فوائد: اس میں اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت' ایک دوسرے سے میل ملاقات اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی فضیلت کے علاوہ یہ مسئلہ بھی بیان ہوا ہے کہ انسان جس شخص سے اللہ کے لئے محبت رکھے' اس کو بتلا دے۔ علاوہ ازیں اس میں ایک ادب یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جب انسان عبادت یا ورد (وظیفے) میں مشغول ہو تو ملاقاتی اس کے سامنے جا کر نہ بیٹھے تاکہ اس کا انہماک اور خشوع نہ ٹوٹے' بلکہ اس کے پیچھے بیٹھ کر اس کا انتظار کرے اور فراغت کے بعد اس کے سامنے آئے۔

٣٨٤ ـ عن أَبي كَرِيمَةَ المِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «إِذا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ، فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۹ / ۳۸۴ ۔ حضرت ابو کریمہ مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ اسے بتلا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ (ابو داؤد' ترمذی' امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث صحیح ہے۔)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في إعلام الحب - وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب إخبار الرجل الرجل بمحبته إياه ـــ عون المعبود کے نسخے میں یہ باب بہ ایں عنوان ہے باب الرجل يحب الرجل على خير يراه

۳۸۴۔ فوائد: اطلاع دینے میں حکمت یہ ہے کہ دوسرا شخص بھی آگاہ ہو جائے تاکہ یہ محبت دو طرفہ ہو جائے اور دونوں ایک دوسرے سے محبت اور تعاون کریں۔

٣٨٥ ـ وعن مُعَاذٍ رضي الله عنه، أَنَّ رسولَ الله ﷺ أَخَذَ بِيَدِهِ وقال: «يَا مُعَاذُ! واللهِ! إِنِّي لَأُحِبُّكَ، ثُمَّ أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صلاةٍ تَقُولُ: اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ». حديث صحيحٌ، رواه أبو داود والنسائي بإسناد صحيح.

۱۰ / ۳۸۵۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا' اے معاذ! اللہ کی قسم' میں تم سے محبت کرتا ہوں' پھر میں اے معاذ! تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہنا ہرگز نہ چھوڑنا اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک ' اللہ' میری مدد فرما اس بات پر کہ میں تیرا ذکر' شکر اور تیری اچھی عبادت کروں۔ (حدیث صحیح ہے' ابو داؤد' نسائی)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الوتر، باب في الاستغفار - وسنن نسائی، كتاب الصلاة، باب الذكر بعد الدعاء.

۳۸۵۔ فوائد: اس حدیث میں اس امر کی ترغیب ہے کہ جس سے محبت ہو' اس کی دینی رہنمائی کا اہتمام کیا جائے۔ اور اس کی ہر ممکن اصلاح اور خیر خواہی کی جائے

٣٨٦ ـ وعن أَنسٍ رضي الله عنه، أَنَّ رَجُلاً كَانَ عِنْدَ النَّبيِّ ﷺ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهِ، فَقَالَ: يَا رَسولَ اللهِ! إِنِّي لَأُحِبُّ هٰذا، فقال له النَّبيُّ ﷺ: «أَأَعْلَمْتَهُ؟» قَالَ: لا، قَالَ: «أَعْلِمْهُ»، فَلَحِقَهُ، فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّكَ في الله، فَقَالَ: أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ. رواه أبو داود بإسنادٍ صحيح.

۱۱ / ۳۸۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' کہ ایک اور آدمی وہاں سے گزرا' آپ کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا' اے اللہ کے رسول! میں یقیناً اس گزرنے والے شخص سے محبت کرتا ہوں۔ نبی ﷺ نے اس سے پوچھا' کیا تونے اس کو بتلایا ہے؟ اس نے کہا' نہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' اس کو بتلا' چنانچہ وہ شخص (تیزی سے) اس کے پاس گیا اور اس سے کہا' میں تجھ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں' اس نے جواب میں کہا' وہ اللہ تجھ سے محبت کرے جس کے لئے تونے مجھ سے محبت کی ہے۔ (ابو داؤد بسند صحیح)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب إخبار الرجل الرجل بمحبته إياه.

٤٧ ـ بَابُ عَلَامَاتِ حُبِّ اللهِ تَعَالَى ۴۷۔ بندے سے اللہ کے محبت کرنے کی

الْعَبْدَ وَالْحَثُّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهَا وَالسَّعْيِ فِي تَحْصِيلِهَا

علامات‘ ان علامات سے متصف ہونے کی ترغیب اور ان کے حصول کے لئے سعی و کاوش کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [آل عمران: ٣١]، وقال تعالى: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴾ [المائدة: ٥٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا‘ اے پیغمبر! کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو‘ تو میری پیروی کرو‘ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے‘ اے ایمان والو‘ تم میں سے جو اپنے دین (اسلام) سے پھر جائے (مرتد ہو جائے) تو (اس کی جگہ) اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جن سے وہ محبت کرتا ہو گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے‘ وہ مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے‘ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور (دین کے معاملے میں) کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے‘ یہ اللہ کا فضل ہے‘ جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کشائش والا جاننے والا ہے۔

فوائد آیات: پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ سے محبت کرنے والے‘ نبی کریم ﷺ کا اتباع کرتے ہیں۔ اتباع رسول ؐ کے بغیر‘ اللہ کی محبت کا دعویٰ بے حقیقت اور کھوکھلا ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول ؐ سے محبت کا مطلب بھی اتباع رسول ہی ہے نہ کہ اتباع کے بغیر محض محبت کے کھوکھلے دعوے۔ دوسری آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے یا جو لوگ اللہ سے محبت کرتے ہیں‘ ان کی وہ صفات ہوتی ہیں جو آیت میں مذکور ہیں۔ اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جو اللہ کے محبوب اور اس کے مقرب بننا چاہتے ہیں وہ اپنے کو ان صفات حسنہ سے آراستہ اور ان کو حاصل کرنے کی مخلصانہ کوشش کریں۔ ان صفات کو اختیار کئے بغیر وہ اللہ کے محبوب و مقرب نہیں بن سکتے۔

٣٨٧ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ اللهَ تعالى قال: مَنْ عَادَى لِي وَلِيّاً فَقَدْ آذَنْتُهُ بالحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إليَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ

۱ / ۳۸۷ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے‘ جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے‘ یقیناً میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور میرے بندے کا میرے عائد کردہ فرائض کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنا‘

عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِها، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِها، وإِنْ سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ، وَلَئِن اسْتَعَاذَنِي لأُعِيذَنَّهُ» رواه البخاري. معنى «آذَنْتُهُ»: أَعْلَمْتُهُ بِأَنِّي مُحَارِبٌ له. وقوله: «اسْتَعَاذَني» روي بالباءِ وروي بالنون.

مجھے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (علاوہ ازیں) میرا بندہ (مزید) نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے وہ دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے (کسی چیز سے) پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

آذنتہ ' کے معنی ہیں' میں اسے بتلا دیتا ہوں کہ میری اس سے جنگ ہے۔ اور استعاذ نی' (نون کے ساتھ) استعاذ بی (باء کے ساتھ) بھی مروی ہے۔ (مفہوم دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع.

۳۸۷۔ فوائد: اس میں اولیاء اللہ کا مقام اور ان کی پہچان بیان کی گئی ہے۔ کمال ایمان و تقویٰ کا نام ولایت ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اولیاء اللہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے الذین آمنوا وکانوا یتقون (یونس' ۶۳) اللہ کے ولی وہ ہیں جو ایمان دار اور متقی ہیں۔ اس لحاظ سے ہر مومن و متقی ولی اللہ ہے۔ گویا اولیاء اللہ کوئی مخصوص قسم کے افراد' یا ایمان و تقویٰ کے علاوہ کوئی خاص علامات کے حامل نہیں ہوتے' جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں' حتیٰ کہ وہ فرائض و سنن کے تارک بلکہ طہارت تک سے غافل پاگل یا نیم پاگل لوگوں کو ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ ولی اللہ فرائض و سنن کا پابند اور ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کا پیکر ہوتا ہے۔

چنانچہ اس حدیث میں ایک چیز تو یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے ولی سے دشمنی' اللہ سے دشمنی ہے۔ کیونکہ مسلمہ بات ہے دوست کا دوست بھی دوست اور دوست کا دشمن' دشمن ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ کے ولیوں سے دوستی اور محبت' اللہ سے دوستی ہے اور اللہ کے ولیوں سے دشمنی' اللہ سے دشمنی ہے۔ یہ ایک مومن کامل (ولی اللہ) کا وہ مقام ہے جو عنداللہ اسے حاصل ہوتا ہے۔

دوسری چیز اس میں بیان کی گئی ہے کہ جب ایک مومن بندہ فرائض کی ادائیگی اور نوافل کے اہتمام سے اللہ کے ہاں قربت اور محبوبیت کا مقام حاصل کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا خاص مددگار بن جاتا ہے' اس کے اعضاء اور جوارح کی حفاظت فرماتا ہے اور انہیں اپنی نافرمانی کے لئے استعمال نہیں ہونے دیتا۔ وہ اپنے کانوں سے

وہی باتیں سنتا' اپنی آنکھوں سے وہی چیز دیکھتا' اپنے ہاتھوں سے وہی چیز پکڑتا اور اپنے قدموں سے اسی چیز کی طرف چل کر جاتا ہے' جو اللہ کو پسند ہیں۔ اللہ کی ناپسندیدہ باتوں کی طرف وہ کان لگاتا ہے نہ آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے' اسے ہاتھ لگاتا ہے نہ اس کی طرف اس کے قدم اٹھتے ہیں۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے جو بعض گمراہ اور مشرکانہ عقیدہ رکھنے والے لوگ اس سے اخذ کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کی آنکھ' کان' ہاتھ پیر وغیرہ بن جاتا ہے یعنی وہ اللہ کے وجود اور اس کی قدرت کا مظہر بن جاتے ہیں' یا اللہ تعالیٰ ان کے اندر حلول کر جاتا ہے' اب اللہ سے یا ان سے مانگنا ایک ہی بات ہے' کیونکہ وہ دو نہیں بلکہ ایک ہی ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں' یا اللہ مدد بھی صحیح ہے اور یا رسول اللہ مدد اور یا علی مدد یا حسین مدد یا عبدالقادر مدد وغیرہ بھی صحیح ہے۔ یاد رکھیں یہ صریحاً گمراہی بلکہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گمراہی اور شرک سے بچائے۔ حدیث کا صحیح مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے' جس کی رو سے اللہ کا ولی اسی چیز کو پسند اور اختیار کرتا ہے جو اللہ کو پسند ہے اور ان چیزوں سے اجتناب کرتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں۔

تیسری چیز اس میں یہ بیان کی گئی ہے کہ فرائض کی ادائیگی سب سے مقدم ہے' اور اس کی ادائیگی کے ذریعے سے ہی اللہ کا قرب حاصل کرنا' اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ یہی اصل بنیاد ہے' جس طرح بنیاد کے بغیر عمارت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی طرح فرائض کے بغیر' نوافل کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ فرائض کا تارک سرے سے مسلمان ہی نہیں رہتا' کیونکہ ان کے ترک پر سخت وعیدیں ہیں۔ جب کہ نوافل کے ترک پر کوئی وعید نہیں۔ البتہ فرائض کے ساتھ' نوافل کا اہتمام سونے پر سہاگہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ نوافل سے انسان کو اللہ کا خصوصی قرب اور وہ مقام محبوبیت حاصل ہوتا ہے جس کے بعد اسے اللہ کی خاص مدد حاصل ہوتی ہے۔

چوتھی چیز اس میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں کی دعائیں ضرور قبول فرماتا ہے۔ تاہم قبولیت کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا ظہور فوری طور پر ہو۔ بلکہ اس قبولیت میں تاخیر بھی ممکن ہے۔ یعنی دعا تو ضرور قبول کی جاتی ہے' تاہم اس کا ظہور جلد ہو یا بہ دیر' یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔

٣٨٨ ـ وعنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «إذا أَحَبَّ اللهُ تعالى العَبْدَ، نَادَى جبْرِيلَ: إنَّ اللهَ تعالى يُحِبُّ فُلاناً، فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، فَيُنَادِي في أَهْلِ السَّمَاءِ: إنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلاناً، فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ له القَبُولُ في الأرْضِ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لمسلمٍ: قال رَسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ اللهَ تعالى إذا أَحَبَّ عَبْداً دَعَا جِبْرِيلَ، فقال: إنِّي أُحِبُّ فُلاناً فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ،

٢ / ٣٨٨ ـ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جب اللہ تعالیٰ بندے سے محبت فرماتا ہے' تو جبریل کو بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے' پس تو بھی اس سے محبت کر' پس جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں (فرشتوں) میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے' تم بھی اس سے محبت کرو' پس آسمانوں والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں' پھر اس شخص کے لئے زمین میں بھی قبولیت رکھ دی جاتی ہے

فَيَقُولُ: إنَّ اللهَ يُحِبُّ فلاناً، فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهلُ السَّماءِ، ثُمَّ يُوضَعُ له القَبُولُ في الأَرْضِ، وإذا أَبْغَضَ عَبْداً دَعَا جبْرِيلَ، فَيَقُولُ: إنِّي أُبْغِضُ فُلاناً، فَأَبْغِضْهُ، فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي في أَهْلِ السَّمَاءِ: إنَّ اللهَ يُبْغِضُ فُلاناً، فَأَبْغِضُوهُ، فَيُبْغِضُهُ أَهلُ السَّماءِ ثُمَّ تُوضَعُ له البَغْضَاءُ في الأَرْضِ».

(یعنی اہل زمین میں بھی وہ مقبول و محبوب ہو جاتا ہے)۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا اور اس سے فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں' تو بھی اس سے محبت کر' پس جبریلؑ اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں' پھر جبریلؑ آسمان میں منادی کرتے اور کہتے ہیں' بے شک اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے' تم بھی اس سے محبت کرو' پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں' پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دشمنی کرتا ہے تو جبریلؑ کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں سے دشمنی کرتا ہوں' تو بھی اس سے دشمنی کر' پس جبریلؑ بھی اس سے دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں' پھر وہ آسمان والوں میں نداء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے دشمنی کرتا ہے' تم بھی اس سے دشمنی کرو' پھر اس کے لئے زمین میں دشمنی رکھ دی جاتی ہے (یعنی اہل زمین بھی اس سے بغض و عناد رکھتے ہیں)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب إذا أحبّ الله عبدا حبّبه لعباده.

۳۸۸۔ فوائد: اس حدیث میں عنداللہ محبوبیت کا صلہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسا شخص پھر اللہ ہی کا محبوب نہیں رہتا' بلکہ اس کے ساتھ اہل آسمان و اہل زمین سب ہی کا محبوب بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ کے ہاں مبغوض اور ناپسندیدہ افراد کو دنیا اور آسمان والے سبھی ناپسند کرتے ہیں۔ یاد رہے' دنیا میں یہ محبوبیت ان لوگوں میں رہتی ہے جن کی فطرت صحیح ہوتی ہے جو معروف کو معروف اور منکر کو منکر ہی سمجھتے ہیں۔ تاہم ارتکاب معصیت کے تسلسل سے جن کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے اور ان کے ہاں معروف منکر اور منکر معروف ہو جاتا ہے' ان کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ تو بالعموم نیک لوگوں کو ناپسند ہی کرتے ہیں' کیونکہ ہر جنس کو اپنی ہی جنس پیاری ہوتی اور اچھی لگتی ہے۔ نعوذ بالله من هذه الفطرة الزائغة

۳۸۹ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها، ۳ / ۳۸۹ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے'

أنَّ رسولَ الله ﷺ بَعَثَ رَجُلاً عَلى سَرِيَّةٍ، فَكَانَ يَقْرَأُ لأَصْحَابِهِ فِي صَلاتِهِمْ، فَيَخْتِمُ بـ ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا، ذَكَرُوا ذٰلِكَ لرسولِ الله ﷺ فقال: «سَلُوهُ لأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟» فَسَأَلوه، فقَالَ: لأَنَّها صِفَةُ الرَّحْمٰنِ، فأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بها، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللهَ تعالى يُحِبُّهُ» متفقٌ عليه.

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک لشکر پر (امیر بنا کر) بھیجا' پس وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا اور قرآن پڑھاتا اور اپنی قراءت (ہر رکعت میں) قل ھو اللہ احد پر ختم کرتا۔ جب یہ (لشکر والے) لوٹ کر آئے' تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتلایا' آپؐ نے فرمایا' اس سے پوچھو' یہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ چنانچہ انہوں نے پوچھا' تو اس نے کہا کہ (اس میں) رحمٰن کی صفت ہے' اس لئے میں اسے (زیادہ) پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے (سن کر) فرمایا' اس کو بتلا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلي توحيد الله تبارك وتعالي ـ وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب قراءة ﴿قل هو الله أحد﴾.

۳۸۹۔ فوائد: اللہ کی صفات پر مشتمل سورت کو پسند کرنا اور کثرت سے پڑھنا' یہ بھی اللہ کی محبت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگر ہر رکعت کی قراءت کے آخر میں قل ھو اللہ احد پڑھنے کا اہتمام کرے' تو یہ جائز ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

٤٨ ـ بَابُ التَّحْذِيرِ مِنْ إِيذَاءِ الصَّالِحِينَ وَالضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِينِ

۴۸۔ نیک لوگوں' کمزوروں اور مسکینوں کو ایذا پہنچانا نہایت خطرناک ہے

قال اللهُ تعالى: ﴿وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ بِغَيْرِ مَا ٱكْتَسَبُوا۟ فَقَدِ ٱحْتَمَلُوا۟ بُهْتَٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ٥٨] وقال تعالى: ﴿فَأَمَّا ٱلْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا ٱلسَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ [الضحى: ٩ ـ ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیتے ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی قصور کیا ہو' تو انہوں نے بوجھ اٹھایا بہتان اور صریح گناہ کا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: پس یتیم پر ظلم نہ کرنا اور سائل کو نہ جھڑکنا۔

وأما الأحاديث، فكثيرة منها:

حديثُ أبي هريرةَ رضي الله عنه في الباب قبل هذا: «مَنْ عَادَى لِي ولِيّاً فَقَدْ

اس باب سے متعلق احادیث کثرت سے ہیں۔ ان ہی میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے' جو اس سے پہلے کے باب میں گزری ہے' "جو میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے' میرا اس سے اعلان جنگ ہے"

آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ». ومنها حديثُ سعدِ بنِ أبي وقاصٍ رضي الله عنه السابق في «باب ملاطفة اليتيم» وقوله ﷺ: «يَا أَبَا! بَكْرٍ لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُم، لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ».

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو باب ملاطفہ الیتیم میں گزری' اور نبی ﷺ کا یہ فرمان "اے ابو بکر! اگر تو نے ان کو ناراض کر دیا تو یقیناً تو نے اپنے رب کو ناراض کر دیا" (مزید چند احادیث ملاحظہ ہوں):

٣٩٠ ـ وعن جُنْدُبِ بنِ عبدِ الله رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى صَلاةَ الصُّبْحِ، فَهُوَ فِي ذِمَّةِ الله، فَلاَ يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ» رواه مسلم.

۱/ ۳۹۰۔ حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے صبح کی نماز پڑھی' وہ اللہ کی حفاظت و ضمانت میں ہے' پس (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ضمانت کے بارے میں کچھ باز پرس نہ کرے' اس لئے کہ جس سے وہ اپنے ذمے کے بارے میں کچھ بھی باز پرس کرے گا تو (وہ کوتاہی پر) اس کا مواخذہ کرے گا اور پھر اسے منہ کے بل (اوندھا کر کے) جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة العشاء والصبح فى جماعة.

۳۹۰۔ فوائد: ذمۃ اللہ کے معنی فی امان اللہ ہیں۔ جس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ایسے پابند صلوٰۃ مومن کو ایذا نہ پہنچائے (کیونکہ وہ اللہ کی حفاظت اور امان میں ہے) جو شخص اسے ایذاء پہنچاتا ہے' وہ گویا اللہ کے عہد کو توڑتا ہے جس پر اللہ اس کا مواخذہ فرمائے گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز باجماعت کے ساتھ پڑھنے سے ایک مومن اللہ کے ساتھ عہد کر لیتا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اب وہ سارا دن اللہ کے عہد یعنی اس کے احکام کی پاسداری کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا' بلکہ نماز کے پڑھنے کے بعد اللہ کے احکام سے بے نیاز ہو جاتا اور من مانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنے عہد کے بارے میں باز پرس کرے گا اور اس کا مواخذہ فرمائے گا۔ پہلے مفہوم کی رو سے اس میں فجر کی نماز باجماعت پڑھنے والے کی فضیلت ہے اور دوسرے مفہوم کی رو سے اس میں ایک مومن کے لئے تنبیہ ہے کہ اس نے صبح کا آغاز اللہ کی عبادت یعنی اس کے ساتھ عہد وفا سے کیا ہے۔ اب سارا دن اس عہد کو نبھانا اور نقض عہد سے اجتناب کرنا ہے۔

٤٩ ـ بَابُ إِجْرَاءِ أَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى الظَّاهِرِ وَسَرَائِرُهُمْ إِلَى اللهِ تَعَالَى

۴۹۔ اس بات کا بیان کہ لوگوں پر ظاہر کے اعتبار سے احکام کا اجراء ہو گا اور ان کے اندرونی احوال کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا

قال الله تعالى: ﴿فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا الزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس اگر وہ توبہ کر لیں' نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

[التوبة: ٥].

فائدہ آیت: مطلب یہ ہے کہ کفر و شرک سے توبہ کر کے اگر کوئی شخص مسلمان ہو جائے اور ظاہری طور پر وہ احکام و فرائض اسلام کی پابندی کرے، تو پھر اس سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ نفاق کے طور پر ایسا کر رہا ہے یا نمود و نمائش یا کوئی اور مقصد اس کے پیش نظر ہے، تو یہ چونکہ اندرونی معاملہ ہے، اسے اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا، کیونکہ وہی دلوں کے احوال سے واقف ہے۔ کوئی دوسرا شخص کسی کے دل میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتا۔

تاہم اس میں وہ لوگ شامل نہیں ہیں جو مسلمان تو کہلانے پر اصرار کریں، لیکن ضروریات دین میں سے کسی چیز کا وہ انکار کریں۔ کیونکہ ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔ جیسے ختم نبوت کا انکار، حجیت حدیث سے انکار، جنت دوزخ اور ملائکہ کے وجود کا انکار جو نص صریح سے ثابت ہیں۔ ایسے لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے اور ایک اسلامی ملک میں ایسے لوگوں کا شمار مرتدین میں ہونا چاہیے نہ کہ مسلمانوں میں۔

٣٩١ ـ وعن ابن عمرَ رضي الله عنهما، أن رسولَ الله ﷺ قال: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا الله، وَأَنَّ مُحَمَّداً رسولُ الله، وَيُقِيمُوا الصَّلاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذلِكَ، عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الإِسْلامِ، وَحِسابُهُمْ عَلى الله تعالى» متفقٌ عليه.

١/٣٩١ ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال (جہاد) کرتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ (اس توحید و رسالت کے اقرار کے بعد) وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ ایسا کر لیں گے تو وہ مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لیں گے، سوائے حق اسلام کے۔ (یعنی مالوں میں سے صرف زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور اگر کسی کو ناجائز قتل کر دے گا تو قصاص میں اسے قتل کیا جائے گا) اور ان (کے باطن) کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب ﴿فإن تابوا وأقاموا الصلاة﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا. . .

٣٩١۔ فوائد: اس حدیث میں ایک تو جہاد کا مقصد اور اس کی غرض و غایت کا بیان ہے اور وہ ہے دنیا سے کفر و شرک اور طاغوت کی عبادت و حکومت کا خاتمہ۔ جب تک یہ مقصد مکمل طور پر حاصل نہیں ہو گا، جہاد جاری رہے گا، اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ الجهاد ماض الى يوم القيمة "جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ علاوہ ازیں حدیث میں الناس (لوگوں) سے مراد مشرکین اور بتوں کے پجاری ہیں۔ کیونکہ دوسری نصوص سے اہل کتاب کے لئے استثناء ثابت ہے کہ اگر وہ جزیہ دے کر اہل اسلام کی ماتحتی میں رہنا پسند کریں،

تو ان سے قتال کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ مشرکین کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ وہ یا تو اسلام قبول کر کے الہ واحد کے پرستار بن جائیں' ورنہ لڑائی کے لئے تیار رہیں' اور مسلمانوں کی ذمے داری ہے کہ ان سے جہاد کر کے کفرو شرک کا خاتمہ کریں اور اللہ کی توحید کا جھنڈا ہر جگہ لہرائیں۔

اس حدیث سے ان لوگوں کی واضح تردید ہوتی ہے جو اسلام کے نظریہ جہاد کو مسخ کرتے اور کہتے ہیں کہ اسلام میں صرف دفاعی جنگ ہے۔ یہ معذرت خواہانہ انداز ہے۔ دفاعی جنگ تو ہر ملک اور قوم کو مجبوراً لڑنی ہی پڑتی ہے' اس کے جواز میں کسے شبہ ہو سکتا ہے؟ اسلام کا اصل امتیاز تو یہ ہے کہ اس نے دفاعی جنگ کے علاوہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ کفرو شرک اور طاغوت کی حکمرانی' تاریکی ہے' گمراہی ہے اور ظلم ہے۔ اسلام کا مقصد دنیا سے تاریکی' گمراہی اور ظلم کا خاتمہ اور لوگوں کو لوگوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی کی راہ پر لگانا اور انہیں عدل و انصاف مہیا کرنا ہے۔ دنیا کے جس خطے میں بھی غیراللہ کی بندگی اور ظلم و جہالت کا اندھیرا ہو گا' اس کے خاتمے کے لئے مسلمانوں پر جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کی ایک تیسری قسم یہ ہے کہ جہاں مسلمان کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہوں' انہیں نرغہ کفار سے نکالنے کے لئے کافروں سے جہاد کیا جائے۔ مسلمان جب تک یہ فریضہ جہاد ادا کرتے رہے' اسلام بھی دنیا میں غالب رہا اور مسلمان بھی سربلند رہے۔ اور جب سے مسلمان اس فریضے سے غافل ہوئے ہیں' اسلام بھی محکوم ہو کر رہ گیا ہے اور مسلمان بھی ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ گویا جہاد ہی میں اسلام کے غلبے اور مسلمانوں کی قوت و استحکام کا راز مضمر ہے۔ کاش مسلمان اس نکتے کو اپنے اسلاف کی طرح سمجھیں۔

دوسری بات اس حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ قبول اسلام کے بعد ہر مسلمان کی جان و مال محفوظ ہے۔ البتہ اسلام کے احکام ان پر لاگو ہوں گے' جس میں ایک حکم ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی مسلمان کو ناجائز قتل کر دیں گے تو قصاص میں انہیں بھی قتل کیا جائے گا' اِلاَّ یہ کہ مقتول کے ورثاء معاف کر دیں یا دیت قبول کر لیں۔

تیسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ اگر کسی شخص نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اس پر اس کے ظاہری حالات کے مطابق احکام اسلام کا اجراء ہو گا' اس کے باطن کو نہیں کریدا جائے گا۔ اگر اس کے دل میں کھوٹ ہے یا کوئی اور مقصد اس کے پیش نظر ہے تو جب تک اس کا صحیح ثبوت مہیا نہیں ہو گا' اس کے خلاف کاروائی نہیں ہو گی اور اس کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا' یعنی اللہ تعالیٰ ہی قیامت والے دن اس کا فیصلہ فرمائے گا۔ اس باب سے اس حدیث کا تعلق اس تیسرے نکتے سے ہے۔ اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ جو اہل بدعت توحید کا اقرار کرنے والے اور احکام شریعت کے پابند ہوں' ان کی تکفیر جائز نہیں ہے۔

٣٩٢ ـ وعن أَبي عَبْدِ الله طَارِقِ بنِ أَشْيَمَ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَن قالَ: لا إلٰهَ إلَّا الله، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ الله، حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ، وَحِسابُهُ عَلى الله تعالى»

٢/ ٣٩٢ ـ حضرت ابو عبداللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کیا' تو اس کا مال اور خون محفوظ (حرام) ہو گیا اور اس (کے باطن) کا حساب

رواه مسلم.

اللہ کے ذمے ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا لا إله إلا الله.

۳۹۳ ـ وعن أَبي مَعْبَدٍ المِقْدَادِ بن الأَسْوَدِ رضي الله عنه، قال: قلتُ لِرسُولِ الله ﷺ: أَرَأَيْتَ إنْ لَقِيتُ رَجُلاً مِنَ الكُفَّارِ، فَاقْتَتَلْنَا، فَضَرَبَ إحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ، فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ، فقال: أَسْلَمْتُ لله، أَأَقْتُلُهُ يارسولَ الله! بَعْدَ أَنْ قَالها؟ فَقَالَ: «لاتَقْتُلْهُ»، فَقُلْتُ: يارَسُولَ الله! قَطَعَ إحْدَى يَدَيَّ، ثُمَّ قال ذلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعهَا؟! فقال: «لا تَقْتُلْهُ، فَإنْ قَتَلْتَهُ فإنَّهُ بِمَنزلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وإنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتي قال» متفقٌ عليه. ومعنى «إنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ» أَيْ: مَعْصُومُ الدَّمِ مَحْكُومٌ بِإسْلامِهِ، ومعنى «إنَّكَ بِمَنْزِلَتهِ» أَيْ: مُبَاحُ الدَّمِ بِالقِصَاصِ لِوَرَثَتِهِ، لا أَنَّهُ بِمَنْزِلَتِهِ في الكُفْرِ، والله أعلم.

۳ / ۳۹۳ ـ حضرت ابو معبد مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا' یہ بیان فرمائیے کہ اگر میری کافروں میں سے کسی آدمی سے مڈبھیڑ ہو جائے' ہم آپس میں لڑیں' وہ میرے ایک ہاتھ کو تلوار سے کاٹ دے' پھر وہ میرے وار سے بچنے کے لئے ایک درخت کی پناہ لے لے اور کہے' میں اللہ پر ایمان لے آیا۔ تو اس کے یہ کہنے کے بعد کیا میں اسے قتل کر دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا' تم اسے قتل مت کرو' میں نے عرض کیا' اللہ کے رسول! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا اور ہاتھ کاٹنے کے بعد اس نے یہ کہا؟ آپ نے فرمایا' تم اسے قتل مت کرو' اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو (یاد رکھنا) وہ تمہارے اس مرتبے پر ہو جائے گا جس پر تم اس کے قتل سے پہلے تھے اور تم اس کے اس مرتبے پر ہو جاؤ گے جس پر وہ اس کلمے کے کہنے سے قبل تھا جو اس نے کہا۔ (بخاری و مسلم)

وہ تمہارے مرتبے پر ہو جائے گا' کا مطلب ہے' اس کا خون محفوظ ہو گا اور وہ مسلمان سمجھا جائے گا اور تم اس کے مرتبے پر ہو جاؤ گے' کے معنی ہیں' اس کے وارثوں کے لئے بطور قصاص تمہارا خون بہانا جائز ہو گا' اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اس کے کفر کے مرتبے پر ہو جاؤ گے (یعنی کافر ہو جاؤ گے' جیسا کہ بظاہر یہ مفہوم متبادر ہوتا ہے) واللہ اعلم

تخریج: صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب شهود الملائکة بدرا ـ وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال لا إله إلا الله.

۳۹۳۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ احکام اسلام کا نفاذ ظاہری حالات پر ہی ہو گا' باطن پر نہیں۔ کیونکہ باطن کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کوئی قبول اسلام کا اظہار کرے گا تو اسے تسلیم کرنا ہو گا اور اس کے جان و مال کا تحفظ ضروری ہو گا اور جو شخص اس حرمت کے علم کے باوجود اسے قتل کر دے گا تو اس کے ورثاء کے لئے

قصاص لینا جائز ہو گا۔ البتہ اگر کوئی شخص جہالت یا تاویل سے کام لیتے ہوئے قتل کرے گا تو صرف دیت کی ادائیگی ضروری ہو گی۔ چنانچہ بعض صحابہؓ نے یہی تاویل کرتے ہوئے کہ اس نے صرف جان بچانے کے لئے اسلام کا اظہار کیا ہے' اسلام کا اظہار کرنے والے کو قتل کر دیا' تو نبی ﷺ نے مقتول کے ورثاء کو دیت ادا فرمائی۔

٣٩٤ ـ وعن أُسامَةَ بنِ زَيْدٍ رضي الله عنهما، قال: بَعَثَنا رسولُ الله ﷺ، إلى الحُرَقَةِ مِنْ جُهَينَةَ، فَصَبَّحْنا القَوْمَ عَلَى مِياهِهِمْ، وَلحِقْتُ أَنا وَرَجُلٌ مِنَ الأَنْصارِ رَجُلاً مِنْهُمْ، فَلَمَّا غَشِيْناهُ قال: لا إِلٰهَ إِلَّا الله، فَكَفَّ عَنْهُ الأَنْصارِيُّ، وطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ، فَلَمَّا قَدِمْنا المَدِينَةَ، بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبيَّ ﷺ فقال لي: «يا أُسامَةُ! أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ ما قَالَ: لا إِلٰهَ إِلَّا الله؟» قلتُ: يا رسولَ الله! إِنَّما كَانَ مُتَعَوِّذاً، فَقَالَ: «أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ: لا إِلٰهَ إِلَّا الله؟!» فَمَا زَالَ يُكَرِّرُها عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ اليَوْمِ. متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: فَقَالَ رسولُ الله ﷺ: «أَقَالَ: لا إِلٰهَ إِلَّا الله، وَقَتَلْتَهُ؟!» قلتُ: يا رسولَ الله! إِنَّما قَالَها خَوْفاً مِنَ السِّلاحِ، قال: «أَفَلا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لا؟!» فَمَا زَالَ يُكَرِّرُها حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ.

۴ / ۳۹۴ ۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہینہ قبیلے کی ایک شاخ حرقہ کی طرف (لڑائی کے لئے) بھیجا' پس صبح صبح ہم ان کے پانی کے چشموں پر حملہ آور ہو گئے۔ (لڑائی کے دوران) میری اور ایک اور انصاری کی مڈ بھیڑ ان کے ایک آدمی کے ساتھ ہوئی' پس جب ہم نے اس کو اپنی گرفت میں لے لیا تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا' جس پر (میرے ساتھی) انصاری نے تو اپنا ہاتھ روک لیا' لیکن میں نے اسے اپنا نیزہ مارا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا۔ جب ہم مدینہ واپس آئے تو یہ بات نبی ﷺ کو پہنچی' آپؐ نے مجھ سے فرمایا' اے اسامہ! کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا' اللہ کے رسولؐ ! اس نے تو صرف جان بچانے کے لئے ایسا کیا تھا۔ آپ نے (پھر) فرمایا' کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ آپ یہی فقرہ بار بار میرے سامنے دہراتے رہے' یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (یعنی اب مسلمان ہوتا' تاکہ میرے ہاتھوں ایک نو مسلم کا قتل تو نہ ہوتا)۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے کہا' اے اللہ کے رسول! اس نے تو ہتھیار (تلوار یا نیزے) کے خوف سے یہ کلمہ کہا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' کیا تم نے اس کا دل چیرا تھا کہ تمہیں علم ہو گیا کہ اس نے یہ کلمہ دل سے کہا ہے یا نہیں؟ پس

آپؐ یہ فقرہ دہراتے رہے' یہاں تک کہ مجھے آرزو ہوئی کہ (میں اس سے قبل مسلمان نہ ہوا ہوتا بلکہ) آج مسلمان ہوتا۔

«الحُرَقَةُ» بضم الحاء المهملة وفتح الراءِ: بَطْنٌ مِنْ جُهَيْنَةَ الْقَبِيلَةِ المَعْرُوفَةِ. وقوله: «مُتَعَوِّذاً»، أَيْ: مُعْتَصِماً بِهَا مِنَ الْقَتْلِ، لا مُعْتَقِداً لَهَا.

الحرقہ' حائے مہملہ پر پیش اور راء پر زبر۔ مشہور قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ۔ متعوذا کے معنی ہیں' قتل سے بچاؤ کے لئے اس نے کلمہ پڑھا تھا' اس لئے نہیں کہ وہ دل سے اللہ کی توحید کا معتقد ہو گیا تھا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب بعث النبي ﷺ أسامة رضي الله عنه، وكتاب الديات، باب قول الله تعالي ﴿ومن أحياها﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال لا إله إلا الله.

۳۹۴- فوائد: اس کا تعلق باب سے واضح ہے کہ احکام اسلام کا نفاذ و اجراء ظاہری حالات پر ہو گا۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس طرح انتقامی کارروائیوں کا سدباب کر دیا گیا ہے' ورنہ ہر شخص' کسی دشمن وغیرہ کو قتل کر کے دعویٰ کر سکتا تھا کہ یہ اپنے دعوائے اسلام میں جھوٹا تھا' اس لئے میں نے یہ کارروائی کی ہے۔ چنانچہ سد ذریعہ کے طور پر باطنی کیفیت کے کھوج لگانے کو ہی سرے سے غیر ضروری قرار دے دیا گیا اور صرف ظاہر پر معاملہ کرنے کی تاکید کی گئی۔

حضرت اسامہؓ پر قصاص کا حکم اس لئے عائد نہیں کیا گیا کہ ان کا یہ فعل تاویل پر مبنی تھا۔ تاہم اس صورت میں دیت کی ادائیگی ضروری ہو گی' چاہے وہ بیت المال سے ادا کی جائے۔ تاکہ ایک مسلمان کا خون ضائع نہ جائے۔

٣٩٥ ـ وعن جُنْدُبِ بنِ عبد الله رضي الله عنه، أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ، بَعَثَ بَعْثاً مِنَ المُسْلِمِينَ إلى قَوْمٍ مِنَ المُشركِينَ، وأَنَّهُمُ الْتَقَوْا، فَكانَ رَجُلٌ مِنَ المُشْرِكِينَ إذا شاءَ أَنْ يَقْصِدَ إلى رَجُلٍ مِنَ المُسْلِمِينَ قَصَدَ لَهُ فَقَتَلَهُ، وَأَنَّ رَجُلاً مِنَ المُسْلِمِينَ قَصَدَ غَفْلَتَهُ، وكُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَلَمَّا رَفَعَ السَّيْفَ، قال: لا إلهَ إلَّا اللهُ، فَقَتَلَهُ فَجاءَ الْبَشِيرُ إلى رسولِ اللهِ ﷺ فَسأَلَهُ، وَأَخْبَرَهُ، حَتَّى أَخْبَرَهُ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ، فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ، فقال: «لِمَ

۵/ ۳۹۵ ـ حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کا ایک دستہ' کچھ مشرکوں کی طرف بھیجا اور ان کا باہم مقابلہ ہوا۔ مشرکوں میں سے ایک آدمی تھا' جب وہ کسی مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ موقع پا کر اسے قتل کر دیتا (یہ صورت حال دیکھ کر) مسلمانوں میں سے (بھی) ایک آدمی اس کی غفلت کی تاک میں رہنے لگا (تاکہ موقع پا کر وہ اس مشرک کو قتل کر دے) اور ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ یہ اسامہ بن زیدؓ ہیں (چنانچہ جلد ہی وہ وقت آگیا اور حضرت اسامہؓ نے موقعہ پا کر) جب (اس کو مارنے کے لئے) اس پر تلوار اٹھائی' تو اس نے لا الہ الا

قَتَلْتَهُ؟» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِينَ، وَقَتَلَ فُلاناً وفُلاناً - وسَمَّى له نَفراً - وَإِنِّي حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأى السَّيْفَ قَالَ: لا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. قَالَ رسولُ الله ﷺ: «أَقَتَلْتَهُ؟» قالَ: نَعَمْ، قال: «فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلا إِلهَ إِلَّا اللهُ إِذا جاءَتْ يَوْمَ القِيَامَةِ؟» قالَ: يا رسولَ اللهِ! اسْتَغْفِرْ لِي. قال: «وكَيْفَ تَصْنَعُ بِلا إِلهَ إِلَّا الله إذا جَاءَتْ يَوْمَ القِيامَةِ» فَجَعَلَ لا يَزِيدُ عَلى أَنْ يَقُولَ: «كَيْفَ تَصْنَعُ بِلا إِلهَ إِلَّا اللهُ إِذا جاءَتْ يَوْمَ القِيامَةِ؟» رواه مسلم.

اللہ پڑھ لیا' لیکن انہوں نے (اسے اہمیت نہیں دی اور) اسے قتل کر دیا۔ (اس لڑائی میں مسلمان فتح یاب ہوئے) اور خوش خبری دینے والا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ ؑ نے اس سے حالات پوچھے اور اس نے بتلائے' یہاں تک کہ اس نے اس آدمی (حضرت اسامہ ؓ) کا قصہ بھی بیان کیا کہ اس نے کیا کیا؟ آپ ؑ نے انہیں بلایا اور ان سے پوچھا' آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم نے اسے قتل کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا' یا رسول اللہ ؑ! اس نے مسلمانوں کو بڑی تکلیف دی اور (ہمارے) فلاں فلاں آدمی کو اس نے قتل کیا اور انہوں نے نبی ﷺ کے سامنے کئی نام بیان کئے (یہ صورت حال دیکھ کر) میں نے اس شخص پر حملہ کیا' جب اس نے تلوار دیکھی (یعنی اس کی زد میں آگیا) تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ دیا۔ (جس سے میں یہی سمجھا کہ یہ صرف جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟ انہوں نے کہا' ہاں۔ آپ ؑ نے ارشاد فرمایا' جب یہ کلمہ لا الہ الا اللہ قیامت والے دن آئے گا' تو تم کیا کرو گے (کیا جواب دو گے؟) حضرت اسامہ ؓ نے کہا' یا رسول اللہ! میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیے' آپ ؑ نے (پھر) فرمایا' جب قیامت والے دن یہ کلمہ لا الہ الا اللہ آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ پس آپ ؑ یہی فقرہ دہراتے رہے اور اس پر کوئی بات زیادہ نہ فرماتے' کہ جب یہ کلمہ لا الہ الا اللہ قیامت والے دن آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال لا إله إلا الله.

۳۹۵۔ فوائد: گزشتہ حدیث میں اور اس حدیث میں بیان کردہ واقعہ ایک ہی ہے۔ صرف بعض الفاظ میں اختلاف ہے اور تشریح بیان ہو چکی ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کرنا درست نہیں۔

٣٩٦ - وعن عبدِ الله بنِ عُتْبَةَ بنِ مسعودٍ قال: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ،

۶ / ۳۹۶۔ حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب ؓ کو

رضي الله عنه، يقولُ: «إنَّ ناساً كَانُوا يُؤْخَذُونَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رسولِ الله ﷺ، وإنَّ الوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ، وإنَّما نَأْخُذُكُمُ الآنَ بما ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْراً، أَمَّنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ، ولَيْسَ لَنَا مِنْ سَرِيرَتِهِ شَيْءٌ، اللهُ يُحاسِبُهُ فِي سَرِيرَتِهِ، وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوءاً، لَمْ نَأْمَنْهُ، ولَمْ نُصَدِّقْهُ وإِنْ قالَ: إنَّ سَرِيرَتَهُ حَسَنَةٌ» رواه البخاري.

فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تو کچھ لوگوں کا مؤاخذہ وحی کے ذریعے ہو جاتا تھا' لیکن اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے (اور باطن کے احوال پر مؤاخذہ ممکن نہیں رہا) اس لئے اب ہم تمہارا مؤاخذہ صرف تمہارے ان عملوں پر کریں گے جو ہمارے سامنے آئیں گے۔ پس جو ہمارے لئے بھلائی ظاہر کرے گا' ہم اس کو امن دیں گے (یا اس پر اعتبار و اعتماد کریں گے) اور اس کو اپنے قریب کریں گے اور ہمیں اس کے اندرونی حالات سے کوئی سروکار نہیں۔ ان کا حساب اللہ تعالیٰ ہی ان سے کرے گا اور جو ہمارے لئے برائی ظاہر کرے گا' ہم اسے امن دیں گے (یا اس پر اعتبار کریں گے) اور نہ اس کی تصدیق کریں گے' اگرچہ وہ یہ کہے کہ اس کا اندرونی معاملہ (ارادہ) اچھا تھا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الشهادات، باب الشهداء العدول.

۳۹۶۔ فوائد: اس سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ احکام کا اجراء ظاہری اعمال پر ہو گا' نہ کہ لوگوں کے ارادوں اور نیتوں پر کیونکہ ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔

٥٠ ـ بَابُ الْخَوْفِ

۵۰۔ خشیت الٰہی کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ وَإِيَّىَ فَٱرْهَبُونِ ﴾ [البقرة: ٤٠] وقال تعالى: ﴿ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴾ [البروج: ١٢] وقال تعالى: ﴿ وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلْقُرَىٰ وَهِىَ ظَٰلِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُۥٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ ٱلْءَاخِرَةِ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ ٱلنَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهُۥٓ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ﴿١٠٤﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ فَمِنْهُمْ شَقِىٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ شَقُوا۟ فَفِى ٱلنَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴾ [هود: ١٠٢ ـ ١٠٦] وقال تعالى: ﴿ وَيُحَذِّرُكُمُ ٱللَّهُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اور مجھ ہی سے ڈرو۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ' جب وہ کسی بستی کو پکڑتا ہے جب کہ اس کے باشندے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں' یقیناً اس کی پکڑ نہایت دردناک ہے' بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے نشانی ہے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے۔ یہ وہ دن ہو گا جس میں لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور یہی دن سب کی حاضری کا ہے' ہم اسے صرف ایک گنی ہوئی مدت کے لئے (مصلحتاً) موخر کر رہے ہیں۔ جب یہ دن آئے گا

نَفْسَهُ﴾ [آل عمران: ٢٨] وقال تعالى: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ ٱلْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِۦ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَٰحِبَتِهِۦ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ ٱمْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾ [عبس: ٣٤ ـ ٣٧] وقال تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ ٱلسَّاعَةِ شَىْءٌ عَظِيمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى ٱلنَّاسَ سُكَٰرَىٰ وَمَا هُم بِسُكَٰرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ ٱللَّهِ شَدِيدٌ﴾ [الحج: ١، ٢]، وقال تعالى: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ جَنَّتَانِ﴾ [الرحمن: ٤٦] الآيات. وقال تعالى: ﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوٓا۟ إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِىٓ أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَىٰنَا عَذَابَ ٱلسَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْبَرُّ ٱلرَّحِيمُ﴾ [الطور: ٢٥ـ٢٨] والآيات في الباب كثيرة جداً معلوماتٌ، والغرضُ الإشارةُ إلى بعضها وقد حصَلَ. وأما الأحاديث فكثيرةٌ جداً، فنذكرُ منها طرَفاً وباللهِ التَّوفيقُ:

تو کسی کو اللہ کی اجازت کے بغیر یارائے گفتگو نہیں ہو گا' پس بعض لوگ بدبخت اور بعض نیک بخت ہوں گے۔ جو بدبخت ہوں گے' ان کا ٹھکانا آگ ہے' ان کے لئے اس میں چیخنا اور پکارنا ہو گا۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے (یعنی اس کو ناراض کرنے سے بچو)۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے' اپنی ماں اور اپنے باپ سے' اپنی بیوی اور بیٹوں سے۔ ہر ایک کے لئے ایسی حالت ہو گی جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز اور بے پروا کر دے گی۔

اور فرمایا: اے لوگو' اپنے رب سے ڈرو' بے شک قیامت کا بھونچال بڑی چیز ہے' اس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا اور تم دیکھو گے کہ لوگ مدہوش ہیں اور یہ مدہوشی نہیں ہو گی' بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور اس شخص کے لئے' جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا' دو باغ ہیں۔

اور فرمایا: اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے' کہیں گے' اس سے پہلے ہم اپنے گھروں میں (دنیا میں) اللہ سے ڈرا کرتے تھے' پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لُو (جہنم) کے عذاب سے بچا لیا۔ بے شک ہم اس سے قبل اسی کو پکارتے تھے' بلاشبہ وہ بہت احسان کرنے والا' نہایت مہربان ہے۔

اور اس باب میں بہت آیات ہیں اور مشہور ہیں' یہاں مقصود بعض کی طرف اشارہ ہی کرنا ہے جو کر دیا ہے اس موضوع پر احادیث بھی کثرت سے ہیں' جن میں سے یہاں کچھ بیان کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق

٣٩٧ ـ عن ابن مسعودٍ رضي الله

١/٣٩٧۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عنه قال: حدثنا رسولُ الله ﷺ، وهو الصَّادِقُ المصدوقُ: «إنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْماً نُطْفَةً، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ المَلَكُ، فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِماتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهِ، وَأَجَلِهِ، وَعَمَلِهِ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ. فَوَالَّذِي لا إِلٰهَ غَيْرُهُ إنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وإنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا» متفقٌ عليه.

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا' اور آپ سچے ہیں اور آپ ؐ کی بات کو سچ مانا جاتا ہے' بے شک تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کی شکل میں رہتا ہے' پھر اسی کی مثل (یعنی اتنی ہی مدت) منجمد خون بنا رہتا ہے۔ پھر اتنی ہی مدت گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے' پھر (ایک سو بیس دن کے بعد) فرشتہ بھیجا جاتا ہے' وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور فرشتے کو چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے' اس کی روزی' اس کی موت' اس کا عمل اور وہ بدبخت ہے یا نیک ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بے شک تم میں سے ایک شخص جنتیوں والے عمل کرتا ہے' یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ جہنمیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور بے شک تم میں سے ایک شخص جہنمیوں والے کام کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے۔ پس اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، وكتاب القدر، وكتاب الأنبياء ـ وصحيح مسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي.

۳۹۷۔ فوائد: اس میں تقدیر کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے جس پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر انسان کے متعلق پہلے سے ہی علم ہے کہ وہ نیک ہو گا یا بد' جنتی ہو گا یا جہنمی۔ اور اس نے اپنے علم کے مطابق یہ سب کچھ پہلے سے ہی لکھ دیا ہے۔ اس کے لکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان مجبور محض اور ارادہ و اختیار کی قوت سے محروم ہے' جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں نے ایسا سمجھا ہے۔ بلکہ یہ تو اللہ کے علم کا ایک اظہار ہے' اس کا کوئی تعلق انسان کے ارادہ و اختیار سے نہیں ہے۔ اللہ نے انسان کو مجبور محض نہیں بنایا ہے' بلکہ اسے ارادہ و اختیار کی آزادی سے نوازا ہے' کیونکہ اس کے بغیر اس کی آزمائش ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ انسان کی آزمائش تب ہی ہو سکتی تھی کہ اسے نیک یا بد دونوں میں سے کسی بھی ایک راستے کے انتخاب اور اس پر

عمل کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ چنانچہ اللہ نے دونوں راستوں کی واضح طور پر نشاندہی کر کے اسے اختیار دیا ہے کہ جسے چاہے وہ اپنا لے۔ دونوں کا انجام بھی بتلا دیا۔ انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا (الدھر) فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر (الکھف)

لیکن یہاں امام نوویؒ نے اس حدیث کو خشیت الٰہی کے باب میں ذکر کر کے تنبیہ کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس سے حسن خاتمہ کی دعا اور اس سے مدد طلب کرتے رہو۔ نیز اس کے لئے جو اسباب ہیں انہیں اختیار کرو' یعنی ایمان و تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ' اس لئے کہ انسان اپنی طاقت کے مطابق اسباب و وسائل اختیار کرنے کا مکلف ہے' گو اس کے انجام سے وہ بے خبر ہے' اس کو وہ اللہ کے سپرد کر دے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ نے جس کو جس کام کے لئے پیدا فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لئے ان راستوں کو بھی آسان فرما دیتا ہے' جو نیکی کو اپنائے گا' نیکی کے راستے اس کے لئے کھلتے چلے جائیں گے اور اسی طرح جو بدی کو اپنائے گا' اس کے راستے اس کے لئے ہموار ہو جائیں گے۔ فکل میسر لما خلق لہ علاوہ ازیں برائی کو زندگی کے کسی مرحلے میں بھی اختیار نہ کرے کہ کہیں اسی پر اس کی زندگی کا اختتام نہ ہو جائے اور یوں زندگی بھر کی نیکیوں پر خط تنسیخ پھر جائے اور وہ جنتی کی بجائے جہنمی قرار پا جائے۔ اعاذنااللہ من سوء الخاتمۃ ومن عمل اھل النار۔

٣٩٨ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا» رواه مسلم.

٢ / ٣٩٨ ۔ انہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس دن (قیامت والے دن) جہنم کو اس حالت میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی' ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب في شدة حر نار جهنم وبُعد قعرها.

٣٩٨۔ فوائد: اس کا تعلق امور غیب سے ہے جن پر ایمان رکھنے کا حکم ہے۔ اس کو تشبیہ و تمثیل قرار دینا صحیح نہیں ہے' یہ حقیقت پر ہی محمول ہے تاہم اس کی کیفیت ہم نہیں جان سکتے۔

٣٩٩ ـ وعن النُّعْمَانِ بنِ بَشِيرٍ، رضي الله عنهما، قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ يُوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ مَا يَرَى أَنَّ أَحَداً أَشَدُّ مِنْهُ عَذَاباً، وَإِنَّهُ لأَهْوَنُهُمْ عَذَاباً» متفق عليه.

٣ / ٣٩٩ ۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت والے دن جہنمیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والا وہ آدمی ہو گا جس کے پاؤں کے تلووں میں دو انگارے رکھے جائیں گے جن سے اس کا دماغ کھولے گا' وہ خیال کرے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب والا کوئی نہیں' حالانکہ وہ ان جہنمیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والا ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابا . . .

۳۹۹- فوائد: صحیح مسلم کی دوسری روایات میں ہے کہ اس کے جوتے اور تسمے آگ کے ہوں گے' جن سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جیسے چولہے پر رکھی ہوئی ہنڈیا کھولتی ہے۔ نیز بعض روایات میں یہ بھی صراحت ہے کہ یہ شخص ابو طالب ہے۔ جو نبی کریم ﷺ کا سگا چچا اور آپ کا نہایت ہمدرد' غم خوار اور معاون تھا۔ لیکن چونکہ دولت ایمان سے محروم فوت ہوا' اس لئے مستحق نار ہوا۔ اعاذنا الله منه

٤٠٠ ـ وعن سَمُرَةَ بنِ جُنْدُبٍ، رضي الله عنه، أنَّ نبيَّ اللهِ ﷺ قال: «مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إلَى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إلَى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إلَى حُجْزَتِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إلَى تَرْقُوَتِهِ» رواه مسلم. «الحُجْزَةُ»: مَعْقِدُ الإزَارِ تَحتَ السُّرَّةِ. وَ «التَّرْقُوَةُ» بفتح التاءِ وضمِّ القاف: هِيَ العَظْمُ الَّذِي عِنْدَ ثُغرَةِ النَّحْرِ، وَللإنْسَانِ تَرْقُوَتَانِ فِي جَانِبَيِ النَّحْرِ.

۴/ ۴۰۰ ۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جہنمیوں میں سے بعض وہ ہوں گے جن کو آگ نے ان کے ٹخنوں تک' بعض کو ان کے گھٹنوں تک اور بعض کو ان کی کمر تک اور بعض کو ان کی ہنسلی تک پکڑا ہوا ہو گا۔ (مسلم)

حجزہ' ناف سے نیچے ازار (تہ بند' شلوار وغیرہ) باندھنے کی جگہ۔ ترقوۃ' تاء پر زبر اور قاف پر پیش۔ وہ ہڈی جو سینے کے گڑھے کے پاس ہے' جسے اردو میں ہنسلی کہتے ہیں۔ یہ ہر انسان کے اندر سینے کے دونوں جانب دو ہڈیاں (ہنسلیاں) ہوتی ہیں۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب في شدة حر نار جهنم وبُعد قعرها.

۴۰۰- فوائد: جس طرح اہل جنت شرف و فضل اور درجات میں کم و بیش ہوں گے۔ اسی طرح جہنمی بھی عذاب کی شدت اور تخفیف میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔

٤٠١ ـ وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ العَالَمِينَ حَتَّى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ» متفقٌ عليه.

۵/ ۴۰۱ ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' (روز قیامت) لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے (اور لوگ اس طرح پسینے میں شرابور ہوں گے) حتیٰ کہ ان میں سے کوئی اپنے آدھے کانوں تک اپنے پسینے میں چھپا ہوا ہو گا'

(بخاری و مسلم)

وَ «الرَّشْحُ»: العَرَقُ.

الرشح کے معنی ہیں' پسینہ

تخریج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب تفسير ﴿يوم يقوم الناس لرب العالمين﴾، وكتاب الرقاق ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب صفة يوم القيامة.

۴۰۱۔ فوائد: یہ اس ہولناکی کا ایک منظر ہے جو میدان محشر میں بپا ہو گی اور لوگ حساب کے لئے بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہوں گے۔

٤٠٢ ـ وعن أنس رضي الله عنه، قال: خطبَنا رسولُ الله ﷺ، خُطبةً ما سَمِعتُ مِثلَها قَطُّ، فقال: «لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيراً»، فَغطَّى أَصْحَابُ رسولِ اللهِ ﷺ وجوهَهُمْ، وَلهُمْ خَنِينٌ. متفقٌ عليه. وفي رواية: بَلَغَ رسولَ اللهِ ﷺ عَنْ أَصْحَابِهِ شَيْءٌ فَخَطَبَ، فقال: «عُرِضَتْ عَلَيَّ الجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الخَيْرِ وَالشَّرِّ، وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيراً» فَمَا أَتَى عَلَى أَصْحَابِ رسولِ الله ﷺ يَوْمٌ أَشَدُّ مِنْهُ غَطَّوا رُؤُوسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِينٌ.

«الخَنِينُ» بالخاءِ المعجمة: هُوَ البُكَاءُ مَعَ غُنَّةٍ وَانْتِشَاقِ الصَّوْتِ مِنَ الأَنْفِ.

۶ / ۴۰۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (ایک مرتبہ) ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس جیسا خطبہ میں نے کبھی نہیں سنا' آپ ؐ نے فرمایا' اگر تم وہ باتیں جان لو جن کا مجھے علم ہے تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ پس رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ؓ نے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور ان کی آہ و زاری کی آوازیں آرہی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے' کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ ؓ کے بارے میں کوئی بات پہنچی تو آپ ؐ نے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا' کہ مجھ پر جنت اور دوزخ پیش کی گئی' پس میں نے آج کے دن کی طرح بھلائی اور برائی نہیں دیکھی اور اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ پس اصحاب رسول ﷺ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں آیا' انہوں نے اپنے سر ڈھانپ لئے اور وہ آہ و بکا کر رہے تھے۔

الـخـنـيـن' خائے معجمہ کے ساتھ۔ ناک سے آواز نکالتے ہوئے رونا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ «لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا» وكتاب الفضائل، برقم٢٣٥٩.

۴۰۲۔ فوائد: (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ موجود ہیں اور دیگر بعض امور غیبیہ کی طرح نبی ﷺ کو ان کا مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ (۲) زیادہ ہنسنا پسندیدہ نہیں ہے' کیونکہ یہ غفلت اور آخرت فراموشی پر دلالت کرتا ہے جب کہ مسلمان کو ہر وقت چوکنا اور فکر آخرت سے مضطرب رہنا چاہئے۔ (۳) اللہ کے خوف یعنی اس کے عتاب سے ڈرتے ہوئے رونا نہایت پسندیدہ ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کا دل بیدار' اللہ کی یاد اور اس کے خوف سے معمور و لرزاں اور فکر آخرت سے پریشان ہے۔

٤٠٣ ـ وعن المِقْدَادِ رضي الله عنه، قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقُولُ: «تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ القِيامَةِ مِنَ الخَلْقِ حَتَّى

۷ / ۴۰۳۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' قیامت والے دن سورج کو مخلوق کے (اتنا) قریب کر دیا جائے گا

تَكُونَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيلٍ» قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِي عَنِ المِقْدَادِ: فَوَاللهِ! مَا أَدْرِي مَا يَعْنِي بِالْمِيلِ، أَمَسَافَةَ الأَرْضِ أَمِ المِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ العَيْنُ، «فَيَكُونُ النَّاسُ عَلَى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِي العَرَقِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلى حِقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ العَرَقُ إِلْجَاماً» وَأَشَارَ رسولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ إِلى فِيهِ. رواه مسلم.

حتیٰ کہ وہ ان سے ایک میل کے فاصلے پر ہو گا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے (تابعی) سلیم بن عامر فرماتے ہیں' اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میل سے نبی کریم ﷺ کی مراد کیا تھی؟ کیا زمین کی مسافت یا (سرمہ دانی کی) وہ سلائی جس سے آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے؟ (کیونکہ عربی میں اسے بھی میل کہا جاتا ہے)۔ پس لوگ اپنے (اپنے) اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے۔ بعض ان میں سے وہ ہوں گے جو اپنے ٹخنوں تک' بعض اپنے گھٹنوں تک' بعض اپنے پہلوؤں (کمر) تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ انہیں پسینے نے لگام ڈالی ہو گی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی جس طرح جانور کے منہ میں لگام ڈالی جاتی ہے' اس طرح پسینہ اس کے لئے لگام بنا ہوا ہو گا' یعنی اس کے منہ اور کانوں تک پسینہ ہو گا)۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب صفة يوم القيامة.

۴۰۳- فوائد: حدیث میں میل کی وضاحت نہیں ہے کہ یہ مسافت والا میل ہے یا سرمہ دانی کا میل۔ مسافت والا میل' ہمارے ملک میں ۸ فرلانگ کا مشہور ہے۔ شارحین حدیث نے اسے چھ ہزار ذراع اور بعض نے چار ہزار ذراع بتلایا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسے بارہ ہزار انسانی قدم کے برابر قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے مرعاۃ المفاتیح' باب صلوٰۃ السفر) اگر یہ میل ارض ہو تب بھی سورج کی شدت حرارت کا اندازہ کیا جاتا ہے کہ دنیا میں سورج' موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق ۹ کروڑ میل کے فاصلے پر ہے' تب بھی موسم گرما میں کوئی شخص اس کی حرارت کو برداشت نہیں کر پاتا' تو سورج جب صرف ایک میل کے فاصلے پر ہو گا تو اس کی حرارت واقعی اتنی ہو گی کہ انسان پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ اعاذنا اللہ منہ

٤٠٤ ـ وعن أبي هريرةَ رضيَ الله عنه، أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ القِيَامَةِ حَتَّى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الأَرْضِ سَبْعِينَ ذِرَاعاً، وَيُلْجِمُهُمْ حَتَّى يَبْلُغَ آذَانَهُمْ» متفقٌ عليه. ومعنى «يَذْهَبُ فِي الأَرْضِ»: ينزل ويغوص.

۸ / ۴۰۴ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قیامت والے دن لوگ پسینے میں (غرق) ہوں گے' یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ (ذراع) تک جائے گا اور پسینہ ان کو لگام ڈالے گا' یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

"زمین میں جائے گا" کا مطلب ہے۔ زمین میں اترے گا اور سرایت کرے گا (یعنی اتنی گہرائی تک پسینہ زمین میں اتر جائے گا)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب قوله تعالي ﴿ألا يظن أولٰئك أنهم مبعوثون ليوم عظيم﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب صفة يوم القيامة.

٤٠٥ ـ وعنه قال: كُنَّا مع رسولِ اللهِ ﷺ إذ سَمِعَ وَجْبَةً فقال: «هَلْ تَدْرُونَ مَا هٰذَا؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قال: «هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفاً فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الآنَ حَتَّى انْتَهَى إلى قَعْرِهَا، فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا» رواه مسلم.

۹/ ۴۰۵۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپؐ نے کسی چیز کے گرنے کا دھماکہ سنا' آپ نے ارشاد فرمایا' کیا تم جانتے ہو' یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا' اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا' یہ وہ پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا' پس وہ اب تک جہنم میں گرتا رہا' یہاں تک کہ اب وہ اس کی گہرائی میں پہنچا (جالگا) ہے' جیسا کہ (ابھی) تم نے اس کے گرنے کا دھماکہ سنا ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب في شدة حر نار جهنم وبُعد قعرها.

۴۰۵۔ فوائد: (۱) جہنم کی گہرائی سے اس کے عذاب کی شدت اور ہولناکی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ (۲) اس میں صحابہ کرامؓ کی بھی کرامت کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس دھماکے کو سنا۔ (۳) حدیث کا مقصود جہنم کی خوفناکی و ہولناکی بتانا ہے تاکہ ہم اس کے عذاب اور تباہ کاریوں سے بچیں اور ہمیشہ برے افکار و اعمال سے کنارہ کش رہیں۔

٤٠٦ ـ وعن عَدِيِّ بنِ حَاتِمٍ رضيَ الله عنه، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ، فَلا يَرَى إلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ، فَلا يَرَى إلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَلا يَرَى إلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ» متفقٌ عليه.

۱۰/ ۴۰۶۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' عنقریب تم میں سے ہر شخص سے اس کا رب اس حال میں کلام فرمائے گا کہ آدمی اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا' پس آدمی اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے آگے بھیجے ہوئے عمل ہی نظر آئیں گے' اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو ادھر بھی اپنے آگے بھیجے ہوئے عمل ہی دیکھے گا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو سامنے اسے جہنم کی آگ کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پس تم آگ سے بچو' اگرچہ کھجور

کے ایک ٹکڑے (کے صدقے کرنے) کے ذریعے سے ہی ہو۔ بخاری و مسلم (اس کی تخریج کے لئے دیکھئے' باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر' رقم ۲۳/ ۱۳۹)

تخریج: تقدم تخریجه في باب بيان كثرة طرق الخير برقم۱۳۹.

۴۰۶۔ **فوائد**: یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے' یہاں اسے خشیت الٰہی کے باب میں دوبارہ لایا گیا ہے' کیونکہ اس میں خوف الٰہی کی ترغیب اور محشر کی ہولناکیوں سے ترہیب بھی ہے۔

٤٠٧ ـ وعن أبي ذرٍّ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنِّي أَرَى مَا لا تَرَوْنَ، أَطَّتِ السَّماءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِداً للهِ تَعَالى، واللهِ! لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيراً، وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ إلى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إلى اللهِ تَعَالى» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسن. وَ «أَطَّتْ» بفتح الهمزة وتشديد الطاءِ، وَ «تَئِطُّ» بفتح التاءِ وبعدها همزة مكسورة، وَالأَطِيطُ: صَوْتُ الرَّحْلِ وَالْقَتَبِ وَشِبْهِهِمَا، وَمَعْنَاهُ: أَنَّ كَثْرَةَ مَنْ فِي السَّمَاءِ مِنَ المَلائِكَةِ العَابِدِينَ قَدْ أَثْقَلَتْهَا حَتَّى أَطَّتْ.

وَ «الصُّعُدَاتُ» بضم الصاد والعين: الطُّرُقَاتُ، ومعنى «تَجْأَرُونَ»: تَسْتَغِيثُونَ.

۱۱/ ۴۰۷۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے' آسمان چر چراتا ہے اور اس کے لائق ہے کہ وہ چر چرائے' اس میں چار انگلیوں کی بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی ٹیکے اللہ کے آگے سجدہ ریز نہ ہو۔ اللہ کی قسم اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ اور تم بستروں پر (اپنی) عورتوں کے ساتھ لطف اندوز ہونا ترک کر دو اور تم اللہ سے پناہ چاہتے ہوئے (جنگلوں کے) راستوں کی طرف نکل جاؤ۔

(ترمذی' امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔)

اطت' ہمزہ پر زبر اور طاء پر تشدید۔ تئط' تاء پر زبر' اس کے بعد ہمزہ پر زیر۔ الیط پالان' کجاوہ اور ان جیسی چیزوں کی آواز۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان پر عبادت گزار فرشتوں کی کثرت نے آسمان کو اتنا بوجھل کر دیا ہے کہ وہ بوجھ سے چر چراتا ہے۔ صعدات' صاد اور عین دونوں پر پیش۔ معنی ہیں راستے۔ تجأرون کے معنی ہیں' پناہ اور مدد طلب کرتے ہوئے۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب قول النبي ﷺ «لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا....».

۴۰۷۔ **فوائد**: (۱) اس میں بھی خوف الٰہی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے' کیونکہ ایک مومن کے دل میں اللہ کی جتنی عظمت و جلالت ہوگی' اتنا ہی اس کے دل میں اللہ کے عذاب کا خوف اور اس کی رحمت کی امید ہوگی اور وہ طاعات کا ارتکاب اور معصیات سے اجتناب کرے گا۔ (۲) فرشتوں کی کثرت کا بیان ہے جو ہمہ وقت اللہ کی

عبادت میں مصروف اور اس کی بارگاہ نیاز میں سجدہ ریز رہتے ہیں۔ جب فرشتوں کا یہ حال ہے جو ایک لمحے کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے تو انسان کے لئے' جو ہر وقت حدود الٰہی کو پامال کرنے میں لگا رہتا ہے' اللہ کی عبادت کتنی ضروری ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ نافرمانیوں سے باز رہے اور اللہ سے مدد اور پناہ طلب کرتا رہے۔

٤٠٨ ـ وعن أبي بَرْزَةَ ـ بِرَاءٍ ثُم زَايٍ ـ نَضْلَةَ بنِ عُبَيْدٍ الأسْلَمِيِّ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ فِيهِ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلاهُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۱۲/۴۰۸۔ حضرت ابو برزہ (پہلے راء اور پھر زاء) نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قیامت والے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے (یعنی بارگاہ الٰہی سے جانے کی اجازت نہیں ہو گی) یہاں تک کہ اس سے (پانچ چیزوں کی بابت) نہ پوچھ لیا جائے۔ اس کی عمر کے متعلق کہ اس نے اسے کن کاموں میں ختم کیا؟ اس کے علم کے متعلق کہ اسے اس نے کن چیزوں میں خرچ کیا' اس کے مال کے بارے میں' اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اس کے جسم کے بارے میں کہ کن چیزوں میں اسے بوسیدہ کیا (کھپایا)۔ (ترمذی' امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في شأن الحساب والقصاص.

۴۰۸۔ فوائد: (۱) اس میں سب سے پہلے حیات مستعار کی قدر و قیمت اور اس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے۔ اسے اللہ کی نافرمانی میں صرف نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس کا حساب دینا ہو گا۔ (۲) علم کے متعلق یہ سوال ہو گا کہ جو کچھ تم جانتے تھے اس پر کیا عمل کیا۔ اس سے اس اَمر کی ترغیب ملتی ہے کہ انسان دین و شریعت کا علم حاصل کرے کہ وہی اس کے لئے نافع ہے اور پھر اسے اللہ کی رضا کے لئے نیک کاموں میں خرچ کرے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو اسے اس کا جواب سوچ لینا چاہئے کہ وہ روز قیامت بارگاہ الٰہی میں کس طرح سرخ رو ہو گا؟ مال کے بارے میں سوال سے واضح ہے کہ انسان صرف حلال اور جائز طریقے سے ہی دولت کمائے اور جائز جگہوں پر ہی اسے صرف بھی کرے۔ اگر اس نے دولت کمانے کے لئے ناجائز طریقہ اختیار کیا یا اللہ کی نافرمانی میں اسے خرچ کیا' ان دونوں صورتوں میں وہ عنداللہ مجرم ہو گا اور اس کی اس کو جواب دہی کرنی ہو گی۔ اپنے جسم کو محرمات سے بچائے اور اسے اللہ کے حکموں کا پابند کرے' اس میں کوتاہی کرنے کی صورت میں جب اس سے باز پرس ہو گی تو پھر مواخذہ الٰہی سے بچنا مشکل ہو گا۔ غرض اس میں عنداللہ مسئولیت کا احساس دلایا گیا ہے تاکہ انسان دنیا میں اس کا خیال رکھے اور قیامت کی شرمندگی سے وہ بچ جائے۔ کاش انسان اس باز پرس کے تصور کو ہر وقت اپنے سامنے رکھے۔

٤٠٩ ـ وعن أبي هريرة رضي الله

۱۳/۴۰۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عنه، قال: قرأ رسولُ اللهِ ﷺ: ﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴾ ثم قال: «أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا؟» قالوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قال: «فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا تَقُولُ: عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا، فَهٰذِهِ أَخْبَارُهَا» رواه التِّرْمِذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی آیت یومئذ تحدث اخبارھا (سورۂ زلزال) جس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی' تلاوت فرمائی پھر فرمایا' کیا تم جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا' اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندے اور عورت کے خلاف ان کاموں کی گواہی دے گی جو اس کی پشت پر انہوں نے کئے' وہ کہے گی تو نے فلاں فلاں کام فلاں فلاں دن میں کیا' پس یہی اس کی خبریں ہیں۔ (ترمذی' امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة، باب الأرض تحدّث أخبارها يوم القيامة.

شیخ البانی نے اسے ضعیف ترمذی میں درج کیا ہے' ملاحظہ ہو رقم ۲۵۵۹ و رقم ۳۵۹۱

۴۰۹۔ فوائد: اس میں اللہ کی قدرت کاملہ کا بیان ہے کہ وہ زمین کو قوت گویائی عطا فرمائے گا اور وہ اپنی پشت پر کئے گئے عملوں کی گواہی دے گی۔ اس میں انسان کے لئے سخت تنبیہہ ہے کہ وہ کتنا بھی لوگوں سے چھپ کر گناہ کرلے' وہ اللہ سے اور اس کے نظام احتساب سے نہیں بچ سکتا۔

٤١٠ ـ وعن أبي سعيدٍ الخُدْريِّ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ، وَاسْتَمَعَ الإِذْنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ» فَكَأَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلَى أَصْحَابِ رسولِ اللهِ ﷺ، فقال لَهُمْ: «قُولُوا: حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ. «الْقَرْنُ»: هُوَ الصُّورُ الَّذِي قال الله تعالى: ﴿ وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ ﴾ كَذَا فَسَّرَهُ رسولُ الله ﷺ.

۱۴/۴۱۰۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں کس طرح ہنسی خوشی رہ سکتا ہوں جب کہ صور (پھونکنے) والا صور کو منہ میں لئے ہوئے ہے اور اللہ کی اجازت پر کان لگائے ہوئے ہے کہ کب اسے (صور) پھونکنے کا حکم دیا جائے اور وہ صور پھونکے۔ پس یہ بات رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر گویا گراں گزری' چنانچہ آپ نے ان سے کہا (گھبراؤ نہیں' بلکہ) کہو حسبنا اللہ ونعم الوکیل ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ (ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔) القرن' وہ صور ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "صور میں پھونکا جائے گا" (سورۂ یٰسین' ۵۱) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ (جیسا کہ ترمذی میں ہے الصور قرن ینفخ فیہ۔ صور' ایک نرسنگا ہے جس میں پھونکا

جائے گا)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب التفسير، سورة الزمر.

۴۱۰۔ فوائد: (۱) اس میں نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خوف الٰہی اور فکر آخرت کا بیان ہے۔ جس میں ہمارے لئے سخت عبرت و تنبیہہ ہے کہ وہ پاک' محفوظ یا مغفور ہونے کے باوجود کس طرح اللہ سے اور میدان محشر کی ہولناکیوں کے تصور سے لرزاں و ترساں رہتے تھے' اور آج ہم لوگ ہیں کہ زفرق تابقدم (سر سے پاؤں تک) گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں' رات دن اللہ کی نافرمانی کرتے اور احکام و فرائض الٰہی سے غفلت اور اعراض ہمارا شعار ہے' اس کے باوجود ہمارے دلوں میں اللہ کا خوف ہے نہ آخرت کی فکر۔ (۲) خوف اور فکر کے وقت اللہ سے مدد طلب کی جائے اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا ورد کیا جائے۔ یہ بڑا اچھا اور پر تاثیر ورد ہے یہ کسی پریشانی اور صدمے کے وقت بھی پڑھ سکتے ہیں۔

٤١١ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ خَافَ أَدْلَجَ، وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ المَنْزِلَ. أَلا إنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ، أَلا إنَّ سِلْعَةَ اللهِ الجَنَّةُ» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

وَ «أَدْلَجَ» بإسْكان الدَّال، ومعناه: سَارَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَالمُرَادُ: التَّشْمِيرُ في الطَّاعَة. والله أعلم.

۱۵ / ۴۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو (دشمن کے حملے سے) ڈرا اور رات کے ابتدائی حصے میں نکل گیا اور جو رات کی ابتدا میں نکل گیا' وہ منزل کو پہنچ گیا' اچھی طرح سن لو' اللہ کا سودا گراں قیمت ہے' خبردار! اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی' اور امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن ہے۔)

ادلج ' دال کے سکون کے ساتھ' رات کے پہلے حصے میں نکل کھڑا ہوا۔ مراد اللہ کی اطاعت میں سرگرمی سے حصہ لینا ہے۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة، باب من خاف أدلج وسلعة الله غالية.

ترمذی کے بعض نسخوں میں یہ باب نہیں ہے' ان میں یہ حدیث باب ماجاء فی صفۃ اوانی الحوض کے بعد' ایک باب میں آئی ہے۔

۴۱۱۔ فوائد: امام طیبیؒ فرماتے ہیں۔ نبی ﷺ نے یہ مثال راہ آخرت کے سالک کے لئے بیان فرمائی ہے۔ اس لئے کہ شیطان اس راستے پر بیٹھا ہوا ہے اور انسان کا نفس اور اس کی جھوٹی آرزوئیں شیطان کی مددگار ہیں۔ اگر وہ اپنے سفر آخرت میں بیدار مغزی سے کام لے اور اپنے عملوں میں اخلاص کا اہتمام کرے تو وہ شیطان کے مکرو کید سے بھی بچ جاتا ہے اور اس کی مددگار جھوٹی آرزوئیں بھی اس کے راستے کو کھوٹا کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔ علاوہ ازیں آپؐ نے اس طرف بھی رہنمائی فرمائی کہ آخرت کے اس راستے کو طے کرنا نہایت سخت اور اس کا حصول بہت دشوار ہے' یہ معمولی سعی و کاوش سے حاصل نہیں ہو گا۔ جنت ایک نہایت گراں قیمت چیز ہے' جب تک انسان اس کے لئے اپنے جان و مال کی قربانی نہیں دے گا' جنت کی نعمتوں کا استحقاق بھی حاصل نہیں کر سکے گا۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ (التوبۃ' ۱۱۱) (تحفۃ الاحوذی)

٤١٢ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها، قالت: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ القِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا» قُلْتُ: يا رسولَ الله! الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيعاً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إلى بَعْضٍ!؟ قال: «يَا عَائِشَةُ! الأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهِمَّهُمْ ذلِكَ». وفي روايةٍ: «الأَمْرُ أَهَمُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إلى بَعْضٍ» متفقٌ عليه.

«غُرْلًا» بضمِّ الغَيْنِ المُعْجَمَةِ، أَي: غَيْرَ مَخْتُونِينَ.

۱۶/ ۴۱۲ - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' کہ قیامت والے دن لوگ' ننگے پاؤں' ننگے بدن اور غیر مختون (بغیر ختنے کے) اکٹھے کئے جائیں گے۔ (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ' (وہاں تو) مرد اور عورتیں اکٹھے ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا' معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہو گا؟ (یعنی موقف حساب کی ہولناکی اور شدت ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی مہلت ہی نہیں دے گی) دوسری روایت میں ہے' معاملہ اس سے کہیں زیادہ اہم ہو گا کہ ان کا بعض' بعض کو دیکھے۔ (بخاری و مسلم)

غرلا' غین کے پیش کے ساتھ' جن کے ختنے نہ ہوئے ہوں (جیسا کہ بچہ پیدائش کے وقت ہوتا ہے)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب كيف الحشر؟ - وصحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها . . . ، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة.

۴۱۲- فوائد: اس میں بھی میدان محشر کی ہولناکیوں کا بیان ہے۔ جس سے باب کا حدیث سے تعلق واضح ہے۔ مطلب اس باب اور اس میں نقل کردہ احادیث کا یہ ہے کہ ایک مومن کو آخرت کی تیاری اور روز محشر بارگاہ الٰہی میں پیش ہو کر جواب دہی کے احساس و تصور سے غافل نہیں رہنا چاہئے' بلکہ اس دن کی ذلت و رسوائی سے بچنے کے لئے ایمان و تقویٰ کی زندگی گزارنی چاہئے۔ جو لوگ ایسا نہیں کریں گے' اور آخرت کی فکر اور اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو کر زندگی گزاریں گے' انہیں اللہ کی نافرمانی کرنے اور حدود الٰہی کو توڑنے میں کوئی باک نہیں ہو گا۔ لیکن اس کا نتیجہ آخرت کا عذاب اور ذلت و رسوائی ہو گا۔

٥١ ـ بابُ الرَّجَاءِ

۵۱- اللہ تعالیٰ سے امید و رجاء کا بیان

قال الله تعالى: ﴿قُلْ يَٰعِبَادِىَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ﴾ [الزمر: ٥٣] وقال تعالى: ﴿وَهَلْ نُجَٰزِىٓ إِلَّا ٱلْكَفُورَ﴾ [سبأ: ١٧] وقال تعالى: ﴿إِنَّا قَدْ أُوحِىَ إِلَيْنَآ أَنَّ ٱلْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ﴾ [طه: ٤٨] وقال تعالى:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! فرما دیں' اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی (اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کر کے) اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا' وہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ہم ناشکرے اور نافرمان ہی کو بدلہ دیتے ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے : بے شک وحی کی گئی ہماری طرف کہ عذاب کے مستحق وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ [الأعراف: ١٥٦].

اور فرمایا: اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے (یعنی دنیا میں ہر ایک پر حاوی اور غالب ہے لیکن آخرت میں یہ صرف متقین کے لئے ہو گی)۔

فوائد آیات: ان آیات میں اللہ کے نافرمانوں کو ڈرایا بھی گیا ہے اور انہیں امید کی کرن بھی دکھائی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ساری زندگی نافرمانی میں ہی گزار دی اور آخر وقت تک انہیں ایمان اور توبہ کی سعادت نصیب نہیں ہوئی تو ان کے لئے تو جہنم کا ابدی عذاب ہے۔ تاہم جن لوگوں میں توبہ اور ندامت کا احساس پیدا ہو جائے' چاہے وہ کتنے ہی گناہ گار ہوں' انہیں ایمان و توبہ کا راستہ اختیار کر کے کفر و شرک اور معاصی سے باز آجانا چاہئے۔ ایسے لوگ یہ نہ سوچیں کہ عمر تو عشق بتاں میں گزر گئی' اب آخر میں مسلمان ہونے کا کیا فائدہ؟ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان اور غفور ہے وہ تمام گناہ بخشنے پر قادر ہے۔ آخری وقت میں بھی سچے دل سے مسلمان یا تائب ہو جائیں گے اور ایمان و عمل کے تقاضوں کو بروئے کار لائیں گے تو اللہ کی رحمت سے ناامید ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

گویا یہ آیت ان کے لئے امید کی کرن ہے جن کی ساری زندگی کفر و شرک یا معصیت کے اندھیروں میں گزر گئی۔ اب اگر وہ مسلمان یا معصیتوں سے تائب ہونا چاہیں تو شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈال دے کہ تمہارے تو گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ اب وہ معاف ہی نہیں ہو سکتے۔' اس لئے مسلمان ہونے کا یا توبہ کرنے کا کیا فائدہ؟ اللہ نے فرمایا' یہ شیطانی وسوسہ ہے' تم اللہ کے در پر آؤ تو سہی' اس کی رحمت کا دروازہ تمہیں اپنی آغوش میں لینے کے لئے ہر وقت وا ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے جو عام لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ و رسولؐ کے ماننے کے دعوؤں کے ساتھ اس کی ہدایات و تعلیمات کی مٹی پلید کرتے رہو' اس کی حدوں اور ضابطوں کو پامال کرتے رہو اور دیدہ دلیری کے ساتھ اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرتے رہو اور وعظ و نصیحت کرنے اور خوف الٰہی یاد دلانے پر پوری ڈھٹائی سے کہہ دو' کوئی فکر والی بات نہیں' اللہ تو بہت مہربان اور بڑا بخشنے والا ہے۔ اللہ کے خوف اور اس کے عذاب سے یہ بے نیازی نہایت خطرناک ہے' ایسے خوش گمانوں کے لئے اس کا عذاب بھی دردناک ہے۔

اللہ کی رحمت کی امید رکھنا' بلاشبہ ضروری اور ایمان کا حصہ ہے' رحمت الٰہی سے مایوسی یقیناً کفر و ضلالت ہے۔ لیکن امید کے لئے کوئی بنیاد بھی تو ہونی چاہئے۔ ایک شخص تخم حنظل بو کر امید رکھے کہ اس کے باغ میں ثمرہائے شیریں پیدا ہوں گے۔ لوگ اسے امید نہیں حماقت اور خلل دماغ کہیں گے۔ ایک شخص پڑھے لکھے اور محنت کئے بغیر یہ امید اپنے دل میں پال لے کہ ڈاکٹر' انجینئر' سائنس دان' بڑا تاجر یا صنعت کار بن جاؤں گا' کیا ایسی بے بنیاد امید کے بر آنے کی کوئی توقع کی جا سکتی ہے؟ پھر اللہ کے حکموں سے بغاوت اور سرکشی کر کے کس

طرح اللہ کی رحمت کی امید کی جا سکتی ہے؟ یہ امید نہیں' سفاہت و جہالت ہے اور اللہ کی عظمت و جلالت اور اس کے عدل و انصاف کا انکار ہے۔

بہرحال یہ تھوڑی سی وضاحت اس لئے کی گئی ہے کہ رحمت الٰہی کا یہ عنوان اور اس کا غلط مفہوم بھی لوگوں کی بے عملی بلکہ بد عملی کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سوء فہم سے محفوظ رکھے اور اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کی توفیق سے نوازے۔

اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ فرمائیں:

٤١٣ ـ وعن عُبَادَةَ بنِ الصامتِ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ شَهِدَ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، والجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ، أَدْخَلَهُ اللهُ الجَنَّةَ عَلَى ما كانَ مِنَ العَمَلِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۴۱۳۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ؈ اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی روح ہیں اور جنت اور دوزخ حق ہیں' اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا' جس عمل پر بھی وہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

وفي روايةٍ لمسلم: «مَنْ شَهِدَ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النَّارَ».

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے' جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم حرام فرما دی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب قوله تعالى ﴿يأهل الكتاب لا تغلوا في دينكم﴾ وكتاب التفسير ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب من لقى الله بالإيمان وهو غير شاك فيه دخل الجنة.

۴۱۳۔ فوائد: اس میں رسولوں کی عبدیت کا بیان اور ان لوگوں کے عقائد کی نفی ہے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو الوہی صفات سے متصف کیا یا انہیں کسی اعتبار سے اللہ کا جزء قرار دیا۔ جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ؈ کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہا' یہودیوں نے حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور یہی گمراہی امت محمدیہ کے ایک گروہ میں آگئی' انہوں نے نبی کریم ﷺ کی بابت نور من نور اللہ کا عقیدہ گھڑ لیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف قرار دے کر انہیں عبدیت سے نکال دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسولوں کی عبدیت کا اقرار ایمان کا حصہ اور اس سے انکار ایمان کے ایک حصے کا انکار اور توحید الٰہی سے اعراض ہے۔

حضرت عیسیٰ؈ کے کلمۃ اللہ ہونے کا مطلب ہے کہ وہ اسباب عادیہ سے ہٹ کر بغیر باپ کے صرف اللہ کے

حکم سے پیدا ہوئے اور روح اللہ (اللہ کی روح) انہیں شرف و عزت کے طور پر کہا گیا ہے' جیسے اونٹنی کی اور خانہ کعبہ کی نسبت اللہ کی طرف شرف و تکریم کے طور پر کی گئی ہے' ناقۃ اللہ' بیت اللہ' یہ اضافت تشریفی کہلاتی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب ایک مومن کو ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں کا عقیدہ ہے' بلکہ وہ مومن ہی رہتا اور اس کا استحقاق جنت برقرار رہتا ہے۔ تاہم یہ دخول جنت اللہ کی مشیت پر موقوف ہے' وہ چاہے تو گناہ گار مومن کے گناہ معاف فرما کر پہلے مرحلے میں ہی جنت میں داخل فرما دے اور اگر چاہے تو کچھ عرصہ بطور سزا جہنم میں رکھنے کے بعد۔۔ گویا مومن پر جہنم کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مومن کے لئے جہنم کی سزا دائمی نہیں ہے' بلکہ اس کے گناہوں کے مطابق عارضی ہے۔ جب وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت لے گا' یا اس کے بغیر بھی جب اللہ چاہے گا یا کسی کی سفارش پر اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

٤١٤ ـ وعن أبي ذرٍّ رضي اللهُ عنه، قال: قال النَّبيُّ ﷺ: «يقولُ اللهُ عزَّ وَجَلَّ: مَنْ جاءَ بِالحَسَنَةِ، فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا أَوْ أَزِيدُ، وَمَنْ جاءَ بِالسَّيِّئَةِ، فَجَزاءُ سَيِّئَةٍ مِثْلُها أَوْ أَغفِرُ. وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْراً، تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعاً، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعاً، تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعاً، وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي، أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً، وَمَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الأَرْضِ خَطِيئَةً لا يُشْرِكُ بِي شَيْئاً، لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً». رواه مسلم.

۲ / ۴۱۴ ۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' اللہ عز و جل فرماتا ہے' جس نے ایک نیکی کی' اس کے لئے دس گنا اجر ہے یا اس سے بھی زیادہ میں دوں گا اور جس نے برائی کی' اس کا بدلہ اس کی مثل ہو گا۔ (زیادہ نہیں) یا میں (بخش (ہی) دوں گا۔ جو مجھ سے ایک بالشت کے برابر (نیکیوں کے ذریعے سے) قریب ہو گا' میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہو گا' میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوں گا' جو میرے پاس چل کر آئے گا' میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آؤں گا اور جو مجھ سے زمین (بھر) برائی لے کر ملے گا (لیکن) وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو' تو میں اس سے اسی قدر بخشش لے کر ملوں گا۔ (مسلم)

معنى الحديث: «مَنْ تَقَرَّبَ» إليَّ بطاعَتي «تَقَرَّبْتُ» إلَيْه برَحْمَتي، وَإِنْ زَادَ زِدْتُ، «فَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي» وَأَسْرَعَ في طاعَتي «أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً» أَيْ: صَبَبْتُ عَلَيْهِ الرَّحْمَةَ، وَسَبَقْتُهُ بها، وَلَمْ أُحْوِجْهُ إلى المَشْيِ الكَثِيرِ فِي الوُصُولِ إلى المَقْصُودِ،

حل لغات: من تقرب کے معنی ہیں' جو میری طاعت کے ذریعے سے میرے قریب ہو' تو میں اپنی رحمت کے ساتھ اس کے قریب ہوتا ہوں؟ اگر وہ میری طاعت میں سرگرمی سے حصہ لیتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں یعنی میں اس پر رحمت کا دریا بہا دیتا اور رحمت کے ساتھ اس کی طرف پیش قدمی کرتا

وَ«قُرَابُ الأَرْضِ» بضمِّ القافِ ويُقالُ: بكسرِها، والضمّ أصحّ، وأشهر، ومعناه: ما يُقارِبُ مِلأَها، واللهُ أعلم.

ہوں اور اسے مقصود حاصل کرنے کے لئے زیادہ چلنے کی تکلیف نہیں دیتا اور قراب الارض' قاف پر پیش' بعض کے نزدیک قاف پر زیر ہے' لیکن پیش زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ اس کے معنی ہیں' جو قریب زمین کو بھر دے۔ واللہ اعلم

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الذكر والدعاء والتقرب إلى الله تعالى.

۴۱۴۔ فوائد: اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے اس فضل و کرم کی وسعت کا بیان ہے جس کا اظہار اس کی طرف سے اپنے اطاعت گزار بندوں کے لئے ہوتا رہتا ہے اور قیامت والے دن بطور خاص ہو گا اور وہ ایک ایک نیکی پر کم از کم دس دس گنا اجر ضرور دے گا اور اس سے زیادہ بھی جتنا وہ چاہے گا' حتیٰ کہ سات سو گنا بلکہ اس سے زیادہ تک۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ مومن اس کے عفو و مغفرت کی امید رکھے اور اس کی مغفرت سے مایوس نہ ہو۔

٤١٥ ـ وعن جابر رضيَ الله عنه، قالَ: جاءَ أَعرابيٌّ إلى النَّبيِّ ﷺ، فقال: يا رَسُولَ اللهِ! ما المُوجِبَتَانِ؟ فَقالَ: «مَنْ مَاتَ لا يُشْرِكُ باللهِ شَيْئاً دَخَلَ الجَنَّةَ، وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، دَخَلَ النَّارَ» رواهُ مُسلم.

۳ / ۴۱۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ! دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا' جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا' وہ جنت میں جائے گا اور جس کو اس حال میں موت آئی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا تھا' تو وہ جہنم میں جائے گا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل علي أن من مات لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة.

۴۱۵۔ فوائد: اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مومن و موحد بالآخر جنتی ہے' چاہے وہ ابتدا میں ہی جنت میں چلا جائے یا سزا بھگت کر۔ وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ خلود فی النار (دوزخ میں ہمیشہ رہنے) کا مستحق صرف کافر اور مشرک ہے۔

٤١٦ ـ وَعَنْ أَنَسٍ رضي اللهُ عنه، أَنَّ النَّبيَّ ﷺ، وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قالَ: «يا مُعاذُ»، قال: لَبَّيْكَ يا رَسُولَ اللهِ! وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «يا مُعَاذُ»، قالَ: لَبَّيْكَ

۴ / ۴۱۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' بے شک نبی کریم ﷺ نے' جب کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپؐ کے پیچھے سواری پر سوار تھے' ارشاد فرمایا۔ اے معاذ! انہوں نے عرض کیا' یا رسول اللہ حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا'

يَـا رَسُـولَ اللهِ! وَسَعْـدَيْـكَ، قَـالَ: «يَا مُعَاذُ»، قالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! وَسَعْدَيْكَ، ثَلاثاً، قالَ: «ما مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّـداً عَبْـدُهُ وَرَسُولُهُ صِدْقاً مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلى النَّارِ»، قالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلا أُخْبِرُ بِها النَّـاسَ فَيَسْتَبْشِـرُوا؟ قـال: «إِذاً يتكِلُـوا» فَأَخْبَرَ بِها مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّماً. متفقٌ عليه. وقوله: «تَأَثُّماً» أي: خَوْفاً مِنَ الإِثْمِ في كَتْمِ هذا العِلْمِ.

اے معاذ! انہوں نے عرض کیا' حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ تین مرتبہ آپ ؐ نے انہیں پکارا اور معاذ نے لبیک و سعدیک کہا۔ (اس کے بعد) آپ ؐ نے ارشاد فرمایا' جو بندہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بشرطیکہ یہ گواہی دل کی سچائی سے ہو' تو اللہ اس کو جہنم کی آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا' اللہ کے رسول' کیا یہ بات میں لوگوں کو نہ بتلاؤں؟ تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ ؐ نے فرمایا' تب وہ اسی پر بھروسہ کر لیں گے (اور عمل سے غافل ہو جائیں گے) چنانچہ حضرت معاذؓ نے (اس بات کو اپنے تک محدود رکھا اور) اپنی موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لئے اس فرمان نبویؐ کو بیان فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب من خصَّ بالعلم قوما دون قوم ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل علي أن من مات علي التوحيد دخل الجنة قطعاً-حديث رقم٣٢.

۴۱۶۔ فوائد: امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ دل کی سچائی سے' کا مطلب ہے استقامت اور توحید و رسالت کی گواہی کے تقاضوں کا اہتمام' حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام طیبی کا مقصد اس وضاحت سے اس اشکال کو دور کرنا ہے جو حدیث کے ظاہر الفاظ سے نکلتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں عموم ہے کہ جو بھی توحید و رسالت کی گواہی دے گا' وہ جہنم میں نہیں جائے گا' جب کہ اہل سنت کے نزدیک دیگر دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ گناہ گار مومن جہنم میں بطور سزا جائیں گے اور پھر شفاعت سے نکالے جائیں گے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا مفہوم متعین ہو گا اور وہ یہ ہے کہ اس کا عموم اعمال صالحہ کے ساتھ مقید ہے۔ یعنی جو توحید و رسالت کی گواہی کے ساتھ احکام و فرائض اسلام کی پابندی اور ایمان و تقویٰ کے تقاضوں کا بھی اہتمام کرے گا' وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ بعض کے نزدیک اس حدیث سے ایسے لوگ مراد ہیں جنہوں نے کفر و شرک سے تائب ہو کر سچے دل سے توحید و رسالت کا اقرار کر لیا' لیکن اس کے فوراً بعد انہیں موت آگئی اور انہیں عمل کا موقع ہی نہیں ملا۔ یہ لوگ یقیناً جنتی ہوں گے اور بعض کے نزدیک' جہنم پر حرام ہونے کا مطلب یہ ہے' کہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ان کے لئے حرام ہے' مطلقاً جہنم میں داخل ہونا حرام نہیں۔ مومن اپنے گناہ کی وجہ سے (اگر اللہ چاہے گا تو) عارضی طور پر جہنم میں جائے گا اور پھر اسے نکال لیا جائے گا۔

اس سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ عام لوگوں کے سامنے ایسی چیزیں بیان نہیں کرنی چاہئیں جن کا صحیح طور پر سمجھنا ان کے لئے مشکل ہو اور اپنی نافہمی کی وجہ سے وہ انہیں اپنی بے عملی اور بد عملی کے لئے وجہ جواز بنا لیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری۔ باب مذکور)

٤١٧ ـ وعَنْ أبي هريرةَ ـ أَوْ أبي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، رضي الله عنهما، شَكَّ الـرَّاوِي، وَلَا يَضُـرُّ الشَّـكُّ فـي عَيـنِ الصَّحابيِّ؛ لأنهم كُلَّهُمْ عُدُولٌ ـ قال: لَمَّا كانَ غَزْوَةُ تَبُوكَ، أصابَ الناسَ مَجاعَةٌ، فَقالُوا: يا رَسُولَ اللهِ! لَوْ أَذِنْتَ لنَا فَنَحَرْنَا نَـوَاضِحَنـا، فَـأَكَلْنـا وادَّهَنَّـا؟ فَقَـالَ رَسُـولُ اللهِ ﷺ: «افْعَلُـوا»، فَجَـاءَ عُمَـرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فقالَ: يا رَسُولَ اللهِ! إنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظهْرُ، وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، ثُمَّ ادْعُ اللهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالبَرَكَةِ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَجْعَلَ فِي ذٰلِكَ البَرَكَةَ. فَقَالَ رَسُـولُ اللهِ ﷺ: «نَعَـمْ»، فَـدَعَـا بِنِطَـعٍ فَبَسَطَهُ، ثُمَّ دَعا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ، وَيَجِيءُ الآخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ، وَيَجِيءُ الآخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيرٌ، فَـدَعَـا رَسُـولُ اللهِ ﷺ بـالبَـرَكَـةِ، ثُـمَّ قَـالَ: «خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ»، فَأَخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتَّى مَا تَرَكُوا فِي العَسْكَرِ وِعاءً إلَّا مَلَؤُوهُ، وَأَكَلُـوا حَتَّـى شَبِعُـوا وَفَضَـلَ فَضْلَـةٌ، فقَـالَ رَسُـولُ اللهِ ﷺ: «أَشْهَـدُ أَنْ لا إلٰـهَ إلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، لا يَلْقَى اللهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ، فَيُحْجَبَ عَنِ الجَنَّةِ» رواهُ مسلم.

۵/۴۱۷۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما' (ان میں سے کسی ایک) سے روایت ہے۔ راوی نے شک کا اظہار کیا ہے اور صحابی کی تعیین میں (صحابی سے روایت کرنے والے راوی کا) شک مضر نہیں ہے۔ کیونکہ صحابی کوئی بھی ہو' سب عدول ہیں (یعنی روایت حدیث میں معتبر ہیں)۔ روایت یہ ہے کہ جب غزوۂ تبوک ہوا' تو اس موقعے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو سخت بھوک لگی' انہوں نے' عرض کیا' یا رسول اللہ! اگر آپ ؐ اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم اپنے اونٹ نحر(ذبح) کر لیں اور ان کا گوشت کھائیں اور چربی حاصل کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ٹھیک ہے) کر لو۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے اور انہوں نے (یہ بات سن کر) کہا! یا رسول اللہ' آپ ؐ اس طرح کریں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ البتہ آپ ؐ یہ کریں کہ ان سے ان کے بچے کھچے کھانے کا سامان منگوا لیں' پھر ان پر ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرما دیں۔ شاید (اس طرح) اللہ تعالیٰ ان کے لئے اس میں برکت ڈال دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہاں' ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپ ؐ نے چمڑے کا ایک دستر خوان منگوایا اور اسے بچھا دیا' پھر آپ ؐ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ان کے بچے کھچے زاد راہ منگوائے۔ پس کوئی مکئی کی ایک مٹھی لایا' دوسرا کوئی کھجور کی مٹھی اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا' یہاں تک کہ دستر خوان پر اس سے کچھ چیزیں جمع ہو گئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی اور پھر فرمایا' اپنے (اپنے) برتنوں میں ڈال لو۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے برتنوں میں ڈالنا شروع کیا' یہاں تک کہ لشکر میں انہوں نے کوئی برتن ایسا نہیں

چھوڑا جسے نہ بھرا ہو (علاوہ ازیں) سب نے کھایا' یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ بھی کلمہ توحید و رسالت کے ساتھ اللہ کو ملے اس حال میں کہ اسے کوئی شک و شبہ نہ ہو' پھر اسے جنت میں جانے سے روک دیا جائے؟ (یعنی ایسا نہیں ہو گا' بلکہ وہ سیدھا جنت میں جائے گا)۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل علي أن من مات علي التوحيد دخل الجنة قطعا، حديث رقم٣٢.

۴۱۷۔ فوائد: اس میں نبی ﷺ کے معجزے کا اور آپؐ کی دعا کی تاثیر اور برکت کا بیان ہے کہ تھوڑا سا کھانا پورے لشکر کو کافی ہو گیا۔ غزوۂ تبوک کے شرکاء کی تعداد کتنی تھی؟ کسی مستند روایت میں یہ تعداد بیان نہیں ہوئی' حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" میں سیر و مغازی کی بعض روایات کے حوالے سے ۳۰ اور ۴۰ ہزار تک کی تعداد بیان کی ہے۔ یہ روایات اگرچہ محتاج صحت ہیں۔ تاہم صحیح بخاری کی روایت سے اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے شرکاء کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ روایت بخاری کے الفاظ ہیں۔

ترجمہ: "اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان کثیر تعداد میں شامل تھے' جنہیں کسی رجسٹر میں شمار کرنا نہایت مشکل تھا' اس میں کسی شخص کی غیر حاضری کا آپؐ سے مخفی رہ جانا ممکن تھا' الا یہ کہ وحی کے ذریعے سے آپؐ کو مطلع کر دیا جائے"۔ (صحیح بخاری' کتاب المغازی' باب غزوۃ تبوک' حدیث کعب بن مالکؓ) اس سے اتنا بہرحال ثابت ہوتا ہے کہ اس لشکر میں مسلمان بڑی بھاری تعداد میں شریک تھے۔ اس طرح چند سیر سامان خوراک ہزاروں افراد پر مشتمل لشکر کو کافی ہو گیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مفضول (غیر افضل) شخص اپنے سے افضل اور برتر شخص کو مشورہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح افضل شخص کو اپنے سے کم رتبہ لوگوں کے مشورے بھی سننے چاہئیں۔ ممکن ہے اس میں بہتری کا زیادہ پہلو ہو۔ اس سے نہ افضل کے رتبے میں کمی آتی ہے اور نہ اسے مفضول کی طرف سے افضل کی شان میں گستاخی قرار دیا جا سکتا ہے۔

٤١٨ ـ وَعَنْ عِتْبَانَ بنِ مَالِكٍ رضي اللهِ عنه، وهو مِمَّنْ شَهِدَ بَدْراً، قالَ: كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سالِمٍ، وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إذَا جَاءَتِ الأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُولَ

۶ / ۴۱۸۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے' یہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھاتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک ایسا (برساتی) نالہ پڑتا تھا کہ جب بارشیں (زیادہ) ہوتیں' تو

اللهِ ﷺ، فقلتُ له: إنّي أنكَرْتُ بَصَرِي، وَإنَّ الوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إذَا جَاءَتِ الأَمطارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أنَّكَ تَأتِي، فَتُصَلِّي فِي بَيْتِي مَكَاناً أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى، فقال رسُولُ اللهِ ﷺ: «سَأَفْعَلُ»، فَغَدا عليَّ رَسُولُ اللهِ، وأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عنه، بَعْدَ ما اشْتَدَّ النَّهارُ، وَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قالَ: «أَيْنَ تُحِبُّ أنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟» فَأَشَرْتُ لَهُ إلى المَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أنْ يُصَلِّيَ فيه، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ، فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيرَةٍ تُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِي، فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُم حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي البَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ: مَا فَعَلَ مَالِكٌ لا أَرَاهُ! فَقَالَ رَجُلٌ: ذلِكَ مُنَافِقٌ لا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، فقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لا تَقُلْ ذٰلِكَ، أَلا تَرَاهُ قالَ: لا إلٰهَ إلَّا اللهُ، يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ تَعالى؟!». فَقالَ: اللهُ ورَسُولُهُ أَعْلَمُ، أَمَّا نَحْنُ فَوَاللهِ! مَا نَرَى وُدَّهُ، وَلا حَدِيثَهُ إلَّا إلى المُنَافِقِينَ! فقالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «فإنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ على النَّارِ مَنْ قَالَ: لا إلٰهَ إلَّا اللهُ، يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ» متفقٌ عليه.

اسے پار کر کے ان کی مسجد تک جانا میرے لئے دشوار ہوتا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے عرض کیا کہ میری نگاہ کمزور ہو گئی ہے اور وہ نالہ' جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے' بارش آنے کی وجہ سے بہتا ہے اور اسے پار کرنا میرے لئے دشوار ہوتا ہے۔ پس میری خواہش ہے کہ آپؐ میرے گھر تشریف لائیں اور وہاں کسی جگہ پر نماز پڑھا دیں' میں اسے جائے نماز بنا لوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اچھا میں عنقریب (ایسا) کروں گا پس (دوسرے دن) صبح کے وقت' جب کہ سورج خوب چڑھ چکا تھا' رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی' میں نے آپؐ کو اجازت دے دی' آپؐ بیٹھے بھی نہیں اور فرمایا' تم اپنے گھر میں سے کس جگہ کو میرے نماز پڑھنے کے لئے پسند کرتے ہو؟ میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جس میں میں یہ پسند کرتا تھا کہ آپؐ نماز پڑھیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھ لی' آپؐ نے دو رکعتیں پڑھائیں' پھر سلام پھیر دیا' ہم نے بھی آپؐ کے سلام کے ساتھ سلام پھیر دیا۔ پس میں نے آپؐ کو اس خزیرہ (ایک مخصوص کھانا) کے لئے روک لیا جو آپؐ کے لئے تیار کیا گیا تھا' آس پاس کے گھرانوں نے بھی سن لیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف فرما ہیں' پس ان میں سے لوگ آنے شروع ہو گئے' حتیٰ کہ گھر میں بہت سے لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ ایک آدمی نے کہا' مالک کو کیا ہوا کہ میں اسے (یہاں) نہیں دیکھ رہا؟ ایک دوسرے شخص نے کہا' وہ تو منافق ہے' وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یہ بات مت کہو' کیا تم نے

نہیں دیکھا کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے؟ اس کے ذریعے سے وہ اللہ کی رضا مندی کا طالب ہے۔ اس نے جواب دیا' (حقیقت تو) اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں' جہاں تک ہمارا تعلق ہے' ہم تو اللہ کی قسم اس کی محبت اور اس کی بات چیت منافقین ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے اللہ کی رضا کے لئے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا' اللہ نے اس کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے' (بخاری و مسلم)

و «عِتْبان» بكسر العين المهملة، وإسكان التاء المُثَنَّاة فَوْقُ وبَعْدَها باءٌ مُوَحَّدَةٌ. وَ «الخَزِيرَةُ» بالخاءِ المُعْجَمَةِ، وَالزَّاي: هي دَقيقٌ يُطْبَخُ بشَحْمٍ. وقوله: «ثابَ رِجَالٌ» بالثَّاءِ المُثَلَّثَةِ، أَيْ: جَاؤُوا وَاجْتَمَعُوا.

عتبان' عین پر کسرہ' تاء ساکن اور اس کے بعد باء ہے۔ الخزیرہ' خاء اور زاء کے ساتھ' باریک آٹے اور چربی سے بنائی ہوئی ڈش۔ ثاب رجال' ثاء کے ساتھ' معنی ہیں' لوگ آئے اور جمع ہو گئے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلوٰة، باب المساجد في البيوت، وغيره من الكتب۔ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعا.

۴۱۸۔ فوائد: (۱) وادی دو پہاڑوں یا چٹانوں کے درمیان نشیبی جگہ کو کہا جاتا ہے' جو برساتی اور سیلابی پانی کی گزرگاہ ہوتی ہے۔ مالک سے مراد' مالک بن دخشن یا دخیشن ہے۔ جیسا کہ مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ خزیرہ' وہ کھانا ہے کہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے انہیں پکایا جاتا ہے' جب وہ گل جاتے ہیں تو اس میں باریک آٹے کی آمیزش کر دی جاتی ہے۔ اگر یہ گوشت کے بغیر ہو تو اسے عصیدہ کہا جاتا ہے۔ بعض روایات میں اس کے لئے جشیشہ کا لفظ آیا ہے' اسے دشیشہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ بھی خزیرہ کی طرح ہی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر شرعی کی وجہ سے آدمی گھر پر بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ (۲) اس کے لئے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر لینا بھی بہتر ہے۔ (۳) محض شبہے کی بنا پر کسی مومن کے بارے میں بدگمانی کرنا جائز نہیں۔ (۴) مومن بالآخر جنتی ہے۔ اس آخری نکتے کی وضاحت ہم پہلے کر آئے ہیں' اسے دوبارہ ملاحظہ فرما لیا جائے۔

٤١٩ ـ وعن عمرَ بنِ الخطَّابِ رضيَ اللهُ عنه، قال: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَبْيٍ، فَإذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسْعَى، إذْ وَجَدَتْ صَبِيّاً في السَّبْيِ أَخَذَتْهُ، فَأَلْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا، فَأَرْضَعَتْهُ، فقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

۷/ ۴۱۹۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے۔ پس (آپ نے دیکھا کہ) ان میں سے ایک عورت (اپنے بچے کی تلاش میں) دوڑتی پھرتی ہے۔ جب قیدیوں میں وہ کوئی بچہ پاتی تو اسے پکڑ کر اپنے سینے سے چمٹا لیتی اور اسے

«أَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟» قُلْنَا: لَا وَاللهِ! فَقَالَ: «لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا» متّفقٌ عليه.

دودھ پلانے لگتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے کہا' نہیں' اللہ کی قسم۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته - وصحیح مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالی.

۴۱۹- فوائد: (۱) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مسند اسماعیلی کی روایت میں مزید یہ الفاظ ہیں۔ (تلاش کرتے کرتے) اس نے اپنا بچہ بھی پا لیا اور پھر اس نے اسے پکڑ کر اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ حافظ ابن حجرؒ مزید فرماتے ہیں کہ سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ تو اس عورت سے گم ہو گیا تھا لیکن اس کے پستانوں میں دودھ جمع ہونے کی وجہ سے اسے تکلیف ہو رہی تھی' اس لئے جو بچہ بھی اسے ملتا وہ اسے دودھ پلانے لگ جاتی' تاکہ دودھ کی تخفیف سے اس کی تکلیف گھٹ جائے۔ پھر جب اس کا اپنا بچہ مل گیا تو اسے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور دودھ پلایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیدی عورتوں کی طرف (بقدر ضرورت) دیکھنا جائز ہے۔ (۲) جن چیزوں کا عقل اور حواس کے ذریعے سے ادراک ممکن نہیں' انہیں سمجھانے اور انسانی فہم کے قریب کرنے کے لئے مثال دینی جائز ہے۔ جیسے نبی ﷺ نے اللہ کی رحمت کی وسعت کو سمجھانے کے لئے' جس کو عقلاً سمجھنا ممکن نہیں ہے' اس عورت کی حالت کو بطور مثال پیش فرمایا۔ (۳) اس میں اخف الضررین (دو نقصان دہ چیزوں میں سے کم تر نقصان دہ چیز) کو اختیار کرنے کا بھی جواز ہے۔ کیونکہ اس عورت کو نبی ﷺ نے بچوں کو دودھ پلانے سے منع نہیں فرمایا' جب کہ یہ احتمال موجود تھا کہ بڑے ہو کر یہ آپس میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائیں۔ اس لئے کہ یہ صرف احتمال ہی تھا' جب کہ عورت کے دودھ میں تخفیف' اس کی فوری ضرورت تھی اور اس کا فائدہ یقینی تھا۔ (۴) اس میں "بندوں" کا لفظ عام ہے جس میں مومن اور کافر دونوں شامل ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے اس کی وضاحت کر دی ہے کہ اللہ کی رحمت دنیا میں عام ہے جس سے مومن و کافر دونوں ہی یکساں فیض یاب ہو رہے ہیں۔ لیکن آخرت میں یہ رحمت صرف اہل ایمان کے لئے خاص ہو گی اور کافر عذاب ہی سے دو چار ہوں گے' کیونکہ عدل کا تقاضا یہی ہے۔ ورحمتی وسعت کل شئی فساکتبها للذین یتقون الآیة (الاعراف' ۱۵۶) فتح الباری۔

٤٢٠ - وعن أبي هريرة رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ، كَتَبَ فِي كِتَابٍ، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي».

۸ / ۴۲۰ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے اپنی اس خاص کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے' لکھ دیا کہ میری رحمت' میرے غصے

پر غالب ہو گی۔

وفي روايةٍ: «غَلَبَتْ غَضَبي». وفي روايةٍ: «سَبَقَتْ غَضَبي» متفقٌ عليه.

اور ایک اور روایت میں ہے۔ میرے غصے (غضب) پر غالب ہے۔ ایک اور روایت میں ہے' میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب ﴿ويحذّركم الله نفسه﴾ وكتاب بدء الخلق، باب ﴿وهو الذي يبدأ الخلق ثم يعيده﴾ وغيرهما من الكتب ـ وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى.

۴۲۰۔ فوائد: امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد یا تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو اس نے کیا ہوا ہے۔ جیسے کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی (المجادلہ' ۲۱) میں کتب بمعنی قضٰی ہے۔ یا پھر اس سے مراد لوح محفوظ ہے' جس میں اس نے سب کچھ لکھ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور یہ کتاب بھی اس کے پاس ہے' اس کی حقیقت و کیفیت کو جاننے سے ہم قاصر ہیں' تاہم استواء علی العرش کی کیفیت جانے بغیر اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ (فتح الباری۔ کتاب التوحید' باب و کان عرشہ علی الماء)

٤٢١ ـ وعنه قال: سَمِعْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقول: «جَعَلَ اللهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ، وَأَنْزَلَ في الأَرْضِ جُزْءاً وَاحِداً، فَمِنْ ذٰلِكَ الجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الخَلائِقُ حَتَّى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ أَنْ تُصِيبَهُ». وفي روايةٍ: «إنَّ للهِ تَعالى مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الجِنِّ والإِنْسِ وَالبَهَائِمِ وَالهَوامِّ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ، وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ، وَبِهَا تَعْطِفُ الوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا، وَأَخَّرَ اللهُ تَعَالى تِسْعاً وتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ القِيَامَةِ» متفقٌ عليه.

۹ / ۴۲۱۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کئے' ان میں سے ننانوے اپنے پاس محفوظ رکھ لئے اور ایک حصہ زمین میں اتارا۔ اسی ایک حصے کی وجہ سے اللہ کی تمام مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہاں تک کہ ایک جانور بھی اپنا کھر اپنے بچے سے ہٹا لیتا ہے کہ کہیں اسے تکلیف نہ پہنچے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کے پاس سو رحمتیں ہیں' اس نے ان میں سے ایک رحمت جنوں' انسانوں' چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتاری ہے۔ پس اسی ایک حصہ رحمت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر نرمی کرتے اور رحم سے پیش آتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربانی کرتا ہے اور اللہ نے ننانوے رحمتیں پیچھے رکھ چھوڑی ہیں جن کے ساتھ وہ قیامت والے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

وروراهُ مسلم أيضاً من رواية سَلْمَانَ الفَارِسيِّ رضي اللهُ عنه قالَ: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ لِلهِ تَعالى مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ يَتَرَاحَمُ بِهَا الخَلْقُ بَيْنَهُمْ، وَتِسْعٌ وَتِسْعُونَ لِيَوْمِ القِيَامَةِ». وفي روايةٍ: «إنَّ اللهَ تَعَالَى خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰواتِ وَالأرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَيْنَ السَّماءِ إلى الأرْضِ، فَجَعَلَ مِنها في الأرْضِ رَحْمَةً، فَبِها تَعْطِفُ الوَالِدَةُ عَلى وَلَدِهَا، وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ، فَإذَا كَانَ يَوْمُ القِيَامَةِ، أكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ».

اور اس کو مسلم نے بھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں۔ ان ہی میں سے ایک وہ رحمت ہے جس کی وجہ سے مخلوق آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لئے (محفوظ) ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے' بے شک اللہ تعالیٰ نے' جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا' سو رحمتیں پیدا کیں۔ ہر رحمت (اگر اس کا جسمانی وجود ہو تو اتنی ہے کہ) آسمان و زمین کے درمیان خلا کو پر کر دے۔ پھر ان میں سے ایک رحمت کو اس نے زمین میں رکھ دیا' پس اسی کی وجہ سے ماں اپنے بچے پر اور وحشی جانور اور پرندے ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں' پس جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو اس (دنیوی) رحمت کے ساتھ ملا کر مکمل فرمائے گا (اور پھر اس کے ساتھ اپنے بندوں پر رحمت کرے گا)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب جعل الله الرحمة مائة جزء، وكتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف ـ وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى.

۴۲۱- فوائد: (۱) اس سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے پر رحم و شفقت کا معاملہ کرنا' اللہ کو پسند بھی ہے اور اس کا فضل و کرم بھی۔ اسی لئے اس نے رحمت کا یہ ایک حصہ دنیا میں نازل فرمایا ہے اور جو شخص اتنا سنگ دل ہو کہ وہ رحم و شفقت کے جذبات سے ہی ناآشنا ہو تو یہ ایک نہایت ہی ناپسندیدہ چیز ہے' علاوہ ازیں اللہ کے فضل و کرم سے محرومی کی علامت بھی ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ قیامت والے دن سو رحمتوں کے ساتھ اپنے بندوں سے معاملہ فرمائے گا' اس میں یقیناً بندوں کے لئے بڑی امید اور زبردست خوش خبری ہے لیکن جو اس بنیاد پر اس کی مخالفت کو اپنا شیوہ اور اس کی حدود کی پامالی کو اپنا وطیرہ بنا لے' اس کے لئے اس کا غضب بھی اس روز نہایت شدید ہو گا۔ اس لئے ترک فرائض اور اعراض و استکبار کے ساتھ رحمت الٰہی کی امید تخم حنظل کی کاشت کر کے کسی ثمر شیریں کی پیداوار کی امید رکھنے کے مترادف ہے۔

٤٢٢ ـ وعنه عن النَّبيِّ ﷺ، فيما يَحكِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، قال: «أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْباً، فقالَ: اللَّهُمَّ اغفِرْ لي ذَنبي، فقالَ

۱۰/ ۴۲۲۔ وہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ کوئی بندہ گناہ کر کے پھر کہے' اے اللہ میرا گناہ بخش دے' تو اللہ تبارک وتعالیٰ

اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْباً، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فقالَ: أَيْ رَبِّ! اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فقالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْباً، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فقالَ: أَيْ رَبِّ! اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فقالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْباً، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ» متفقٌ عليه. وقوله تعالى: «فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ» أي: مَا دَامَ يَفْعَلُ هٰكَذَا، يُذْنِبُ وَيَتُوبُ أَغْفِرُ لَهُ، فَإِنَّ التَّوبَةَ تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا.

فرماتا ہے' میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ کی پاداش میں مواخذہ بھی کرتا ہے۔ پھر وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور کہتا ہے' اے میرے رب! میرا گناہ معاف فرما دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے' میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اسے علم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ کی وجہ سے گرفت بھی فرماتا ہے۔ پھر وہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب! میرا گناہ معاف کر دے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ کو بخش بھی دیتا ہے اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرتا ہے' یقیناً میں نے اپنے بندے کو بخش دیا' پس وہ جو چاہے کرے۔ (بخاری و مسلم)

''پس جو چاہے کرے'' کا مطلب ہے کہ جب تک وہ اس طرح کرے گا کہ گناہ کر کے توبہ کرتا رہے تو میں اسے بخشتا رہوں گا۔ اس لئے کہ توبہ' اپنے ماقبل کے گناہ کو ختم کر دیتی ہے۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب التوحید، باب قول الله تعالی: ﴿يريدون أن يبدّلوا كلام الله﴾ - وصحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تكرّرت.

۴۲۲- فوائد: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک ایک بندۂ مومن کا دل احکام و فرائض الٰہی کے بارے میں اعراض اور استکبار سے پاک ہے' تاہم اس سے بار بار گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے اور وہ ہر دفعہ گناہ کے بعد بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتا اور استغفار کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرماتا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ توبہ و استغفار کر کے اصرار سے گریز کر رہا ہے اور مواخذۂ الٰہی سے لرز رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت و جلالت سے اس کا دل لبریز ہے اور اس کے سامنے اظہار بندگی میں اسے کوئی عار نہیں ہے اور بندے کی یہ خوبی ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے۔ اس لئے وہ فرماتا ہے کہ بندہ جب تک عاجزی سے میرے سامنے جھکتا رہے گا' میں اسے معاف کرتا رہوں گا۔

اس کے برعکس ایک بندہ وہ ہے جو بار بار گناہ کا ارتکاب کرتا ہے' پھر نہ توبہ و استغفار کرتا ہے اور نہ اللہ کے مواخذے کا کوئی اندیشہ اس کے دل میں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شخص مذکورہ بندۂ مومن سے یکسر مختلف ہے' اس کے ساتھ اللہ کا معاملہ بھی اس سے مختلف ہو گا۔ پہلا کردار ایک بندۂ مومن کا ہے جس پر اللہ تعالیٰ گناہ کے باوجود' اپنی خوشی کا اظہار فرماتا ہے اور دوسرا کردار ایک باغی اور سرکش کا ہے جس کے لئے اس نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جعلنا اللہ من الاولین۔

٤٢٣ ـ وعنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذي نَفْسي بِيَدِهِ! لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا، لَذَهَبَ اللهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ اللهَ تَعالَى، فَيَغْفِرُ لَهُمْ» رواه مسلم.

۱۱/ ۴۲۳۔ سابق راوی ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر تم گناہ نہ کرو' تو اللہ تعالیٰ تمہیں ختم کرکے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگیں گے اور وہ انہیں معاف فرمادے گا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، حديث رقم٢٧٤٩.

۴۲۳۔ فوائد: اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ گناہ کرکے گناہ پر اصرار کرنے کی بجائے توبہ و استغفار کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے حتیٰ کہ اگر ایسے لوگ ناپید ہو جائیں کہ جن سے نہ گناہ کا صدور ہو اور نہ وہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرمادے گا جو اس طرح کریں گے۔ اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ وہ گناہوں کو پسند فرماتا ہے اور گناہ گار اس کے محبوب ہیں' بلکہ وہ توبہ و انابت کو پسند فرماتا ہے اور ایسے ہی لوگ اسے محبوب ہیں اور یہی اس حدیث کا مفاد ہے۔

٤٢٤ ـ عن أبي أيُّوبَ خَالِدِ بنِ زيد رضي الله عنه، قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «لَوْلا أَنَّكُمْ تُذْنِبُونَ، لَخَلَقَ اللهُ خَلْقاً يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ» رواه مسلم.

۱۲/ ۴۲۴۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا فرماتا جو گناہ کرتی اور استغفار کرتی' پس وہ انہیں بخش دیتا۔ (مسلم' باب مذکور)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، حديث رقم٢٧٤٨.

٤٢٥ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: كُنَّا قُعُوداً مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ، مَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، رضي الله عنهما، في نَفَرٍ، فَقَامَ رسولُ اللهِ ﷺ، مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا، فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا، فَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا، فَفَزِعْنَا، فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رسولَ اللهِ ﷺ، حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطاً لِلأَنْصَارِ ـ وَذَكَرَ الحَدِيثَ بطوله إلى قوله: ـ فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «اذْهَبْ فَمَنْ لَقِيتَ وَرَاءَ هٰذَا الحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلاَّ

۱۳/ ۴۲۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی لوگوں کی ایک جماعت میں موجود تھے' پس رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان میں سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور ہمارے پاس واپس آنے میں دیر لگادی' ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہماری غیر حاضری میں (دشمن نے) آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچایا ہو' چنانچہ ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے' گھبرانے والوں میں میں سب سے پہلا شخص تھا' پس میں رسول اللہ ﷺ کی

اللهُ، مُسْتَيْقِناً بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالجَنَّةِ» رواه مسلم.

تلاش میں نکلا' یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ میں آگیا۔ پھر انہوں نے لمبی حدیث ذکر فرمائی' جس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنایا' کہ آپ ؐ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا' جاؤ! اس باغ کے باہر جو بھی تمہیں ملے جو دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دے' تو تم اسے جنت کی خوش خبری سنا دو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل علي أن من مات علي التوحيد دخل الجنة قطعا.

۴۲۵۔ فوائد: (۱) اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مومن بالآخر جنت میں جائے گا۔ یا تو پہلے مرحلے میں یا پھر سزا بھگت کر۔ (۲) رہنما اپنی جماعت سے بوقت ضرورت اٹھ کر جا سکتا ہے یہ کوئی اخلاق کے منافی نہیں۔ (۳) یہ جو نبی کریم ﷺ کے بارے میں حاضر ناظر کا مسئلہ بنایا ہوا ہے صحیح نہیں۔ (۴) صحابہ ؓ کو آنحضرت ﷺ کی بابت تشویش رہتی تھی اور یہ ان کی آپ ؐ سے بے پناہ محبت کی دلیل ہے۔ (۵) آدمی اپنے علاوہ دوسرے کو بھی تبلیغ و اشاعت کا کہہ سکتا ہے۔ (۶) لا الہ الا اللہ کی بڑی فضیلت ہے۔

٤٢٦ ـ وعن عبدِ الله بنِ عَمْرِو بنِ العاصِ رضي الله عنهما، أنَّ النبيَّ ﷺ تلا قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ في إبراهيم ﷺ: ﴿ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ فَمَن تَبِعَنِى فَإِنَّهُۥ مِنِّى ﴾ [إبراهيم: ٣٦]، وَقَوْلَ عيسى ﷺ: ﴿ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴾ [المائدة: ١١٨]، فَرَفَعَ يَدَيْه وقال: «اللَّهُمَّ! أُمَّتِي أُمَّتِي» وَبَكَى، «فقال الله عَزَّ وَجَلَّ: يَا جبريلُ! اذْهَبْ إلى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ، فَسَلْهُ مَا يُبْكِيهِ؟» فَأَتَاهُ جبْرِيلُ، فَأَخْبَرَهُ رسولُ اللهِ ﷺ بِمَا قال وَهُوَ أَعْلَمُ، «فقال اللهُ تعالى: يَا جِبريلُ! اذْهَبْ إلى مُحَمَّدٍ فَقُلْ: إِنَّا سَنُرْضِيكَ في أُمَّتِكَ وَلا نَسُوؤُكَ» رواه مسلم.

۱۴ / ۴۲۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے قول کی تلاوت فرمائی جو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ "اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا' پس جس نے میری پیروی کی' وہ مجھ سے ہے" الآیۃ (سورۂ ابراہیم' ۳۶) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول "اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو یقیناً غالب' حکمت والا ہے" (المائدہ' ۱۱۸) اس کے بعد آپ ؐ نے اپنے ہاتھ (دعا کے لئے) اٹھائے اور فرمایا' اے اللہ! میری امت! میری امت! اور آپ ؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اللہ عز و جل نے فرمایا' اے جبریل ؑ محمد (ﷺ) کے پاس جا اور تیرا رب خوب جانتا ہے اور ان سے پوچھ' وہ کیوں روتے ہیں؟ پس جبریل ؑ آپ ؐ کے پاس آئے' پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں وہ بتلایا جو آپ ؐ نے (اپنی امت کے

بارے میں) فرمایا تھا' حالانکہ اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے جبریلؑ! محمد (ﷺ) کی طرف (پھر) جا اور ان سے کہہ کہ ہم آپؐ کو آپؐ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے' آپؐ کو ناراض نہیں کریں گے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب دعاء النبي ﷺ لأمته وبکائه شفقة علیهم.

۴۲۶- فوائد: اس میں ایک تو اس شفقت و رحمت کا بیان ہے جو نبی ﷺ کے دل میں اپنی امت کے لوگوں کے لئے تھی اور جس کا کامل اظہار قیامت والے دن ہو گا۔ دوسرا' اللہ کی اس محبت کا تذکرہ ہے جو اللہ کو اپنے آخری پیغمبر ﷺ سے ہے اور ان دونوں باتوں کا فائدہ امت محمدیہ کے اہل ایمان کو ہو گا کہ قیامت والے دن وہ اس کی وجہ سے اللہ کی رحمت و مغفرت سے شاد کام ہوں گے۔ جعلنا الله منهم

٤٢٧ ـ وعن مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ رضي الله عنه، قال: كُنْتُ رِدْفَ النبيِّ ﷺ على حِمارٍ فقال: «يا مُعَاذُ! هَل تَدري مَا حَقُّ الله عَلى عِبَادِهِ، وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلى الله؟» قلت: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قال: «فَإِنَّ حَقَّ اللهِ عَلى العِبَادِ أَن يَعْبُدُوهُ، وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيئاً، وَحَقَّ العِبَادِ عَلى اللهِ أَنْ لا يُعَذِّبَ مَنْ لا يُشْرِكُ بِهِ شَيئاً»، فقلتُ: يا رسولَ اللهِ! أَفَلا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قال: «لا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوا» متفقٌ عليه.

۱۵/ ۴۲۷۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گدھے پر نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا' آپؐ نے فرمایا' اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ کا حق اس کے بندوں پر کیا ہے؟ اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے کہا' اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' بے شک بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ (صرف) اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ اس کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو خوش خبری نہ دوں؟ آپؐ نے فرمایا' انہیں خوش خبری مت دو' وہ پھر اسی (ایمان) پر بھروسہ کر لیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب التوحید، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلي توحید الله ـ وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علي أن من مات علي التوحید دخل الجنة قطعا.

۴۲۷- فوائد: مطلب یہ ہے کہ عام لوگ' جو بات کو اپنے سیاق و سباق کے مطابق سمجھنے سے بالعموم قاصر ہوتے ہیں' وہ یہی سمجھ لیں گے کہ نجات کے لئے توحید و رسالت کا زبانی اقرار کر لینا ہی کافی ہے' ان کے عملی تقاضوں کو بروئے کار لانا ضروری نہیں اور پھر وہ اسی پر اعتماد کر کے عمل سے غافل ہو جائیں گے۔ حالانکہ اقرار

باللسان سے ایک مومن کو یہ تحفظ تو یقیناً حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا اور بالآخر وہ جنت میں چلا جائے گا۔ لیکن عام لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ مومن چاہے کتنا بھی بے عمل یا بد عمل ہو، سرے سے جہنم میں ہی نہیں جائے گا اور پہلے مرحلے میں ہی وہ مومنین کاملین کی طرح جنت میں چلا جائے گا۔ جب کہ دیگر دلائل شرعیہ کی رو سے ایسا سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت پہلے بھی گزر چکی ہے۔ بہرحال اس قسم کی احادیث میں مومن کے جہنم میں جانے کی نفی سے مراد، خلود فی النار (جہنم میں ہمیشہ رہنے) کی نفی ہے، مطلق عذاب اور دخول جہنم کی نفی نہیں۔

٤٢٨ ـ وعن البَرَاءِ بن عازبٍ رضي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ، قال: «المُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ في القَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا الله، وَأَنَّ مُحَمَّداً رسولُ الله، فذلك قولُه تعالى: ﴿يُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱلْقَوْلِ ٱلثَّابِتِ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ﴾ [إبراهيم: ٢٧]» متفقٌ عليه.

۱۶/۴۲۸۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور یہی مطلب اللہ کے اس قول کا بھی ہے "اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا"۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، تفسير سورة إبراهيم - صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه.

۴۲۸۔ فوائد: یعنی یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان یثبت اللہ الذین امنوا الایۃ (سورۂ ابراہیم، ۲۷) کی تفسیر ہے۔ دوسری بات اس حدیث میں یہ ہے کہ اس میں کلمہ اسلام کے دونوں جزء اکٹھے بیان ہوئے ہیں۔ یعنی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ۔ بہرحال قبر میں سوال جواب حق ہے اور مومن اللہ کی توفیق سے صحیح جواب اور توحید و رسالت کی گواہی دے گا۔

٤٢٩ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه عن رسولِ اللهِ ﷺ قال: «إِنَّ الكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً، أُطعِمَ بِهَا طُعمَةً مِنَ الدُّنْيَا، وَأَمَّا المُؤْمِنُ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الآخِرَةِ، وَيُعْقِبُهُ رِزْقاً فِي الدُّنْيَا عَلَى طَاعَتِهِ». وفي روايةٍ: «إِنَّ الله لا يَظْلِمُ مُؤْمِناً حَسَنَةً يُعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا، وَيُجْزَى

۱۷/۴۲۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کافر جب دنیا میں کوئی اچھا عمل کرتا ہے تو اسے اس کا بدلہ دنیا کی کچھ لذتوں میں سے دے دیا جاتا ہے (یعنی آخرت میں اسے اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا) لیکن مومن کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اس کی نیکیوں کا ذخیرہ آخرت میں (صلہ دینے کے لئے) کر لیتا ہے اور دنیا میں اسے رزق اس کی فرماں برداری کی وجہ سے دیتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ کسی مومن پر

بِهَا فِي الآخِرَةِ، وَأَمَّا الكَافِرُ، فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ لِلهِ تعالى فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلى الآخِرَةِ، لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا» رواه مسلم.

اس کی نیکی کے معاملے میں ظلم نہیں کرتا' اسے اس کی نیکی کا صلہ دنیا میں ہی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اسے بدلہ دیا جائے گا۔ لیکن کافر کو اس کی ان اچھائیوں کا صلہ' جو وہ اللہ کے لئے کرتا ہے' دنیا میں بھی دے دیا جاتا ہے' یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیک عمل ایسا نہیں ہو گا جس پر اسے بدلہ دیا جائے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة.

۴۲۹- فوائد: کافر بھی دنیا میں بہت سے ایسے عمل کرتے ہیں جن کا تعلق رفاہ عامہ سے یا بھلائیوں سے ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ ان حسنات کا صلہ انہیں دنیا کے مال و اسباب کی صورت میں یا ان سے کوئی ابتلاء ٹال کر دے دیتا ہے' کیونکہ اخروی اجر و ثواب کے لئے تو ایمان ضروری ہے اور کافر ایمان سے محروم ہوتا ہے اس لئے وہ آخرت کے ثواب سے بھی محروم رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عقیدہ ہر عمل کی بنیاد اور عنداللہ قبولیت کے لئے شرط اور مدار ہے۔

٤٣٠ - وعن جابرٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلَى بَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ» رواه مسلم. «الْغَمْرُ»: الكَثِيرُ.

۱۸/ ۴۳۰- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' پانچوں نمازیں (پڑھ لینے) کی مثال اس لبالب جاری نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر ہو' اس سے روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے۔ (مسلم)

الغمر' بمعنی کثیر ہے

تخريج: صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب المشي إلى الصلٰوة تمحي به الخطايا وترفع به الدرجات.

۴۳۰- فوائد: اس میں پابندی سے پنج وقتی نماز پڑھنے کے فوائد کا بیان ہے کہ جس طرح روزانہ پانچ مرتبہ نہانے والے کا جسم میل کچیل سے پاک رہتا ہے۔ اسی طرح نمازی کے بھی صغیرہ گناہ نماز سے معاف ہو جاتے ہیں اور کبیرہ گناہ سے توبہ کرلے تو وہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اول تو نماز وغیرہ فرائض کا پابند کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا اور اگر کبھی ارتکاب ہو جائے تو اس پر اصرار اور دوام نہیں کرتا' بلکہ فوراً توبہ و استغفار کرلیتا ہے اور صغیرہ گناہ اس کے نماز سے معاف ہوتے رہتے ہیں۔

٤٣١ - وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما، قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ

۱۹/ ۴۳۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' جو

يقول: «مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلاً لَا يُشْرِكُونَ بِاللهِ شَيْئاً إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللهُ فِيهِ» رواه مسلم.

مسلمان آدمی مرجائے اور ایسے چالیس آدمی اس کی نماز جنازہ پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب من صلى عليه أربعون شفعوا فيه.

۴۳۱- فوائد: (۱) شفاعت قبول کرنے کا مطلب ہے کہ وہ میت کی مغفرت کے لئے جو دعا کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا اور اس کو بخش دیتا ہے۔ بشرطیکہ میت بھی شفاعت کے قابل ہو۔ (۲) جنازے میں موحدین کی جتنی کثرت ہو گی' اتنی ہی زیادہ میت کے بارے میں اچھی امید کی جا سکتی ہے۔

٤٣٢ - وعن ابنِ مسعودٍ رضي اللهُ عنه قال: كُنَّا مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ في قُبَّةٍ نَحواً مِنْ أَرْبَعِينَ، فقال: «أَتَرضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الجَنَّةِ؟» قُلْنَا: نَعَمْ، قال: «أَتَرضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الجَنَّةِ؟» قُلْنَا: نَعَم، قال: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الجَنَّةِ، وَذَلِكَ أَنَّ الجَنَّةَ لا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ البَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الأَسْوَدِ، أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الأَحْمَرِ» متفقٌ عليه.

۲۰ / ۴۳۲۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم تقریباً چالیس آدمی ایک خیمے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' آپ ؐ نے (وہاں) ارشاد فرمایا' کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھا حصہ ہو؟ ہم نے کہا' ہاں۔ آپ ؐ نے فرمایا' کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو؟ ہم نے کہا' ہاں۔ آپ ؐ نے فرمایا' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' میں یقیناً امید رکھتا ہوں کہ تمہاری تعداد اہل جنت میں آدھی ہو گی اور یہ اس لئے کہ جنت میں مسلمان ہی داخل ہوں گے اور تم مشرکین کے مقابلے میں ایسے ہی ہو جیسے کالے بیل کی کھال میں سفید بال یا سرخ بیل کی کھال میں سیاہ بال ہوں۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب كيف الحشر؟، وكتاب الأيمان والنذور، باب كيف كان يمين النبي ﷺ؟ - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب كون هذه الأمة نصف أهل الجنة.

۴۳۲- فوائد: (۱) اس میں ایک تو اس حقیقت کا بیان ہے کہ اہل ایمان و توحید کے مقابلے میں اہل شرک کثرت سے ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بھی اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ (۲) دوسری امتوں کے مقابلے میں امت محمدی کے مسلمان جنت میں زیادہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد' اہل جنت میں نصف ہو گی۔ اس میں امت محمدیہ کے لئے خوش خبری بھی ہے اور ان کی توقیر و عزت بھی۔ جعلنا الله منهم

٤٣٣ - وعن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ:

۲۱ / ۴۳۳۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب قیامت کا دن ہو گا

«إذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللهُ إلى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصرَانِيًّا فَيَقُولُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ». وفي روايةٍ عنهُ عنِ النبيِّ ﷺ قال: «يَجيءُ يَوْمَ القِيَامَةِ نَاسٌ مِنَ المُسْلِمِينَ بِذُنُوبٍ أَمْثَالِ الجِبَالِ يَغْفِرُهَا اللهُ لَهُم» رواه مسلم. قوله: «دَفَعَ إلى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُولُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ» مَعْنَاهُ مَا جَاءَ في حديث أبي هريرة رضي اللهُ عنهُ: «لِكُلِّ أَحَدٍ مَنْزِلٌ فِي الجَنَّةِ، وَمَنْزِلٌ في النَّارِ، فَالمُؤْمِنُ إذَا دَخَلَ الجَنَّةَ خَلَفَهُ الكَافِرُ في النَّارِ، لأَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ لِذٰلِكَ بِكُفْرِهِ». وَمَعْنَى «فِكَاكُكَ»: أَنَّكَ كُنْتَ مُعَرَّضاً لِدُخُولِ النَّارِ، وَهٰذَا فِكَاكُكَ؛ لِأَنَّ اللهَ تعالى قَدَّرَ لِلنَّارِ عَدَداً يَمْلَؤُهَا، فَإذَا دَخَلَهَا الكُفَّارُ بِذُنُوبِهِمْ وَكُفْرِهِمْ، صَارُوا في مَعْنَى الفِكَاكِ لِلْمُسْلِمِينَ، والله أعلم.

تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے' ایک یہودی یا عیسائی سپرد فرمائے گا اور کہے گا کہ یہ تیرا آگ سے فدیہ ہے (یعنی تیری جگہ جہنم کا عذاب بھگتے گا)

ایک اور روایت میں انہی ابو موسیٰؓ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' قیامت کے روز کچھ مسلمان ایسے بھی آئیں گے جن کے گناہ پہاڑوں کی مثل ہوں گے' اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے' ایک یہودی یا عیسائی' سپرد فرمائے گا..... کے معنی وہ ہیں جو ایک دوسری حدیث ابی ہریرہؓ میں بیان ہوئے ہیں کہ ہر شخص کا ایک مقام جنت میں اور ایک مقام جہنم میں ہے۔ پس مومن جب جنت میں چلا جائے گا' تو کافر جہنم میں اس کا جانشین ہو گا' اس لئے کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہو گا اور "تیرا فدیہ" کا مطلب ہے' کہ تو جہنم میں داخل کرنے کے لئے پیش کیا گیا تھا اور یہ (کافر) تیرا فدیہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کے لئے ایک تعداد مقرر کی ہے کہ جن سے وہ اس آگ کو بھرے گا' پس جب کافر اپنے کفر اور گناہ کی وجہ سے آگ میں داخل ہوں گے تو وہ ایسے ہوں گے کہ گویا وہ مسلمانوں کے لئے جہنم سے رہائی کا ذریعہ بن گئے۔ واللہ اعلم

تخريج: صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله.

۴۳۳۔ فوائد: اس میں اہل ایمان کا حسن انجام اور اہل کفر و شرک کا انجام بد بیان کیا گیا ہے۔

٤٣٤ ـ وعن ابنِ عمرَ رضيَ الله عنهما قال: سمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «يُدْنَى المُؤْمِنُ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ رَبِّهِ حَتَّى يَضَعَ كَنَفَهُ عَلَيْهِ، فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ، فيقولُ: أَتعرِفُ ذَنبَ كَذَا؟ أَتعرِفُ ذَنبَ كَذَا؟ فيقول: رَبِّ أَعْرِفُ، قال: فَإنِّي قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ اليَوْمَ،

۲۲/۴۳۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' قیامت کے روز مومن اپنے رب کے قریب کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت اور رحمت میں لے لے گا' پھر وہ اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروائے گا' اس سے کہے گا' کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ کیا تجھے فلاں گناہ کا علم ہے؟ مومن کہے گا' ہاں اے رب! جانتا

فَيُعطَى صَحِيفَةَ حَسَنَاتِهِ» متفقٌ عليه.

ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' میں نے دنیا میں بھی تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں' پھر اسے اس کی نیکیوں کا دفتر دے دیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

«كَنَفُهُ»: سَتْرُهُ وَرَحْمَتُهُ.

کنفه ' کے معنی ہیں اس کی پردہ پوشی اور اس کی رحمت۔

تخريج: صحيح بخاري، تفسير سورة هود - وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله.

۴۳۴- فوائد: اس میں ایسے اہل ایمان کا تذکرہ ہے کہ ان کے ساتھ اللہ خصوصی فضل و کرم کا معاملہ فرمائے گا اور ان کے گناہ معاف فرما کر پہلے مرحلے میں ہی انہیں جنت میں بھیج دے گا۔ جعلنا اللہ منھم

٤٣٥ ـ وعن ابنِ مسعودٍ، رضي الله عنه، أنَّ رَجُلاً أَصابَ مِن امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فأتَى النَّبيَّ ﷺ، فأخبرَه، فأنزل الله تعالى: ﴿ وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ ٱلنَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ ٱلَّيۡلِۚ إِنَّ ٱلۡحَسَنَٰتِ يُذۡهِبۡنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِۚ ﴾ [هود: ١١٤] فقال الرجل: ألي هذا يا رسولَ الله ؟! قال: «لِجَمِيعِ أُمَّتي كُلِّهِمْ» متفقٌ عليه.

۲۳/ ۴۳۵۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا' پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ؐ کو بتلایا' جس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرما دی "اور تم نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر (یعنی صبح و شام) اور رات کے کچھ حصے میں۔ بے شک نیک کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں" (سورۂ ہود' ۱۱۴) اس آدمی نے کہا' اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم میرے لئے (خاص) ہے؟ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا (نہیں' بلکہ) میری تمام امت کے لئے ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب الصلاة كفّارة، وكتاب التفسير، تفسير سورة هود، باب ﴿وأقم الصلاة﴾ - وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب "إن الحسنات يذهبن السيئات".

۴۳۵- فوائد: (۱) نماز سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (۲) آیات کے نزول کا سبب چاہے کوئی خاص واقعہ ہی ہو' لیکن اس کا حکم عام ہوتا ہے۔ (۳) گناہ گار کی پردہ پوشی ضروری ہے۔

٤٣٦ ـ وعن أَنَسٍ، رضي الله عنه، قال: جَاءَ رَجُلٌ إلى النبيِّ ﷺ فقال: يا رسولَ اللهِ! أَصَبْتُ حداً، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، وَحَضَرتِ الصَّلاةُ، فَصَلَّى مَعَ

۲۴/ ۴۳۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا' یا رسول اللہ! مجھ سے ایسا جرم سرزد ہو گیا ہے جس پر میں سزا کا مستحق ہو گیا ہوں' آپ ؐ وہ سزا مجھ پر نافذ فرمائیں

رسولِ الله ﷺ، فَلَمَّا قَضى الصَّلاةَ قال: يا رسولَ الله! إنِّي أَصَبْتُ حدّاً، فأَقِمْ فيَّ كتابَ اللهِ. قال: «هَلْ حضَرْتَ مَعَنَا الصَّلاةَ» قال: نَعم. قال: «قد غُفِرَ لَكَ» متفقٌ عليه. وقوله: «أَصَبْتُ حَدّاً» معناه: مَعْصِيَةً تُوجِبُ التَّعْزير، وَلَيْسَ الْمُرَادُ الحَدَّ الشَّرْعِيَّ الحَقيقِيَّ كَحَدِّ الزِّنَا والخمر وَغَيْرِهِمَا، فإِنَّ هٰذِهِ الحُدودَ لا تَسْقُطُ بِالصلاةِ، ولا يجوز لِلإمامِ تَرْكُها.

(اتنے میں) نماز کا وقت ہو گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو اس نے (پھر) کہا' یا رسول اللہ! مجھ سے قابل سزا جرم کا ارتکاب ہو گیا ہے' آپ ؑ میرے بارے میں اللہ کی کتاب (کا حکم) نافذ فرمائیں۔ آپ ؑ نے ارشاد فرمایا' کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا' ہاں۔ آپ ؑ نے فرمایا' تیرا گناہ معاف کر دیا گیا ہے۔
(بخاری و مسلم)

اصبت حدا کے معنی ہیں' مجھ سے ایسا گناہ ہو گیا ہے جو موجب تعزیر ہے۔ اس سے مراد حقیقی حد شرعی نہیں ہے۔ جیسے زنا اور شراب نوشی وغیرہ کی حد ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیں نماز سے معاف نہیں ہوتیں' نہ حاکم وقت ہی کو یہ اختیار ہے کہ وہ ان کا نفاذ ترک کر دے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المحاربين، باب إذا أقر بالحد ولم يبين هل للإمام أن يستر عليه؟ - وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب ﴿إن الحسنات يذهبن السيئات﴾.

٤٣٧- وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إنَّ الله لَيَرْضَى عن العَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الأَكلَةَ، فَيَحْمَدُهُ عَلَيها، أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ، فَيَحْمَدُهُ عَلَيها» رواه مسلم. «الأَكْلَةُ»: بفتح الهمزة وهي المرةُ الواحدةُ مِنَ الأكلِ كَالْغَدْوَةِ والْعَشْوَةِ، والله أعلم.

۲۵ / ۴۳۷ - سابق راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی اس ادا پر خوش ہوتا ہے کہ وہ کھانا کھائے اور اس پر اللہ کی حمد کرے یا پانی پیئے تو اس پر اللہ کی حمد کرے۔ (مسلم)

اکلۃ ہمزہ پر زبر۔ یہ ایک مرتبہ کھانے کو کہتے ہیں' جیسے صبح یا شام کا کھانا۔ واللہ اعلم

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب حمد الله تعالى بعد الأكل والشرب.

۴۳۷- فوائد: کھانے یا پانی وغیرہ پینے کے بعد الحمدللہ کہنا چاہئے۔ بہتر ہے کہ کوئی مسنون دعا پڑھ لی جائے جیسے الحمدلله الذی اطعم وسقی وسوغه وجعل له مخرجا ' (سنن ابو داؤد) یا یہ دعا' الحمدلله كثيرا طيبا مباركا فيه غير مكفى ولا مودع ولا مستغنى عنه ربنا یا الحمدلله الذی كفانا وأروانا غير مكفى ولا مكفور (صحیح بخاری' کتاب الاطعمۃ' باب مایقول

اذا فرغ من طعامہ) لا مکفور ای غیر جحود فضلہ ولا تنکر نعمتہ

اس باب میں اس کے لانے سے مقصد خوف اور رجاء (امید) دونوں باتوں کا استحضار (ذہن میں موعود کرنا) ہے۔ کھاتے پیتے وقت اللہ کو یاد رکھو گے تو اللہ کی رضا مندی کی امید ہے۔ علاوہ ازیں یہ خوف بھی دامن گیر رہے کہ وہ اللہ ہی سب کچھ دینے والا ہے' وہ اگر چاہے تو تم سے یہ نعمتیں سلب کر لے یا نعمتوں کی فراوانی کے باوجود تمہیں کھانے پینے کی قوت سے محروم کر دے۔ جیسے بعض بیماریوں میں ایسا ہوتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہا

٤٣٨ ـ وعن أبي موسى، رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ، قال: «إنَّ الله تعالى، يَبْسُطُ يَدَهُ بالليلِ ليتوبَ مُسيءُ النَّهارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بالنهارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيلِ حتى تَطْلُعَ الشمسُ مَنْ مَغْرِبها» رواه مسلم.

۲۶ / ۴۳۸۔ حضرت ابو موسیٰ بنی تھ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' بے شک اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ دن کو برائی کا ارتکاب کرنے والا توبہ کر لے' یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تكرّرت.

۴۳۸۔ فوائد: یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے' دیکھئے رقم الحدیث ۱۷۔ ہاتھ پھیلانا کنایہ ہے قبول توبہ سے۔ جیسے کسی چیز کو لینا ہو تو ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں اور نہ لینا ہو تو قبض کر لئے جاتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ کس طرح پھیلاتا ہے' سو اس کی کیفیت ہم نہیں جان سکتے۔ تاہم اس میں اللہ کی صفت ید کا بیان ہے' جس پر بغیر کسی تاویل یا تشبیہ کے ایمان رکھنا ضروری ہے' جس طرح اس کی دوسری صفات پر ایمان ضروری ہے' یہی سلف کا مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہاتھ پھیلانے یعنی قبول توبہ کا سلسلہ جاری رہے گا' یہاں تک کہ قیامت کے قریب جب سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو گا تو یہ سلسلہ موقوف ہو جائے گا اور اس کے بعد کسی کا ایمان لانا اور توبہ کرنا قبول نہیں ہو گا۔ اس لئے انسان کو توبہ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے اور توبہ بھی وہ جو صحیح توبہ ہو۔

٤٣٩ ـ وعن أبي نَجيح عَمرو بنِ عَبَسَةَ ـ بفتح العين والباء ـ السُّلَمِيِّ، رضيَ اللهُ عنه، قال: كنتُ وأنا في الجاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلى ضَلالَةٍ، وأنَّهُمْ لَيْسُوا على شيءٍ، وَهُمْ يَعْبُدُونَ الأوْثانَ، فَسَمِعْتُ برَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَاراً، فَقَعَدْتُ على رَاحِلَتي، فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ، فإذا رسولُ اللهِ ﷺ، مُسْتَخْفِياً جُرَآءُ عليهِ قَوْمُهُ، فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ

۲۷ / ۴۳۹۔ حضرت ابو نجیح عمرو بن عبسہ (عین اور باء پر زبر) سلمی بنی تھ سے روایت ہے کہ میں (اسلام سے قبل) زمانہ جاہلیت میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی پر ہیں اور وہ کسی دین پر نہیں ہیں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر میں نے ایک آدمی کی بابت سنا کہ وہ مکے میں (بتوں کے خلاف) کچھ باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی سواری پر بیٹھا اور اس شخص کے پاس مکے آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ چھپ کر اپنا تبلیغی کام کر رہے ہیں اور آپ پر آپ کی قوم دلیر ہے۔ پس میں نے

بِمَكَّةَ، فقلتُ له: ما أنتَ؟ قال: «أَنَا نَبِيٌّ» قلتُ: وما نبيٌّ؟ قال: «أَرْسَلَنِي اللهُ» قلتُ: وبأيِّ شيءٍ أَرْسَلَكَ؟ قال: «أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الأَرْحام، وكَسْرِ الأَوْثانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ» قلتُ: فَمَنْ مَعَكَ عَلَى هذا؟ قال: «حُرٌّ وَعَبْدٌ» ومعه يَوْمَئِذٍ أبو بكرٍ وبلالٌ، رضي الله عنهما، قلت: إنِّي مُتَّبِعُكَ، قال: «إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ ذلكَ يَوْمَكَ هذا؛ أَلا تَرَى حَالي وحالَ النَّاسِ؟ ولكِنِ ارْجِعْ إلى أَهْلِكَ فإذا سَمِعْتَ بي قد ظَهَرْتُ فَأْتِنِي» قال: فَذَهَبْتُ إلى أَهْلي، وَقَدِمَ رسولُ الله ﷺ المَدِينَةَ، وكنتُ في أَهْلي، فَجَعَلْتُ أَتَخَبَّرُ الأَخْبارَ، وَأَسْأَلُ النَّاسَ حينَ قَدِمَ المدينةَ، حتَّى قَدِمَ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِي المدينةَ، فقلتُ: ما فَعَلَ هذا الرَّجُلُ الذي قدِمَ المدينةَ؟ فقالوا: النَّاسُ إليهِ سِرَاعٌ وَقَدْ أَرَادَ قَوْمُه قَتْلَهُ، فَلَمْ يَسْتَطِيعُوا ذلكَ، فَقَدِمتُ المدينةَ، فَدَخَلتُ عليهِ، فقلتُ: يا رسولَ اللهِ! أَتَعرِفُني؟ قال: «نَعم أنتَ الَّذي لَقِيتَنِي بمكةَ» قال: فقلتُ: يا رسولَ اللهِ! أَخْبِرْنِي عمَّا عَلَّمَكَ اللهُ وَأَجْهَلُهُ، أخبِرْني عَنِ الصَّلاةِ؟ قال: «صَلِّ صَلاةَ الصُّبحِ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلاةِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قِيدَ رُمْحٍ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُد لها الكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ، فَإِنَّ الصَّلاةَ مشهودةٌ مَحْضورَةٌ حتى يستَقِلَّ الظِّلُّ بالرُّمحِ، ثُمَّ اقصر عن الصَّلاةِ، فإنه حينئذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ، فإذا أقبل الفَيْءُ فصَلِّ، فإنَّ الصَّلاةَ مَشهودةٌ مَحضورةٌ حتى

چوری چھپے آپ ؐ سے ملنے کی تدبیر کی' حتیٰ کہ میں مکے میں آپ ؐ کے پاس پہنچ گیا' میں نے آپ ؐ سے کہا' آپ ؐ کون ہیں؟ آپ ؐ نے فرمایا' میں نبی ہوں' میں نے کہا' نبی کون ہوتا ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا (جسے اللہ اپنے احکام دے کر بھیجے) اور مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا' آپ ؐ کو اللہ نے کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا' مجھے بھیجا ہے کہ میں صلہ رحمی کا حکم دوں' بتوں کو توڑ دوں اور یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ میں نے کہا' اس کام پر آپ ؐ کے ساتھ کون (کون) ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا' ایک آزاد شخص اور ایک غلام اور اس وقت آپ ؐ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما تھے۔ میں نے کہا' میں (بھی) آپ ؐ کا پیروکار ہوں۔ آپ ؐ نے فرمایا' تم آج اس کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے' کیا تم میرا اور لوگوں کا حال نہیں دیکھ رہے؟ لہٰذا تم (ابھی) اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ' جب تم میری بابت سنو کہ میں غالب آگیا ہوں تو پھر میرے پاس آنا۔ چنانچہ میں اپنے گھر والوں کے پاس آگیا اور رسول اللہ ﷺ (بالآخر مکہ چھوڑ کر) مدینہ تشریف لے آئے اور میں اپنے گھر والوں میں تھا۔ پس میں نے خبروں کی جستجو شروع کر دی اور جس وقت آپ ؐ مدینہ آگئے تو میں (آپ ؐ کی بابت) لوگوں سے پوچھتا۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ باشندگان مدینہ میں سے آئے' تو میں نے کہا' اس آدمی کا کیا حال ہے جو (مکے سے ہجرت کر کے) مدینے آیا ہے؟ انہوں نے کہا' لوگ اس کی طرف تیزی سے آ رہے ہیں' اس کی قوم نے تو اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا' لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے۔ چنانچہ میں مدینے آیا اور آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے کہا' اے اللہ کے رسول! کیا آپ ؐ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ ؐ نے فرمایا' ہاں۔

تُصَلِّيَ العصرَ، ثم اقصُرْ عن الصلاةِ حتى تَغرُبَ الشمسُ، فإنها تَغرُبُ بين قَرنَي شيطانٍ، وحينئذٍ يسجدُ لها الكُفَّارُ» قال: فقلتُ: يا نَبيَّ اللهِ! فالوضوءُ حدِّثني عنه؟ فقال: «ما مِنْكُم رجلٌ يُقَرِّبُ وَضوءَهُ، فَيتَمَضْمَضُ ويستَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ، إلَّا خَرَّتْ خطايَا وجهه وفيهِ وخياشيمِهِ، ثم إذا غَسَلَ وجهَهُ كما أَمَرَهُ اللهُ، إلَّا خرّت خطايا وجهِهِ مِنْ أَطرافِ لحيَتِهِ مع الماءِ، ثم يغسل يديه إلى المِرفَقَيْنِ، إلّا خرّت خطايا يديه من أناملِه مع الماءِ، ثم يَمسحُ رَأسَهُ، إلّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأسِهِ من أطرافِ شَعْرِهِ مع الماء، ثُمَّ يَغسِلُ قَدَمَيْهِ إلى الكَعْبَيْنِ، إلا خَرَّتْ خطايا رِجْلَيه من أناملِه مع الماءِ، فإن هو قامَ فصلَّى، فحمِدَ اللهَ تعالى، وأَثنَى عليه وَمَجَّدَهُ بالذي هو له أهلٌ، وفَرَّغَ قلبه للهِ تعالى، إلّا انصرَفَ من خطيئتِهِ كهَيْئَتِهِ يومَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ». فحدّثَ عَمرُو بن عَبَسَةَ بهذا الحديثِ أَبَا أُمَامَةَ صاحبَ رسولِ الله ﷺ فقال له أبو أُمَامَةَ: يا عَمْرُو بنَ عَبَسَةَ! انظُر ما تقولُ! في مقامٍ وَاحِدٍ يعطى هذا الرَّجُلُ؟

فَقال عَمْرٌو: يا أَبَا أُمامة! لقد كَبِرَتْ سِنِّي، ورَقَّ عَظمِي، وَاقْتَرَبَ أَجَلي، وما بِيَ حَاجَةٌ أنْ أكذِبَ على اللهِ تعالى، ولا على رسولِ اللهِ ﷺ، لو لم أَسْمَعْهُ مِن رسولِ الله ﷺ إلّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أو ثلاثاً ـ حتَّى عَدَّ سبعَ مَرَّاتٍ ـ ما حَدَّثْتُ أبداً به، ولكنِّي سمِعتُهُ أكثر من ذلك. رواه مسلم. قوله:

تم وہی ہو جو مجھے مکے میں ملے تھے' پس میں نے کہا' اے اللہ کے رسول ﷺ! آپؐ مجھے وہ باتیں بتلائیں جو اللہ نے آپؐ کو سکھلائی ہیں اور میں ان سے ناواقف ہوں۔ مجھے نماز کی بابت بتلائیے! آپؐ نے فرمایا' تم صبح کی نماز پڑھو' پھر سورج کے ایک نیزے کی مقدار بلند ہونے تک نماز سے رکے رہو' اس لئے کہ جب تک سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر اسے سجدہ کرتے ہیں۔ پھر تم نماز پڑھو' اس لئے کہ نماز میں فرشتے گواہ ہوتے اور لکھنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں' یہاں تک کہ سایہ (کم ہوتے ہوتے) نیزے کے برابر ہو جائے (یہ نصف النہار یعنی زوال کا وقت ہے) پھر (اس وقت) نماز سے رک جاؤ' اس لئے کہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے۔ پھر جب سایہ بڑھنے لگے (یہ ظہر کے وقت کا آغاز ہے) تو نماز پڑھو' اس لئے کہ نماز میں فرشتے گواہ اور (لکھنے کے لئے) حاضر ہوتے ہیں' یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھو۔ پھر (نماز عصر کے بعد) تم نماز سے رک جاؤ' یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے' اس لئے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کافر سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا' اے اللہ کے نبی! وضو کی بابت بھی مجھے بتلائیے۔ آپؐ نے فرمایا' تم میں سے جو شخص بھی وضو کا پانی اپنے قریب کرے تو (ہاتھ دھونے کے بعد) کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے' اور ناک جھاڑ کر صاف کرے تو اس کے چہرے' منہ اور ناک کے گناہ گر جاتے (جھڑ جاتے) ہیں۔ پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے' جیسے اسے اللہ نے حکم دیا ہے تو اس کے چہرے کی غلطیاں اس کی داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر جاتی ہیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے

«جُرَآءُ عليهِ قومُه»: هو بجيمٍ مضمومة وبالمدّ على وزنِ عُلماءَ، أي: جاسِرُونَ مُستطِيلونَ غيرُ هائِبينَ. هذه الروايةُ المشهورةُ، ورواه الحُمَيْدِيُّ وغيرهُ: «حِراءٌ» بكسر الحاء المهملة، وقال: معناه: غِضابٌ ذَوُو غَمٍّ وهمٍّ، قد عِيلَ صبرُهُمْ به، حتّى أَثَّرَ في أجسامِهِمْ، من قوْلِهم: حَرَى جِسمُهُ يَحْرِي، إذا نَقَصَ مِنْ أَلَمٍ أَوْ غمٍّ ونحوِهِ، والصَّحيحُ أَنَّهُ بالجيم. قوله ﷺ: «بين قَرْنَي شيطانٍ» أَيْ: ناحيتي رأسِه، والمرادُ التَّمثيلُ، معناهُ: أنه حينئذٍ يَتَحَرَّكُ الشَّيطانُ وشِيعتهُ، وَيَتَسَلَّطُونَ. وقوله: «يُقَرِّبُ وَضُوءَه» معناه: يُحْضِرُ الماءَ الذي يَتَوَضَّأُ به. وقوله: «إلّا خَرَّتْ خَطايا» هو بالخاء المعجمة: أَيْ سقطَت، ورواه بعضُهُم «جرَتْ» بالجيم، والصحيح بالخاءِ وهو رواية الجُمهور. وقوله: «فَيَنْتَثِرُ» أَيْ: يَستَخرِجُ ما في أَنفِهِ مِنْ أَذًى والنَّثْرَةُ: طَرَفُ الأنفِ.

ہاتھوں کی خطائیں اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں۔ پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی غلطیاں اس کے بالوں کے کنارے سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں۔ پھر وہ اپنے دونوں پیر ٹخنوں تک دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ پس (اس کے بعد) اگر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی' پس اللہ کی حمد و ثناء اور بزرگی اس طرح بیان کی جس طرح وہ اس کا حق رکھتا ہے اور اپنے دل کو اللہ کے لئے فارغ کر دیا (یعنی خشوع و خضوع کا اہتمام کیا) تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو کر نکلتا ہے جیسے وہ اس وقت تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ پس یہ حدیث عمرو بن عبسہ نے حضرت ابو امامہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی--- سے بیان کی تو ان سے ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اے عمرو بن عبسہ! دیکھو تم کیا بیان کر رہے ہو؟ ایک ہی جگہ پر' اس آدمی کو یہ مقام دے دیا جائے گا؟ (یعنی صرف ایک وضوء کرنے پر ہی تم سارے گناہوں سے پاکیزگی کا مقام عطا ہونے کی بات کر رہے ہو؟) حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اے ابو امامہ رضی اللہ عنہ! میری عمر بڑی ہو گئی' میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور میری موت قریب آگئی ہے اور مجھے کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولوں۔ اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ایک مرتبہ' دو مرتبہ' تین مرتبہ' حتیٰ کہ سات مرتبہ تک نہ سنی ہوتی' تو میں کبھی یہ حدیث بیان نہ کرتا' لیکن میں نے تو یہ حدیث اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنی ہے۔

جراء علیہ قومہ' میں جراء' جیم کی پیش اور مد کے ساتھ' علماء کے وزن پر ہے۔ آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ پر جسارت اور دست درازی کرنے والی اور آپ ﷺ سے بے خوف ہے۔ یہی مشہور روایت ہے اور امام حمیدی رحمہ اللہ

وغیرہ نے اسی کو بیان کیا ہے۔ (بعض کے نزدیک) یہ جراء' حائے مکسورہ کے ساتھ ہے۔ اس کے معنی وہ بیان کرتے ہیں۔ غضب ناک' غم اور فکر والے کہ جن کے صبر کا پیانہ لبریز ہو چکا' حتیٰ کہ اس کا اثر ان کے جسموں پر ہو گیا ہو۔ جب کسی کا جسم درد یا غم وغیرہ سے ہلکان ہو جائے تو کہتے ہیں حری جسمہ یحری۔ اسی قول سے حراء ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جیم کے ساتھ ہے۔ بین قرنی شیطان' شیطان کے سر کے دونوں کناروں کے درمیان اور مراد تمثیل ہے' اس کے معنی ہیں کہ شیطان اور اس کا ٹولہ اس وقت حرکت کرتا اور غلبہ و تسلط اختیار کرتا ہے' (لیکن اسے تمثیل کی بجائے حقیقی معنوں یعنی ظاہر پر محمول کرنا زیادہ صحیح ہے گو ہم اس کی حقیقت سے ناآشنا ہیں) یقرب وضوء ہ کے معنی ہیں' اس پانی کو اپنے قریب کرے جس سے وہ وضوء کرے۔ الا خرت خطایاہ' میں خرت' خائے معجمہ کے ساتھ ہے' بمعنی گرنا اور بعض نے اسے جرت' جیم کے ساتھ روایت کیا ہے اور صحیح خاء کے ساتھ ہے اور یہی جمہور کی روایت ہے۔ فیستنثر' ناک سے گندگی جھاڑ کر صاف کرنا۔ نثرہ' ناک کے کنارے کو کہتے ہیں۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، باب إسلام عمرو بن عبسة رضی الله عنه، حدیث رقم۸۳۲.

۴۳۹۔ فوائد: (۱) اس میں ایک تو دعوت و تبلیغ کی حکمت اور اس کے اسلوب کا بیان ہے کہ جب داعی کمزور اور اس کے مخالفین طاقتور ہوں تو اپنی افرادی قوت کی حفاظت ضروری ہے تاکہ حاصل شدہ قوت تو ضائع نہ ہو۔ اسی لئے آپ ؐ نے حضرت عمرو بن عبسہ کو تاکید فرمائی کہ ابھی تم اپنے اسلام کو مخفی رکھو اور اپنے گھر میں ہی جا کر رہو۔ (۲) حالات کتنے ہی ناسازگار ہوں اور مخالفت کتنی ہی زیادہ ہو۔ تاہم داعی الی اللہ کو اللہ کی طرف سے مدد کی اور فتح و غلبہ کی امید رکھنی چاہئے۔ چنانچہ اسی امید پر آپ ؐ نے حضرت عمروؓ کو فرمایا' جب تمہیں میرے غلبے کی خبر پہنچے تو میرے پاس آنا۔ (۳) یہ آپ ؐ کی نبوت کی دلیل بھی ہے کہ جس طرح آپ ؐ نے فرمایا' اسی طرح ہوا۔ (۴) نماز کے وقت فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی نماز اطمینان اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرے تاکہ اس کی نماز کی رپورٹنگ (اطلاع) صحیح ہو۔ (۵) نماز کے مکروہ اوقات کا بیان اور وہ ہیں'

نماز فجر کے بعد طلوع شمس تک۔ زوال کے وقت' عصر کے بعد غروب شمس تک اور عین طلوع و غروب کے وقت۔ (۶) وضوء اور نماز' یہ صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہیں اور اسی مناسبت سے یہ روایت اس باب میں ذکر کی گئی ہے۔ (۷) اہل عرب بالعموم بادیہ نشین تھے اس لئے نصف النہار (زوال) کا وقت معلوم کرنے اور سورج کے طلوع کا اندازہ کرنے کے لئے' نیزے کا تذکرہ فرمایا' کیونکہ اس کے لئے ان کے ہاں اسی کا استعمال تھا۔ اب فلکیات کے علم نے تمام سیاروں کی رفتار کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کر کے تمام اوقات طلوع و غروب اور زوال وغیرہ کی تعیین کر دی ہے۔ تاہم شہروں سے دور' پہاڑوں اور جنگلات وغیرہ میں رہنے والوں کے لئے اب بھی یہ پیمانے مفید ہیں اور وہ ان سے کام لیتے ہیں۔ (۸) زمانہ جاہلیت میں بھی نیک اور صحیح الفطرت لوگ بتوں کی عبادت کو گمراہی ہی سمجھتے تھے۔

٤٤٠ ـ وعن أبي موسى الأشعريِّ، رضي الله عنه، عن النَّبِيِّ ﷺ، قال: «إذا أرادَ اللهُ تعالى رحمةَ أُمَّةٍ، قَبضَ نبيَّهَا قبلَها، فجعَلَهُ لها فَرطاً وسلَفاً بين يَدَيها، وإذا أَراد هَلَكَةَ أُمَّةٍ، عذَّبها ونبيُّهَا حَيٌّ، فَأَهْلَكَهَا وهوَ حَيٌّ ينظُرُ، فأَقَرَّ عينَهُ بِهلاكِها حين كذَّبوهُ وعَصَوا أَمْرَهُ» رواه مسلم.

۲۸/ ۴۴۰۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو امت سے پہلے اس امت کے نبی کی روح قبض فرما لیتا ہے۔ پس نبی کو اس کے لئے پیش رو اور میر سامان بنا دیتا ہے۔ (یعنی پہلے جا کر انتظام کرنے والا) اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو نبی کی زندگی میں ہی اس پر عذاب نازل فرما دیتا ہے اور نبی ان کی ہلاکت کا آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے۔ پس اس امت کو ہلاک کر کے' جب وہ اس کی تکذیب اور نافرمانی کرتی ہے' اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب فضائل النبي ﷺ، باب إذا أراد الله تعالى رحمة أمة قبض نبيها قبلها.

۴۴۰۔ فوائد: اس میں پیغمبروں کی بابت اللہ کے ایک قانون کا تذکرہ ہے۔ جس سے مقصود نبی ﷺ کی مخالفت سے لوگوں کو ڈرانا اور آپؐ کے اتباع کی ترغیب دینا ہے۔ تاکہ قیامت والے دن لوگ آپؐ کی شفاعت سے فیض یاب ہو سکیں۔ کیونکہ آپؐ اپنی امت کے سالار اور پیش رو ہیں۔

٥٢ ـ بابُ فَضْلِ الرَّجَاءِ

۵۲۔ اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنے کی فضیلت

قال الله تعالى إخباراً عن العبدِ الصَّالِحِ: ﴿وَأُفَوِّضُ أَمْرِىٓ إِلَى ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کی بابت خبر دیتے ہوئے اس کا قول نقل فرمایا' میں اپنا معاملہ اللہ کی طرف

بَصِيرٌۢ بِٱلۡعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقَىٰهُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِ مَا مَكَرُوا۟﴾ [غافر: ٤٤ ـ ٤٥].

سونپتا ہوں' یقیناً اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے' پس اللہ نے اسے ان برائیوں سے بچا لیا جس کی تدبیریں (اس کے مخالفین نے) کیں۔

فائدہ آیات: یہ نیک آدمی وہ ہے جسے قرآن نے' آل فرعون سے ایک مومن' کہا ہے' اس نے فرعونیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف کسی قسم کی کارروائی سے اجتناب کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس مشورے پر اسے اپنی جان کا بھی خطرہ لاحق تھا' اس لئے اس نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ الفاظ کہے' جس میں اس نے اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دینے کا اعلان کر کے اللہ سے اچھی امید وابستہ کی۔ چنانچہ اللہ نے بھی اس کی امید کے مطابق اس کی مدد فرمائی اور فرعونیوں کے کید و مکر سے اسے بچا لیا۔

اب چند احادیث ملاحظہ ہوں:

٤٤١ ـ وعن أبي هريرة، رضيَ الله عنه عن رسولِ الله ﷺ، أنَّهُ قال: «قال اللهُ، عَزَّ وجلَّ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدي بي، وأنا مَعَهُ حَيْثُ يَذْكُرُني، وَاللهِ! للهُ أَفْرَحُ بتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهُ بالْفَلاةِ، وَمَنْ تَقَرَّبَ إلَيَّ شِبْراً، تَقَرَّبْتُ إلَيْهِ ذِرَاعاً، وَمَنْ تَقَرَّبَ إلَيَّ ذِراعاً، تَقَرَّبْتُ إليه بَاعاً، وإذا أَقْبَلَ إلَيَّ يَمْشي، أَقْبَلْتُ إليه أُهَرْوِلُ» متفقٌ عليه

١/٤٤١۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عز و جل فرماتا ہے' میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں (یعنی اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں) اور میں اس کے ساتھ ہوں جہاں بھی وہ مجھے یاد کرے۔ اللہ کی قسم' یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو جنگل میں اپنی گم شدہ چیز کو پا لیتا ہے (اور اس پر خوش ہوتا ہے) اور جو میرے ایک بالشت قریب ہوتا ہے' تو میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں' جو میری طرف ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں اس کے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

وهذا لفظ إحدى رِوايات مسلم. وتقدَّم شرحُهُ في الباب قبله. ورُوي في الصحيحين: «وأنا معه حينَ يذكُرُني» بالنون، وفي هذه الرواية «حَيْثُ» بالثاء وكلاهما صحيح.

اور یہ مسلم کی روایات میں سے اس کی ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ اس کی شرح اس سے ماقبل کے باب میں گزر چکی ہے (دیکھو باب الرجاء' رقم الحدیث ۲/ ۴۱۳) اور صحیحین میں مروی الفاظ' وانه معه حين يذكرني ' نون کے ساتھ ہیں' جب کہ اس روایت میں یہ ثاء کے ساتھ اور دونوں (یعنی حین' نون کے ساتھ یا حیث' ثاء کے ساتھ) صحیح ہیں (کیونکہ دونوں

صورتوں میں معنی صحیح ہیں' جہاں بھی' یا جس وقت بھی مجھے یاد کرے)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى ﴿ويحذّركم الله نفسه﴾ - وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب في الحض علي التوبة والفرح بها.

۴۴۱- فوائد: اس میں توبہ کی فضیلت کے علاوہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی ترغیب ہے۔ لیکن جس طرح بغیر ہل چلائے اور بیج بوئے' فصل کی پیداوار کی امید رکھنا حماقت ہے' اسی طرح اعمال صالحہ کے بغیر اللہ سے اچھی امید وابستہ کرنا بھی نادانی ہے۔ یہ گویا بالواسطہ عمل کی ترغیب ہے' کیونکہ عمل کے بغیر کسی بھی چیز کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اور یہ ایک فطری بات ہے کہ اچھے عمل کرنے والا اللہ سے اچھی ہی امید وابستہ کرے گا اور برے عمل کرنے والا بری امید۔ اور اسی کے مطابق اللہ کا معاملہ بھی اپنے بندوں کے ساتھ ہو گا' اچھی امید رکھنے والوں سے اچھا اور بری امید رکھنے والوں سے برا۔ کیونکہ دونوں کی بنیاد ان کے اپنے اپنے عمل پر ہو گی اور انہی عملوں کے مطابق اچھی یا بری جزاء ہو گی۔

٤٤٢ - وعن جابرِ بنِ عبدِ اللهِ، رضيَ اللهُ عنهما، أنَّهُ سمعَ النبيَّ ﷺ، قبْلَ مَوْتِهِ بثلاثةِ أيّام يقولُ: «لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُم إلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ باللهِ عَزَّ وجلَّ» رواه مسلم.

۲ / ۴۴۲ - حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے تین دن قبل یہ فرماتے ہوئے سنا' تم میں سے کسی شخص کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ عز و جل کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب الأمر بحسن الظن بالله تعالي عند الموت.

۴۴۲- فوائد: اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان کو ہر وقت اچھے عمل ہی کرنے چاہئیں' کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں کس وقت آجائے' جب کہ موت کے وقت انسان کو اللہ کے ساتھ عفو و رحمت کی امید رکھنی چاہئے' جو ایمان و عمل صالح کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا اس حدیث کا وہی مطلب ہے جو قرآن کریم کی آیت ولا تموتن الا وانتم مسلمون (آل عمران' ۱۰۲) "تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو" کا ہے۔

٤٤٣ - وعن أنسٍ، رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ، يقول: «قال الله تعالى: يَا ابْنَ آدَمَ! إنَّكَ مَا دَعَوْتَني وَرَجَوْتَني غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالي، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السماءِ، ثم اسْتَغْفَرْتَني غَفَرتُ لَكَ، يَا ابْنَ آدَمَ! إنَّكَ لَو أَتَيْتَني بِقُرابِ الأرْضِ خطايا، ثُمَّ لَقِيْتَني لا تُشرِكُ

۳ / ۴۴۳ - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ اے انسان! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے (اچھی) امید رکھے گا' میں تجھے بخشتا رہوں گا' چاہے تیرے عمل کیسے ہی ہوں اور میں پروا نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں' پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے آدم کے بیٹے! اگر

بي شيئاً، لأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً» رواه الترمذي. وقال: حديث حسن. «عَنَانُ السماءِ» بفتح العين، قيل: هو مَا عَنَّ لَكَ منها، أَي: ظَهَرَ إِذَا رَفَعتَ رَأْسَكَ، وقيلَ: هو السَّحَابُ. و«قُرَابُ الأرض» بضم القاف، وقيلَ: بكسرها، والضم أصح وأشهر، وهو: ما يُقَارِبُ مِلأَهَا، والله أعلم.

تو میرے پاس زمین بھر گناہوں کے ساتھ آئے اور تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہو گا تو میں تیرے پاس زمین بھر بخشش لے کر آؤں گا۔ (ترمذی' یہ حدیث حسن ہے)

عنان السماء' عین پر زبر۔ بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں' جو تیرے لئے اس سے ظاہر ہو یعنی جب اپنا سر اٹھا کر دیکھے اور بعض کے نزدیک معنی ہیں' بادل۔ قراب الارض' قاف پر پیش اور بعض کے نزدیک زیر اور پیش ہی صحیح اور مشہور ہے' وہ چیز جو قریب زمین بھر ہو۔ واللہ اعلم

تخریج: سنن مرمذي، أبواب الدعوات، باب غفران الذنوب مهما عظمت.

۴۴۳۔ فوائد: (۱) اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان گناہ آلود زندگی کو اپنا شیوہ بنا لے' کیونکہ ایسا شخص تو پھر توبہ و انابت الی اللہ کی توفیق سے ہی بالعموم محروم رہتا ہے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انسان سے نادانی اور غفلت میں کتنے بھی گناہ ہو جائیں' حتیٰ کہ اس کے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں۔ لیکن اسے اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے بلکہ خلوص دل سے توبہ کر کے اگر وہ اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہو گا تو اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت اپنے لئے وا پائے گا۔ (۲) شرک ناقابل معافی جرم ہے۔ شرک کے علاوہ کیسے بھی اور کتنے بھی گناہ ہوں' ان کی مغفرت کی امید ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو پہلے مرحلے میں ہی معاف فرما دے گا' ورنہ کچھ سزا کے بعد معافی ہو جائے گی۔ بہرحال گناہ گار مومن کے لئے جہنم کی سزا دائمی نہیں ہے' جیسے مشرک کے لئے ہے۔

٥٣ ـ بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

۵۳۔ اللہ سے خوف اور امید (بیک وقت دونوں باتیں) رکھنے کا بیان

اعْلَمْ أَنَّ الْمُخْتَارَ لِلعَبْدِ في حَالِ صِحَّتِهِ أَن يَكُونَ خائفاً راجياً، ويكونَ خَوْفُهُ ورجاؤُه سواءً، وفي حالِ المَرَضِ يُمَحِّضُ الرَّجَاءَ. وقواعِدُ الشَّرْعِ مِن نُصُوصِ الكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مُتظاهِرَةٌ على ذلك.

قال الله تعالى: ﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْخَٰسِرُونَ﴾ [الأعراف: ٩٩]

امام نوویؒ (مولف ریاض الصالحین) فرماتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہئے' بندے کے لئے حالت صحت میں پسندیدہ بات یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے عذاب کا خوف بھی ہو اور اس کی رحمت کی امید بھی اور اس کا خوف اور امید برابر ہو اور بیماری کی حالت میں امید کا پہلو غالب رکھے۔ شریعت کے اصول اور کتاب و سنت کی نصوص اور دیگر دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔

وقال تعالى: ﴿ إِنَّهُۥ لَا يَاْيْـَٔسُ مِن رَّوْحِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴾ [يوسف: ٨٧] وقال تعالى: ﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ﴾ [آل عمران: ١٠٦] وقال تعالى: ﴿ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ ٱلْعِقَابِ وَإِنَّهُۥ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الأعراف: ١٦٧] وقال تعالى: ﴿ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ ٱلْفُجَّارَ لَفِى جَحِيمٍ ﴾ [الانفطار: ١٣، ١٤] وقال تعالى: ﴿ فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ ﴿٦﴾ فَهُوَ فِى عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَٰزِينُهُۥ ﴿٨﴾ فَأُمُّهُۥ هَاوِيَةٌ ﴾ [القارعة: ٦ ـ ٩] والآيات في هذا المعنى كثيرة. فَيَجْتَمِعُ الخوْفُ والرجاءُ في آيَتَيْنِ مُقْتَرِنَتَيْنِ أو آياتٍ أو آية.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے' ہلاک ہونے والے لوگ ہی' بے خوف ہوتے ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

اور فرمایا: اس دن کئی چہرے (امید سے) روشن اور کئی چہرے (خوف سے) سیاہ ہوں گے۔

اور فرمایا: بلاشبہ تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے اور وہ یقیناً بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اور فرمایا: بے شک نیک لوگ نعمتوں میں اور کافر جہنم میں ہوں گے۔

اور فرمایا: پس وہ شخص جس کے اعمال کی ترازو بھاری ہو گئی' وہ خاطر خواہ آرام میں ہو گا اور جس کی ترازو ہلکی ہو گئی' پس اس کا ٹھکانا ہاویہ (بھڑکتی آگ) ہو گا۔

اس مفہوم کی اور بہت سی آیات ہیں۔ پس دو یا زیادہ متصل آیتوں میں خوف اور امید دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ یا کسی ایک ہی آیت میں ان کا اجتماع ہو جاتا ہے۔

فائدہ آیات: مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں دونوں پہلوؤں کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے' کیونکہ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ نہایت اہم اور ضروری ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کے عذاب سے بے خوفی انسان کو اللہ کی نافرمانی پر دلیر کر دیتی اور اس کی رحمت سے مایوسی بے عملی کی تاریکیوں میں دھکیل دیتی ہے۔ اس لئے خوف بھی ضروری ہے اور امید بھی۔ اہل ایمان کی صفات بھی یہی بیان کی گئی ہیں یدعون ربھم خوفا وطمعا (الم سجدہ) "وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور اس سے امید رکھتے ہوئے' پکارتے ہیں"۔ اسی لئے کہا جاتا ہے۔ الایمان بین الخوف والرجاء۔ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ ہوں:

٤٤٤ ـ وعن أبي هريرة، رضي الله عنه، أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ، قال: «لَوْ يَعْلَمُ المُؤْمِنُ ما عِنْدَ اللهِ مِنَ العُقُوبَةِ، ما طَمِعَ بجَنَّتِهِ أحَدٌ، ولَوْ يَعْلَمُ الكافِرُ مَا عِنْدَ اللهِ مِنَ الرَّحْمَةِ، مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدٌ» رواه مسلم.

۱/ ۴۴۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر مومن کو اس سزا اور عذاب کا (کماحقہ) علم ہو جائے جو اللہ کے ہاں (نافرمانوں کے لئے) ہے تو اس کی جنت کی کوئی امید نہ رکھے اور اگر کافر کو اللہ کی اس رحمت کا صحیح علم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه.

۴۴۴۔ **فوائد:** (۱) اس میں اللہ کے عذاب کی حشر سامانی کا بھی بیان ہے تاکہ انسان اس سے بچنے کی سعی کرے اور اس کی وسعت رحمت کا بھی' تاکہ انسان اس کی مغفرت و رضامندی کی امید بھی رکھے۔ (۲) یہ رحمت ان ہی لوگوں پر ہوگی جو اس کے اطاعت گزار ہوں گے اور مستحق عتاب وہ ہوں گے جو اس کے نافرمان ہوں گے۔

٤٤٥ ـ وعن أبي سَعيدِ الخدريِّ، رضيَ اللهُ عنه، أنَّ رسُولَ الله ﷺ، قال: «إذا وُضِعَتِ الجَنَازَةُ واحْتَمَلَهَا النَّاسُ أَوِ الرجالُ عَلى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صالِحَةً قالَتْ: قَدِّمُوني قَدِّمُوني، وَإِنْ كانَتْ غَيرَ صَالِحَةٍ، قالَتْ: يا وَيْلَها! أَيْنَ تَذْهَبُونَ بها؟ يَسْمَعُ صَوْتَها كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الإِنْسانَ، وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ» رواهُ البخاري.

۲ / ۴۴۵۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب جنازہ (تیار کرکے) رکھا جاتا ہے اور لوگ یا آدمی اسے اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک (آدمی کا) جنازہ ہوتا ہے تو کہتا ہے' مجھے آگے لے چلو' مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ بدکار کا جنازہ ہے تو کہتا ہے' ہائے ہلاکت ہے' اسے کہاں لئے جا رہے ہو۔ انسان کے سوا اس آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان اسے سن لے تو (اس کی تاب نہ لا سکے اور) بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، كتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة.

۴۴۵۔ **فوائد:** میت کا بولنا جب کہ وہ جنازے کی صورت میں ہوتی ہے امور غیب سے ہے جس کی خبر اس صحیح حدیث میں دی گئی ہے۔ یقیناً مرنے والا یہ کہتا ہوگا' اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مردہ کو بھی قوت گویائی عطا کر سکتا ہے' جیسے وہ قبر میں عطا فرماتا ہے اور منکر نکیر وہاں اس سے سوال کرتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔ اس حدیث کا مقصد لوگوں کو نیکی کی ترغیب دینا ہے تاکہ مرنے کے بعد اسے یہ نہ کہنا پڑے کہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو' بلکہ وہ یہ کہے کہ مجھے جلدی جلدی قبر میں پہنچا دو' تاکہ وہاں اللہ کی نعمتوں سے میں شاد کام ہوں۔

٤٤٦ ـ وعن ابنِ مسعودٍ، رضيَ اللهُ عنه قالَ: قالَ رسُولُ الله ﷺ: «الجَنَّةُ أَقْرَبُ إلى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذلك» رواه البخاري.

۳ / ۴۴۶۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جنت تمہارے ایک شخص کے اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور جہنم بھی اسی طرح (قریب) ہے۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، كتاب الرقاق، باب الجنة أقرب إلى أحدكم من شراك نعله.

۴۴۶۔ **فوائد:** مطلب یہ ہے کہ نیکی کا راستہ اپنانے والے کے لئے جنت قریب اور اس کا حصول سہل ہے اور اسی طرح جو بدی کا راستہ اختیار کرے گا' اس کے لئے جہنم قریب ہے۔ اس میں نیکی کی ترغیب (شوق دلایا گیا ہے) اور بدی سے ترہیب (ڈرایا گیا) ہے۔

٥٤ ـ بَابُ فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَعَالَى وَشَوْقاً إِلَيْهِ

۵۴۔ اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ملاقات کے شوق میں رونے کی فضیلت

قالَ اللهُ تعالى: ﴿ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۩ ﴾ [الإسراء: ١٠٩] وقال تعالى: ﴿ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴾ [النجم: ٥٩، ٦٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ (قرآن) ان کو خشوع میں اور بڑھا دیتا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: کیا تم اس قرآن سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو، روتے نہیں۔

فائدہ آیات: ان میں اہل ایمان کے رونے کا اور کافروں کا اس کے برعکس ہنسنے کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کا وصف اللہ کے خوف اور اس کے شوق ملاقات میں رونا ہے اور کافر اس وصف سے محروم ہوتے ہیں بلکہ وہ قرآن سن کر ہنستے اور استہزاء کرتے ہیں۔

اب اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

٤٤٧ ـ وعَن ابنِ مَسعودٍ، رضيَ اللهُ عنه، قالَ: قال لي النبيُّ ﷺ: «اقرأ عليَّ القُرآنَ» قلتُ: يا رسُولَ الله! أَقرأُ عَلَيْكَ، وعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟! قالَ: «إني أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْري» فقرَأتُ عليه سورَةَ النِّساءِ، حتى جئتُ إلى هذِهِ الآية: ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴾ [النساء: ٤١] قال: «حَسْبُكَ الآنَ» فَالْتَفَتُّ إلَيْهِ، فَإذا عَيْناهُ تَذْرِفانِ. متفق عليه.

١/٤٤٧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے کہا، یا رسول اللہ، کیا میں آپؐ کو قرآن پڑھ کر سناؤں جب کہ قرآن آپؐ پر اترا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، میں اپنے علاوہ دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے آپؐ کے سامنے سورہ نساء پڑھی، یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا "پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے" تو آپؐ نے فرمایا، بس اب کافی ہے۔ میں آپؐ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، تفسير سورة النساء، باب ﴿فكيف إذا جئنا..﴾ إلي غير ذلك من كتب الصحيح ـ وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل استماع القرآن... حديث رقم ٨٠٠.

٤٤٧۔ فوائد: اس میں اپنے علاوہ دوسروں سے قرآن کریم سننے کا استحباب ہے تاکہ انسان اس میں مزید غور و فکر اور تدبر کر سکے۔ نیز قرآن کریم سن کر رونے کی ترغیب ہے اور یہ رقت اسی صورت میں پیدا ہوتی ہے جبکہ قرآن مجید کو انہماک سے سمجھ کر پڑھا یا سنا جائے یہ کیفیت جس قدر زیادہ ہو گی قرآن مجید سننے کا اسی قدر لطف زیادہ آئے گا۔

٤٤٨ ـ وعن أنسٍ، رضيَ اللهُ عنه،

٢/٤٤٨ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، خُطْبَةً ما سَمِعْتُ مِثْلَها قَطُّ، فقالَ: «لَوْ تَعلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً وَلَبَكَيْتُمْ كثيراً» قَالَ: فَغَطَّى أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وُجُوهَهُمْ، ولَهُمْ خَنِينٌ، متفقٌ عليه، وَسَبَقَ بَيَانُهُ في بَابِ الخَوْفِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دفعہ) ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس جیسا میں نے کبھی نہیں سنا' اس میں آپؐ نے فرمایا' اگر تم وہ باتیں جان لو' جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ- (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اپنے چہروں کو (کپڑوں سے) ڈھانپ لیا اور ان کے رونے کی آواز آرہی تھی- (بخاری و مسلم)

باب الخوف میں اس کا بیان گزر چکا ہے- (دیکھو باب مذکور- رقم ۶/۴۰۲)

تخریج: سبق تخریجه في باب الخوف رقم ۴۰۱.

۴۴۸- فوائد: یہاں اس باب میں اس کے ذکر کرنے سے اس بات کا اثبات ہے کہ صحابہ کرام وعظ و نصیحت سن کر اللہ کے خوف سے رویا کرتے تھے- اس میں صحابہ کرامؓ کی اقتداء کرنے کی ترغیب ہے کہ وعظ و نصیحت سن کر آنکھیں پرنم ہو جانی چاہئیں-

٤٤٩ ـ وعن أبي هريرةَ، رضي اللهُ عنه، قالَ: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ في الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبارٌ في سَبِيلِ اللهِ وَدُخانُ جَهَنَّمَ» رواهُ الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۳ / ۴۴۹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے ڈر سے رویا' یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھا نہیں ہوگا- (ترمذی' حسن صحیح)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الجهاد، باب ما جاء في فضل الغبار في سبيل الله.

۴۴۹- فوائد: ظاہر بات ہے جس شخص کے دل میں اللہ کا اتنا خوف ہو کہ وہ اس کی بنا پر روتا ہو' تو وہ کب اللہ کا نافرمان ہو سکتا ہے؟ یقیناً اس کی زندگی بالعموم اللہ کی اطاعت میں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہوئے ہی گزرے گی- اس لئے ایسے شخص کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اس کا جہنم میں جانا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے تھن سے نکلے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس جانا ناممکن ہے- (۲) اسی طرح اللہ کی راہ میں جہاد کی بڑی فضیلت ہے- مجاہد فی سبیل اللہ پر بھی جہنم حرام ہے کیونکہ اس راہ میں مجاہد پر جو گردوغبار پڑتا ہے' اس کے ساتھ جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتا- بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے وہ مجتنب رہا ہو-

٤٥٠ ـ وعنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ في ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إمامٌ عادِلٌ، وشَابٌّ

۴ / ۴۵۰ سابق راوی ہی سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' سات آدمی ہیں' اللہ تعالیٰ ان کو' اس دن جب کہ اس کے سائے کے علاوہ کوئی

نَشَأَ في عِبَادَةِ اللهِ تَعالى، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ في المَسَاجِدِ، وَرَجُلانِ تَحابّا في اللهِ، اجْتَمَعَا عَلَيْهِ، وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذاتُ مَنْصِبٍ وَجَمالٍ، فَقَالَ: إنِّي أَخافُ اللهَ، ورَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفاها حتَّى لَا تَعْلَمَ شِمالُهُ ما تُنْفِقُ يَمِينُه، ورَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خالِياً فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ» متفقٌ عليهِ.

سایہ نہیں ہوگا' اپنے (عرش) کے سائے میں جگہ دے گا۔ انصاف کرنے والا حکمران۔ وہ نوجوان' جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا (یعنی بچپن سے ہی اس کی تربیت اسلامی خطوط پر ہوئی اور جوانی کی آنکھیں کھولتے ہی وہ اللہ کی عبادت کو سمجھتا تھا اور پھر وہ اس پر کاربند رہا) وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہو (کہ کب اذان ہو اور وہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جائے) وہ دو آدمی جنہوں نے صرف اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کی' اسی بنیاد پر وہ جمع ہوتے اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے (یعنی دین کی پابندی انہیں ایک دوسرے سے وابستہ رکھتی اور دین سے انحراف انہیں باہم جدا کردیتا) وہ آدمی' جسے حسب و نسب اور حسن و جمال والی عورت نے دعوت گناہ دی' لیکن اس نے یہ کہہ کر (اسے رد کردیا کہ) میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ وہ آدمی' جس نے اس طرح چھپ کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ آدمی' جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (اس کے خوف سے) اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: سبق تخریجه في باب فضل الحب في الله برقم٣٧٦.

۴۵۰۔ فوائد: یہ روایت اس سے قبل باب فضل الحب فی اللہ رقم ۳۷۶ میں گزر چکی ہے۔ اس باب میں اسے اللہ کے خوف سے رونے کی فضیلت کے اثبات کے لئے لائے ہیں۔ یہ اللہ کا خوف' انسان کو دنیا میں اللہ کی نافرمانی سے روکتا ہے' جس کا صلہ آخرت میں اللہ کی رضامندی اور اس کی نعمتوں بھری جنت ہے۔

٤٥١ ـ وعَن عبدِ اللهِ بنِ الشِّخِّيرِ، رضيَ اللهُ عنه، قال: أَتَيْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ، وهُوَ يُصَلِّي ولجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ المِرْجَلِ مِنَ البُكاءِ. حديث صحيح رواه أبو داود والتِّرْمذي في الشَّمائِلِ بإسنادٍ صحيحٍ.

۵ / ۴۵۱ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور آپؐ نماز پڑھ رہے تھے (میں نے دیکھا کہ) آپؐ کے سینے سے رونے کی وجہ سے اس طرح آواز نکل رہی تھی جیسے چولہے پر رکھی ہوئی ہانڈی سے نکلتی ہے۔ (ابو داود' حدیث صحیح ہے۔ امام ترمذی نے

اسے "الشمائل" میں صحیح سند سے نقل کیا ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب البكاء في الصلاة - وسنن ترمذي، أبواب الشمائل المحمّدية، باب ماجاء في بكاء رسول الله ﷺ.

۴۵۱- فوائد: اس سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اللہ کے خوف سے کس طرح رویا کرتے تھے۔ اللہ سے مناجات کے وقت اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے تصور سے رونا' بڑی سعادت کا باعث ہے۔ مگر جس کو اللہ اس سے نواز دے۔ ؎

ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

٤٥٢ ـ وعن أنسٍ، رضي اللهُ عنه قال: قالَ رسُولُ الله ﷺ، لأُبيِّ بن كَعْبٍ، رضيَ اللهُ عنه: «إنَّ اللهَ، عَزَّ وَجلَّ، أَمَرَني أَنْ أَقْرأَ عَلَيْكَ: ﴿لَمْ يَكُنِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ﴾ [البينة: ١]» قَالَ: وَسَمَّاني؟ قالَ: «نَعَمْ» فَبكى أُبيٌّ، متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: فَجعَلَ أُبيٌّ يَبْكي.

۶/ ۴۵۲ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا' اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے سورہ لم یکن الذین کفروا پڑھ کر سناؤں۔ حضرت ابی ؓ نے کہا' اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا' ہاں۔ پس حضرت ابی ؓ (بے اختیار) رو پڑے۔ (بخاری و مسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابی رونے لگ گئے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب مناقب أبيّ رضي الله عنه - وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب قراءة القرآن على أهل الفضل.

۴۵۲- فوائد: (۱) اس میں ایک تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے جو حفظ و قراءت قرآن میں امتیاز کی وجہ سے انہیں حاصل ہوئی۔ (۲) فرحت و مسرت کے موقع پر رونے کا جواز' کیونکہ یہ بھی ایک فطری چیز ہے۔ علاوہ ازیں اس میں اعتراف تقصیر بھی شامل ہوجائے تو سبحان اللہ! کہ مجھ پر تو اللہ نے اتنا بڑا انعام کیا' جب کہ میں نے اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ہی ادا نہیں کیا۔ (۳) دوسروں کو قرآن سنانا بھی سنت ہے۔ (۴) علم میں تواضع اور خاکساری پسندیدہ بھی ہے اور ضروری بھی' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار فرمایا ورنہ پندار علم (علم کا غرور) اچھے اچھوں کو برباد کردیتا ہے۔

٤٥٣ ـ وعنهُ قالَ: قال: أبو بكرٍ لعمرَ، رضـيَ اللهُ عنهما، بعدَ وفاةِ رسُولِ اللهِ ﷺ: انطَلِقْ بنا إلى أُمِّ أَيْمَنَ، رضـيَ اللهُ عنها، نَزُورُها كما كانَ

۷/ ۴۵۳ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا' ہمارے ساتھ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس چلو' ہم ان کی زیارت کریں۔

رسُولُ اللهِ ﷺ، يَزُورُها، فَلَمَّا انتَهَيْنا إلَيْها بَكَتْ، فقالا لها: ما يُبْكِيكِ؟ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ ما عِنْدَ اللهِ تَعالى خَيْرٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ! قالَتْ: إني لَا أَبْكِي أَنِّي لا أَعْلَمُ أَنَّ ما عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، ولكِنِّي أَبْكِي أَنَّ الوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّماءِ؛ فَهَيَّجَتْهُما عَلى البُكاءِ، فَجَعَلَا يَبْكِيانِ مَعَهَا. رواهُ مسلم وقد سبق في باب زيارة أهل الخير.

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے۔ پس جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ انہوں نے کہا کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا' میں اس لئے نہیں رو رہی ہوں کہ میں یہ بات نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زیادہ بہتر ہے (یقیناً میں یہ جانتی ہوں) لیکن میں تو اس لئے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے۔ پس (اس بات نے) ان دونوں کو بھی رونے پر مجبور کردیا اور وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

(یہ روایت باب' زیارۃ اھل الخیر میں گزر چکی ہے)

تخريج: سبق في باب زيارة أهل الخير برقم ٣٦١

۴۵۳۔ فوائد: دیکھئے رقم الحدیث ۳۶۱ یہاں اسے انقطاع خیر پر رونے کے جواز کے اثبات کے لئے لائے ہیں۔ کیونکہ نیک لوگوں کے وجود مسعود سے بہت سی بھلائیاں وابستہ ہوتی ہیں۔ ان کے دنیا سے اٹھ جانے سے اہل دنیا بہت سی برکات اور ثمرات حسنہ سے محروم ہوجاتے ہیں۔ جس پر اللہ والوں کو یقیناً غم ہوتا ہے۔

٤٥٤ - وعن ابنِ عمَر، رضيَ اللهُ عنهما، قال: لَمَّا اشْتَدَّ برَسُولِ اللهِ ﷺ وَجَعُهُ، قيلَ لَهُ في الصَّلاةِ، فقال: «مُرُوا أَبا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بالنَّاسِ» فقالتْ عائشةُ، رضيَ اللهُ عنها: إنَّ أَبا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقيقٌ إذا قَرَأَ القُرآنَ غَلَبَهُ البُكاءُ، فقالَ: «مُرُوهُ فَلْيُصَلِّ».

۸ / ۴۵۴ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب (مرض الموت میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف زیادہ شدید ہوگئی تو آپؐ سے نماز (باجماعت) کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپؐ نے فرمایا' ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو' وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہیں' جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو ان پر گریہ طاری ہوجاتا ہے۔ آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا' انہیں کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

وفي روايةٍ عن عائشةَ، رضيَ اللهُ عنها، قالَتْ: قلتُ: إنَّ أَبا بَكْرٍ إذا قامَ مَقامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ البُكاءِ. متفقٌ عليه.

ایک اور روایت میں ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ بیان فرماتی ہیں' میں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے (تو ان پر گریہ وبکاء طاری ہوجائے گا اور) وہ رونے کی وجہ سے لوگوں

کو اپنی آواز سنانے سے قاصر رہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأذان، باب حد المریض أن یشهد الجماعة ـ وصحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر.

۴۵۴- فوائد: (۱) اس میں حضرت ابوبکر صدیق بنائیہ کی فضیلت کا بیان ہے۔ ان کی اسی فضیلت کی وجہ سے صحابہ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنا خلیفہ بنایا۔ حضرت عمر بنائیہ نے فرمایا جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا کیا ہم اس کو اپنی دنیا کے لئے پسند نہیں کریں گے؟ یعنی ہم اسے دین و دنیا میں اپنا امیر بنائیں گے۔ (۲) قراء ت قرآن کے وقت رونے کا جواز اور حضرت ابوبکر بنائیہ کا یہ وصف خاص تھا جو ان کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔

٤٥٥ ـ وعن إبراهيمَ بنِ عبدِ الرَّحمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عبدَ الرَّحمٰنِ بنَ عَوْفٍ، رَضيَ اللهُ عنهُ، أُتيَ بطَعامٍ وكانَ صائماً، فقالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بنُ عُمَيرٍ، رضيَ اللهُ عنه، وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي، فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ ما يُكَفَّنُ فيهِ إلَّا بُرْدَةٌ إنْ غُطِّيَ بها رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلاهُ، وإنْ غُطِّيَ بها رِجْلاهُ بَدَا رأسُهُ، ثمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنيا ما بُسِطَ ـ أَوْ قالَ: أُعْطِينا مِنَ الدُّنْيا مَا أُعْطِينَا ـ قَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنا عُجِّلَتْ لَنَا. ثُمَّ جَعَلَ يَبْكي حتَّى تَرَكَ الطَّعامَ. رواهُ البخاري.

۹ / ۴۵۵ ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بنائیہ کے پاس (افطاری کے وقت) کھانا لایا گیا جب کہ آپ روزے دار تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا مصعب بن عمیر بنائیہ شہید کردیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کے کفن کے لئے صرف ایک چادر میسر آئی (جو اتنی بڑی تھی) کہ اس سے ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر ننگے ہوجاتے اور پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھلا رہ جاتا۔ اس کے بعد ہمارے لئے دنیا فراخ کردی گئی جو تم دیکھ رہے ہو یا (یہ فرمایا) کہ ہمیں دنیا اتنی عطا کردی گئی ہے جو ظاہر ہے۔ ہم تو ڈر رہے ہیں کہ کہیں دنیا میں ہی ہمیں ہماری نیکیوں کا جلدی بدلہ تو نہیں دے دیا گیا؟ پھر رونے لگ گئے' یہاں تک کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الجنائز، باب الکفن من جمیع المال، وباب إذا لم یوجد إلا ثوب واحد، وکتاب المغازي، باب غزوة أحد.

۴۵۵- فوائد: اس میں ایک تو صحابہ کرامؓ کی تواضع اور ایک دوسرے کی تکریم و احترام کا بیان ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس لئے وہ حضرت مصعب بن عمیرؓ سے افضل ہیں لیکن وہ حضرت مصعبؓ کی شہادت اور اس دور کی غربت و ناداری کو یاد کرکے انہیں اپنے سے بہتر قرار دے رہے ہیں کہ انہوں نے نہایت کٹھن مراحل اور مشکل ترین حالات میں کفار سے ٹکر لی اور جام شہادت نوش فرمایا۔ دوسرے' دنیا کی وسعت و فراخی سے وہ سخت اندیشہ محسوس کرتے تھے جبکہ ان کا مال لوگوں کے یا جہاد کے ہی کام آتا تھا۔ آج

ہماری دولت کا مصرف صرف یہ رہ گیا ہے کہ شادی بیاہ کی فضول رسومات پر اسے اڑا دیں یا سنگ و خشت کی تعمیر اور اس کی آرائش و زیبائش پر اسے برباد کر دیں لیکن اس کے باوجود اللہ کا کوئی خوف ہمارے دلوں میں نہیں ہے۔ فراوانی دولت کی یہی وہ تباہ کاریاں ہیں جن سے صحابہ کرام ڈرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر شدید تشویش اور اضطراب کا اظہار فرمایا۔

٤٥٦ ـ وعن أبي أُمامةَ صُدَيِّ بنِ عجلانَ الباهليِّ، رضيَ الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لَيسَ شيءٌ أَحَبَّ إلى اللهِ تعالى من قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ: قَطْرَةُ دُمُوعٍ من خَشيَةِ اللهِ، وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهَرَاقُ في سَبيلِ اللهِ. وَأَمَّا الأَثَرَانِ: فَأَثَرٌ في سَبيلِ اللهِ تعالى، وَأَثَرٌ في فَريضَةٍ منْ فَرَائِضِ الله تعالى» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۱۰/ ۴۵۶ حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان باہلی سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں۔ ایک آنسوؤں کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلے اور دوسرا وہ قطرۂ خون جو اللہ کے راستے میں بہایا جائے۔ رہے دو نشان (تو ان میں سے) ایک نشان تو وہ ہے جو اللہ کے راستے میں (لڑتے ہوئے) لگے اور دوسرا (نشان) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرتے ہوئے لگے۔

(ترمذی، حدیث حسن ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الجهاد، باب ما جاء في فضل المرابط.

۴۵۶ فوائد: اس میں خوف الٰہی سے رونے کی، جہاد فی سبیل اللہ میں بہنے والے خون کی، اسی طرح اس راہ میں باقی رہ جانے والے زخموں کے نشانات اور فرائض کی ادائیگی میں لگنے والے نشانات کی فضیلت ہے۔

وفي الباب أحاديثُ كثيرةٌ، منها: حديث العِرْباضِ بنِ ساريةَ، رضي الله عنه، قال: وَعَظَنَا رسولُ اللهِ ﷺ، مَوْعِظَةً وَجِلَتْ منها القُلُوبُ، وَذَرَفَت منهَا العُيُونُ.

امام نووی فرماتے ہیں اس باب میں اور بہت سی احادیث آتی ہیں۔ انہی میں سے حضرت عرباض بن ساریہ کی وہ حدیث ہے جس میں انہوں نے بیان فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا وعظ فرمایا کہ جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں اس سے بہہ پڑیں۔

فوائد: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب النہی عن البدع میں بھی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ البتہ باب فی الامر بالمحافظۃ علی السنہ، رقم ۱۵۷ میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے۔

٥٥ ـ بَابُ فَضلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنيَا وَالْحَثِّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضلِ الفَقرِ

۵۵۔ زہد کی فضیلت، دنیا کم حاصل کرنے کی ترغیب اور فقر کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تعالى : ﴿ إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ ﴾ [يونس : ٢٤] وقال تعالى : ﴿ وَٱضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ ٱلرِّيَٰحُ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾ ٱلْمَالُ وَٱلْبَنُونَ زِينَةُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَٱلْبَٰقِيَٰتُ ٱلصَّٰلِحَٰتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ﴿٤٦﴾ ﴾ [الكهف : ٤٥، ٤٦] وقال تعالى : ﴿ ٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَٰدِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ ٱلْكُفَّارَ نَبَاتُهُۥ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَىٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَٰمًا ۖ وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنٌ ۚ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلْغُرُورِ ﴾ [الحديد : ٢٠] وقال تعالى : ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ ٱلنِّسَآءِ وَٱلْبَنِينَ وَٱلْقَنَٰطِيرِ ٱلْمُقَنطَرَةِ مِنَ ٱلذَّهَبِ وَٱلْفِضَّةِ وَٱلْخَيْلِ ٱلْمُسَوَّمَةِ وَٱلْأَنْعَٰمِ وَٱلْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَٱللَّهُ عِندَهُۥ حُسْنُ ٱلْمَـَٔابِ ﴾ [آل عمران : ١٤] وقال تعالى : ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴾ [فاطر : ٥] وقال تعالى : ﴿ أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ﴿١﴾ حَتَّىٰ زُرْتُمُ ٱلْمَقَابِرَ ﴿٢﴾ كَلَّا سَوْفَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دنیا کی زندگی کی مثال' اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا' پس اس سے زمین کا سبزہ' جس کو لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں' خوب گنجان ہو کر نکلا۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور خوب مزین ہو گئی اور زمین کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو گئے ہیں تو ایسی حالت میں دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آپڑا تو وہ ایسی ہو گئی گویا کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ ہم اسی طرح صاف صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور ان سے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کردو (وہ ایسی ہے) جیسے پانی' جسے ہم نے آسمان سے برسایا۔ پس اس کے ساتھ زمین کا سبزہ مل گیا' پھر وہ چورا چورا ہو گیا کہ ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔

اور فرمایا: جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (وستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (و خواہش) ہے۔ (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے' پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اے دیکھنے والے!) تو اس کو دیکھتا ہے کہ پک کر زرد پڑجاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لئے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے۔

تَعۡلَمُونَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُونَ ۝٤ كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُونَ عِلۡمَ ٱلۡيَقِينِ ﴾ [التكاثر: ١ - ٥]

وقال تعالى: ﴿ وَمَا هَٰذِهِ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَآ إِلَّا لَهۡوٞ وَلَعِبٞۚ وَإِنَّ ٱلدَّارَ ٱلۡأٓخِرَةَ لَهِيَ ٱلۡحَيَوَانُۚ لَوۡ كَانُواْ يَعۡلَمُونَ ﴾ [العنكبوت: ٦٤]

والآيات في الباب كثيرة مشهورة.

وأمَّا الأحاديثُ فأكثرُ مِنْ أَنْ تُحصَرَ فَنُنَبِّهُ بطَرَفٍ مِنها على ما سواه.

نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے: لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں، یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیاوی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے۔

نیز فرمایا: تم کو کثرت (مال وغیرہ) کی طلب نے غافل کردیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں، دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا، پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا، دیکھو اگر تم جانتے (یعنی) علم الیقین (رکھتے تو غفلت نہ کرتے)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشا ہے اور آخرت کا گھر، وہی ہمیشہ کا گھر ہے اگر وہ جانتے ہوتے۔

اور اس باب میں کثرت سے آیات ہیں اور مشہور ہیں۔

اور احادیث، وہ بھی حصر و شمار سے زیادہ ہیں ہم ان میں سے چند احادیث ذکر کرتے ہیں:

٤٥٧ - عن عَمْرِو بنِ عوفٍ الأنصاريِّ، رضيَ اللهُ عنه، أنَّ رسولَ اللهِ، ﷺ، بَعَثَ أبا عُبيدةَ بنَ الجرَّاحِ، رَضِيَ الله عنه، إلى البَحْرَيْنِ يأتِي بجِزْيَتِها، فقَدِمَ بِمَالٍ مِنَ البَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الأنصارُ بقُدومِ أبي عُبَيْدَةَ، فوافَوْا صَلاةَ الفَجْرِ مَعَ رسولِ الله ﷺ، فلَمَّا صَلَّى رسولُ الله ﷺ، انْصَرَفَ، فتَعَرَّضُوا

١ / ٤٥٧ حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا کہ وہاں سے جزیہ (وصول کرکے) لائیں۔ چنانچہ وہ بحرین سے مال لے کر آئے اور انصار رضی اللہ عنہم نے ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سنی، پس وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز میں آپہنچے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور واپس جانے لگے تو وہ آپ کے

لَهُ، فَتَبَسَّمَ رسولُ الله ﷺ حِينَ رَآهُمْ، ثُمَّ قالَ: «أَظُنُّكُمْ سَمِعتُم أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بشَيْءٍ مِنَ البَحْرَيْنِ؟» فقالوا: أَجَل يا رسولَ الله! فقال: «أَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا ما يَسُرُّكُمْ، فوالله! ما الفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلكنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كما بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا؛ فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ» متفقٌ عَلَيْهِ.

سامنے آگئے۔ آپؐ نے جب انہیں دیکھا تو مسکرائے اور پھر فرمایا' میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے ہیں؟ انہوں نے کہا' ہاں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا (واقعی مال آیا ہے' لہٰذا) تم خوش ہوجاؤ اور خوش کن چیزوں کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم' مجھے تمہارے بارے میں فقر سے اندیشہ نہیں (کہ وہ تمہارے بگاڑ کا سبب بنے) لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ تم پر دنیا فراخ کردی جائے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی تھی پھر تم اس میں اسی طرح رغبت کرو جیسے انہوں نے کی تھی اور یہ چیز تمہیں بھی ہلاکت میں ڈال دے جیسے اس نے ان کو ہلاکت سے دوچار کیا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فرض الخمس، وكتاب الجزية والموادعة، وغيره من الكتب ـ وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۵۷۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ کسی فرد یا قوم کا فقر و تنگ دستی میں مبتلا ہونا' دین کے لحاظ سے اتنا خطرناک نہیں ہے جتنی مال و دولت کی فراوانی خطرناک ہے۔ اس لئے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مال و اسباب دنیا کی فروانی سے ڈرایا ہے تاکہ وہ اس فتنے کی حشرسامانیوں سے اپنا دامن بچا کر رکھے لیکن آپؐ دیکھ لیجئے کہ آپؐ نے جس چیز سے ڈرایا تھا اب وہ واقعہ بن کر سامنے آگئی ہے اور دولت کی ریل پیل نے اہل ثروت کی اکثریت کو دین' ایمان اور ان کے تقاضوں سے یکسر غافل کردیا ہے۔ دین سے یہ انحراف اور اعراض ہی وہ ہلاکت ہے جس کا آپ نے اندیشہ ظاہر فرمایا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

٤٥٨ ـ وعن أبي سعيدٍ الخدريِّ، رَضِيَ اللهُ عنه، قالَ: جَلَسَ رسولُ الله ﷺ، عَلى المِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، فقال: «إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا». متفقٌ عليه.

۲/۴۵۸ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی آپؐ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں اپنے بعد تمہارے بارے میں جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم پر دنیا کی رونق اور اس کی زیب و زینت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة على اليتامى، وكتاب الجهاد، وغيرهمامن الكتب ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب تخوف ما يخرج من زهرة

الدنيا.

٤٥٩ ـ وعنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «إنَّ الدُّنيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللهَ تعالى مُسْتَخلِفُكُم فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنيا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ» رواه مسلم.

۳/ ۴۵۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک دنیا شیریں اور شاداب ہے (یعنی ذوق و بصر دونوں کی لذت کی جامع ہے) پس یقیناً اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں جانشین بناکر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ پس تم دنیا (کے فریب) سے بچو اور عورتوں (کے فتنے اور) مکر سے بچو۔ (مسلم)

تخريج: تقدم في باب في التقوي برقم۷۰.

۴۵۹- فوائد: یہ حدیث باب فی التقویٰ' رقم ۲/ ۷۰ میں گزر چکی ہے۔ عورتوں کے مکر و کید سے بچنے کی بطور خاص تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے لئے عورت کا فتنہ نہایت ہی خطرناک ہے اور اس تنبیہہ سے مقصود یہ ہے کہ اس سے بچنے کے لئے بھی خاص اہتمام کی اور ان احتیاطی تدابیر کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو شریعت نے بتلائی ہیں۔ مثلاً پردہ' نظر نیچی رکھنا' اختلاط (مرد و خواتین کے ایک ساتھ رہنے) بالخصوص خلوت نشینی (مرد کا عورت کے پاس تنہائی اختیار کرنا) سے گریز وغیرہ۔ جو لوگ شریعت کی بتلائی ہوئی ان ہدایات کی پروا نہیں کرتے' وہ بالعموم عورت کے ناز و ادا کے تیروں سے گھائل' اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر اور اس کے جلوۂ حسن کے قتیل ہوجاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا

٤٦٠ ـ وعن أنسٍ، رضيَ الله عنه، أنَّ النبيَّ ﷺ، قال: «اللَّهُمَّ لا عَيْشَ إلَّا عَيْشُ الآخِرَةِ». متفقٌ عليه.

۴/ ۴۶۰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب التحريض على القتال، وكتاب الرقاق، وكتاب مناقب الأنصار، وكتاب المغازي ـ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة الأحزاب وهي الخندق.

۴۶۰- فوائد: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو موقعوں پر یہ ارشاد فرمایا' ایک اس وقت جب مسلمان اپنے بچاؤ کے لئے نہایت مشکل حالات اور تنگ دستی میں خندق کھود رہے تھے جس سے مقصد مسلمانوں کو صبر اور حوصلے کی تلقین تھی کہ ان کٹھن مراحل سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے' یہ چند روزہ تکلیف اور مشقت ہے۔ اس کے بعد آخرت کی زندگی ہے اور اصل حقیقی زندگی بھی وہی ہے کیونکہ وہ دائمی ہے اور اس کا آرام بھی لازوال ہے۔ دوسرے اس موقعے پر جب حجۃ الوداع میں آپؐ نے اپنے ساتھ مسلمانوں کا ایک جم غفیر دیکھا تو آپؐ نے یہ ارشاد فرماکر مسلمانوں کو تنبیہہ فرمائی کہ اس کثرت و طاقت کو دیکھ کر بے جا گھمنڈ اور خوشی میں مبتلا نہ ہوجانا' یہ سب کچھ عارضی ہے۔ یہ ساری شان و شوکت اور حشمت ختم ہوجائے گی۔ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے بھرپور سعی کی ضرورت ہے۔

٤٦١ ـ وعنهُ عن رسولِ الله ﷺ قال: «يَتْبَعُ المَيِّتَ ثَلاَثَةٌ: أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ: فَيَرْجِعُ اثْنانِ، وَيَبْقَى وَاحِدٌ: يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ». متفقٌ عليه.

۵ / ۴۶۱ انہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین چیزیں میت کے پیچھے لگتی (اس کے ساتھ جاتی) ہیں۔ اس کے گھر والے' اس کا مال اور اس کا عمل۔ پھر دو چیزیں تو واپس آجاتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال (یعنی غلام وغیرہ) واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل (اس کے ساتھ ہی) باقی رہ جاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت ـ وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۶۱- فوائد: اس میں مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ زہد و تقویٰ والا عمل اختیار کریں' نہ کہ فسق و فجور والا کیونکہ یہ عمل ہی انسان کے ساتھ قبر میں جاتا ہے اور اسی کی بنیاد پر اس کی سعادت مندی یا بدبختی کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر عمل صالح کی پونجی ساتھ لے کر جائے گا تو برزخ میں آسودگی اور راحت کی زندگی سے بہرہ ور ہوگا اور اگر اس کا دامن' عمل صالح سے خالی ہوگا تو چاہے اس نے کروڑوں اور اربوں کی جائیداد اپنے پیچھے چھوڑی ہو اس کے قطعاً" کوئی کام نہ آئے گی کیونکہ اس کے ساتھ جانے والا تو اس کا برا عمل ہوگا جسے اس نے اختیار کئے رکھا۔ یہ برا عمل اسے برزخ میں امن اور راحت سے محروم اور عذاب میں مبتلا رکھے گا۔

٤٦٢ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً، ثُمَّ يُقَالُ: يا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْراً قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لا واللهِ! يا رَبِّ. وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْساً فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: يَاابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْساً قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فيقولُ: لا وَاللهِ! مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ» رواه مسلم.

۶ / ۴۶۲ سابق راوی ہی سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' قیامت والے دن جہنمیوں میں سے ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال رہا ہوگا' اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا۔ پھر پوچھا جائے گا۔ اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی بھلائی (راحت) دیکھی؟ کیا کچھ تجھ پر خوشحالی کا گزر ہوا؟ وہ کہے گا نہیں' اللہ کی قسم' اے میرے رب! اور جنتیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ دکھی اور مصیبت زدہ تھا' اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی سختی اور تنگی دیکھی ہے؟ کیا تیرے ساتھ کبھی سختی کا گزر ہوا؟ وہ کہے گا' نہیں اللہ کی قسم! میرے ساتھ کبھی سختی کا گزر نہیں ہوا' نہ کبھی میں نے

سختی اور تکلیف ہی دیکھی۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار برقم ٢٨٠٧.

۴۶۲۔ **فوائد**: اس میں بھی آخرت کی زندگی کی ترغیب ہے کہ دنیا کی یہ نعمتیں' جن کے حصول کے لئے انسان شریعت کے ضابطوں کو پامال کرتا ہے جہنم کے ایک غوطے سے ہی فراموش ہو جائیں گی۔ اس لئے کیوں نہ انسان ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کرے تاکہ آخرت کی دائمی نعمتوں اور اس کی مسرتوں سے وہ ہمکنار ہو۔

٤٦٣ - وعن المُسْتَوْرِدِ بنِ شدَّادٍ رَضِيَ اللهُ عنه، قال: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا الدُّنْيَا في الآخِرَةِ إلَّا مِثْلُ مَا يَجعَلُ أَحَدُكُمْ أُصْبُعَهُ في اليَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ؟» رواه مسلم.

۷ / ۴۶۳ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اور (پھر نکال کر) دیکھے کہ وہ سمندر کا کتنا پانی اپنے ساتھ لائی ہے؟ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمهما وأهلها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة.

۴۶۳۔ **فوائد**: اس میں آخرت کی نعمتوں اور اس کی دائمی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی قدر و قیمت اور اس کی زندگی کا تناسب بیان کیا گیا ہے۔ یہ تناسب اس طرح ہی ہے جیسے ایک قطرۂ آب اور سمندر کے پانی کے درمیان ہے۔

٤٦٤ - وعن جابرٍ، رَضِيَ اللهُ عنهُ أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بالسُّوقِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ، فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ، فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ، ثُمَّ قَالَ: «أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ»؟ فَقالوا: مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ؟ ثم قال: «أَتُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ؟» قَالُوا: وَاللهِ! لَوْ كَانَ حَيّاً كَانَ عَيْباً، أَنَّهُ أَسَكُّ. فَكَيْفَ وَهو مَيِّتٌ! فقال: «فَوَاللهِ! لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هذا عَلَيْكُمْ» رواه مسلم. قوله: «كَنَفَتَيْهِ» أَيْ: عن جانبيه. و«الأَسَكّ» الصغير الأُذُن.

۸ / ۴۶۴ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزرے اور آپؐ کے دونوں طرف لوگ تھے تو آپؐ کا بکری کے ایک چھوٹے کان والے مردار بچے کے پاس سے گزر ہوا۔ آپؐ نے اسے اس کے کان سے پکڑا اور فرمایا تم میں سے کوئی اسے ایک درہم میں بھی لینا پسند کرے گا؟ انہوں نے کہا ہم تو اسے (ایک درہم کیا) کسی بھی چیز کے بدلے لینا پسند نہیں کرتے اور ہم اسے لے کر کریں گے بھی کیا؟ آپؐ نے پھر فرمایا' کیا تم پسند کرو گے کہ یہ تمہیں مفت ہی مل جائے؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم یہ (بچہ) اگر زندہ ہوتا تب بھی عیب دار تھا کیونکہ چھوٹے کانوں والا ہے۔ تو اب اسے کون لے گا جب کہ یہ مردار ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم' یقیناً اللہ کے نزدیک دنیا اس

سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا بکری کا یہ مردار بچہ تمہاری نظروں میں حقیر ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۶۴۔ فوائد: اس سے بھی دنیا کی بے حیثیتی واضح ہے۔ جس کے لئے نادان انسان کیا کیا کچھ کر گزرتا ہے۔

٤٦٥ ـ وعن أبي ذرٍّ رَضِيَ الله عنه، قال: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النبيِّ ﷺ، في حَرَّةِ بالمدينةِ، فَاسْتَقْبَلَنَا أُحُدٌ فقال: «يا أبا ذَرٍّ». قلتُ: لَبَّيْكَ يا رسولَ الله! فقال: «مَا يَسُرُّنِي أَنَّ عِنْدِي مِثْلَ أُحُدٍ هذا ذَهباً تمضي عَلَيَّ ثَلاثَةُ أَيَّامٍ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ، إِلَّا شَيْءٌ أَرْصِدُهُ لِدَيْنٍ، إِلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ فِي عِبَادِ الله هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا» عن يَمِينِه وعن شماله وعَنْ خلفه، ثم سار فقال: «إِنَّ الأَكْثَرِينَ هُمُ الأَقَلُّونَ يَوْمَ القيامةِ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالمَالِ هٰكذا وهٰكذا وهٰكذا» عن يمينه، وعن شمالهِ، ومِنْ خَلْفِه «وَقَلِيلٌ مَا هُمْ». ثم قال لي: «مَكَانَكَ لا تَبْرَحْ حَتَّى آتِيَكَ». ثم انْطَلَقَ في سَوَادِ اللَّيْلِ حتى تَوَارَى، فَسَمِعْتُ صَوْتاً قَدِ ارْتَفَعَ، فَتَخَوَّفْتُ أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ فَذَكَرْتُ قولَه: «لا تَبْرَحْ حَتَّى آتِيَكَ» فلم أَبْرَحْ حَتَّى أَتَانِي، فَقُلْتُ: لقد سَمِعْتُ صَوْتاً تَخَوَّفْتُ منه، فَذَكَرْتُ له، فقال: «وَهَلْ سَمِعْتَهُ»؟ قلت: نَعَم، قال: «ذَاكَ جبريلُ أَتَانِي فقال: مَن مات مِنْ أُمَّتِكَ لا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيئاً دَخَلَ الجَنَّةَ، قلتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قال: وَإِن زَنَى وَإِن سَرَقَ» متفقٌ عليه، وهذا لفظ البخاري.

۹/ ۴۶۵ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے کی سنگ ریزے والی زمین پر چلا جا رہا تھا کہ احد پہاڑ ہمارے سامنے آ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابوذر! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ (حاضر جناب) آپ نے ارشاد فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو' پھر مجھ پر تین دن ایسے گزر جائیں کہ اس میں سے ایک دینار میرے پاس موجود ہو (یعنی ایک دینار بھی اپنے پاس رکھنا پسند نہ کروں) ہاں صرف اتنا' جسے میں قرض کی ادائیگی کے لئے سنبھال کر رکھ لوں۔ مگر میں اسے اللہ کے بندوں میں اس طرح' اس طرح اور اس طرح تقسیم کروں' اپنے دائیں' بائیں اور پیچھے کی طرف (اشارہ فرمایا)۔ آپ پھر آگے چلے اور فرمایا زیادہ مال و دولت والے' وہی قیامت کے دن (اجر و ثواب میں) بہت کم ہونگے۔ مگر وہ لوگ جو مال کو اس طرح' اس طرح اور اس طرح' اپنے دائیں' بائیں اور پیچھے (لوگوں پر) خرچ کریں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا' اپنی جگہ پر رہنا اور جب تک میں تیرے پاس نہ آؤں' یہاں سے نہ ہٹنا۔ پھر آپ رات کی تاریکی میں آگے چلے گئے' یہاں تک کہ آپ اوجھل ہو گئے۔ (اچانک) میں نے ایک اونچی آواز سنی' مجھے اندیشہ ہوا کہ کوئی (دشمن) آپ کے درپے تو نہیں ہو گیا؟ چنانچہ میں نے آپ کے پاس جانے کا ارادہ کیا لیکن مجھے آپ کا قول یاد آ گیا کہ میرے آنے تک یہاں سے نہ ہٹنا۔ پس میں وہیں رہا' یہاں تک کہ آپ میرے پاس

تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا' میں نے ایک آواز سنی تھی جس سے میں ڈر گیا تھا' اور ساری بات آپؐ سے ذکر کی۔ آپؐ نے پوچھا تم نے وہ آواز سنی تھی؟ میں نے کہا' ہاں - آپؐ نے فرمایا وہ جبریل تھے میرے پاس آئے تھے - انہوں نے کہا آپؐ کی امت میں سے جو شخص مرگیا' وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے کہا۔ اگر وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ جبریل نے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے۔

(بخاری و مسلم - یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب المكثرون هم المقلّون، وباب "ما أحب أنّ لي مثل أحد ذهبا" وكتاب الاستقراض، وكتاب الاستئذان ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الترغيب في الصدقة.

۴۶۵۔ **فوائد**: اس کے آخری حصے کا مطلب یہ ہے کہ موحد مومن جنتی ہے۔ اگرچہ اس سے بعض کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بھی ہوجائے ۔اگر اللہ چاہے گا تو اپنے فضل و کرم سے اسے معاف فرما کر جنت میں بھیج دے گا یا پھر سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جنت میں چلا جائے گا یا بعض نے اسے ان افراد پر محمول کیا ہے جنہوں نے موت کے وقت خالص توبہ کی اور اس کے بعد انہیں مزید مہلت عمل نہیں ملی' ایسے افراد کے کبیرہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ بغیر سزا دیئے معاف فرما دے گا۔ اس کا پہلا حصہ باب سے متعلق ہے جس میں کم سے کم مال و اسباب دنیا رکھنے کی ترغیب ہے کیونکہ زیادہ مال والے اجر میں کم ہونگے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض کی ادائیگی کے لئے رقم سنبھال کر رکھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے کیونکہ نفلی صدقے سے ادائیگی قرض زیادہ ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اور انفاق فی سبیل اللہ کا بھی بیان ہے۔

٤٦٦ ـ وعن أَبي هريرةَ، رضي الله عنه عنْ رسولِ الله ﷺ قال: «لو كان لي مِثلُ أُحُدٍ ذَهباً، لَسَرَّني أَنْ لَا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلاثُ لَيَالٍ وَعِندي منه شَيءٌ إلَّا شَيءٌ أُرْصِدُهُ لِدَينٍ» متفقٌ عليه.

۱۰/ ۴۶۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ میری تین راتیں اس حال میں نہ گزریں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ باقی ہو' سوائے اتنے حصے کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لئے سنبھال کر رکھ لوں۔

(بخاری و مسلم' حوالہ ہائے مذکور)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ "ما أحب أن لي عندي

مثل أحد ذهبا" وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدّي الزكاة.

۴۶۶- فوائد: یعنی تین راتیں گزرنے سے پہلے پہلے میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے فارغ ہوجاؤں- اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپؐ دنیا کا مال اپنے پاس رکھنا پسند ہی نہیں فرماتے تھے- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک آرزو اور خواہش کا اظہار جائز ہے-

٤٦٧ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «انْظُرُوا إلى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُم وَلا تَنْظُرُوا إلى مَنْ هُوَ فَوقَكُم فَهُوَ أَجْدَرُ أَن لا تَزْدَرُوا نعمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ» متفق عليه وهذا لفظ مسلم.

۱۱/۴۶۷ سابق راوی ہی سے روایت ہے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے لوگوں کی طرف دیکھو جو (دنیا کے مال و اسباب کے لحاظ سے) تم سے نیچے (کمتر) ہوں اور ان کی طرف مت دیکھو جو (مال و دولت میں) تم سے اوپر (بڑھ کر) ہوں- اس طرح زیادہ لائق ہے کہ پھر تم اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری نہ کرو جو اس کی طرف سے تم پر ہوئی ہیں-

(بخاری و مسلم- یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

وفي رواية البخاري: «إذا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إلى مَنْ فُضِّلَ عليهِ في المالِ وَالخَلْقِ، فَلْيَنْظُرْ إلى مَنْ هو أَسْفَلَ مِنْهُ».

اور بخاری کی روایت میں ہے' جب تم میں سے کوئی شخص ایسے آدمی کو دیکھے جسے مال اور پیدائش میں اس پر فضیلت دی گئی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے شخص کو (بھی) دیکھے جو (ان چیزوں میں) اس سے نیچے یعنی کمتر ہے-

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب من ينظر إلى من هو أسفل منه - وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۶۷- فوائد: دنیوی مال و اسباب کے اعتبار سے اپنے سے بالا لوگوں کو دیکھنے سے فی الواقع انسان اللہ کی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کرتا ہے- جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس لئے اس کا بہترین علاج وہی ہے جو خود اس حدیث میں آپؐ کی زبان مبارک سے ہی بیان کردیا گیا ہے کہ اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھو تمہارے پاس اگر اپنا چھوٹا موٹا مکان ہے جس میں موسم کی سختیوں سے تم محفوظ رہتے ہو تو فلک بوس عمارتوں اور عالی شان کوٹھیوں کی طرف مت دیکھو بلکہ ان لوگوں کو دیکھو جو بے گھر ہیں اور تھڑوں اور فٹ پاتھوں پر رات گزارتے ہیں یا جھونپڑیوں میں رہتے ہیں جو بارش میں چھلنی کی طرح ٹپکتی ہیں اور سیلابی پانی کے ایک ہی ریلے میں بہہ جاتی یا پیوند زمین ہوجاتی ہیں- وعلی ھذا القیاس - تاہم دین کے اعتبار سے ان لوگوں کو دیکھنا چاہیے جو زیادہ متقی اور عبادت گزار ہوں تاکہ انسان کے اندر تقویٰ اور عبادت کا مزید شوق پیدا ہو- جیسا کہ دوسری احادیث میں یہ چیز بیان فرمائی گئی ہے-

٤٦٨ ـ وعنه عن النَّبِيِّ ﷺ، قال:

۱۲/۴۶۸ سابق راوی ہی سے روایت ہے- نبی کریم

«تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالقَطِيفَةِ وَالخَمِيصَةِ، إنْ أُعْطِيَ رضِيَ، وَإنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ» رواه البخاري.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- دینار و درہم اور شال و دوشالے کا بندہ (پرستار) ہلاک ہو کہ اسے یہ چیزیں دی جائیں تو خوش اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہوتا ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الحراسة، وكتاب الرقاق.

۴۶۸- فوائد: دنیا' دینار و درہم اور چادروں کا بندہ ہونے کا مطلب ہے کہ وہ اللہ کے احکام و ہدایات کے مقابلے میں دنیا کی ان چیزوں کے حصول کو ترجیح دیتا اور شب و روز انہی میں مگن رہتا ہے۔ گویا وہ اللہ کی بندگی کی بجائے مال و اسباب کی بندگی کرتا ہے اور یہ غیراللہ کی بندگی اس کی ہلاکت کا باعث ہے۔

٤٦٩ ـ وعنه، رضي الله عنه قال: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عليه رداءٌ، إمَّا إِزَارٌ وَإمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوا في أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ» رواه البخاري.

۱۳/ ۴۶۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا' ان میں سے کسی کے پاس جسم کے اوپر کا پورا حصہ چھپانے کے لئے چادر نہیں تھی' کسی کے پاس نچلا دھڑ ڈھانکنے کے لئے ازار (پاجامہ' تہ بند اور شلوار وغیرہ) ہوتی یا چادر جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے' وہ کپڑا کسی کی نصف پنڈلی تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنوں تک' پس وہ اسے اپنے ہاتھ سے اکٹھا کرکے رکھتے کہ کہیں ان کا قابل ستر حصہ عریاں نہ ہوجائے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المساجد، باب نوم الرجال في المسجد.

۴۶۹- فوائد: صفہ' چبوترے یا ڈیوڑھی کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے آخر میں یہ چبوترہ تھا جو چھتا ہوا تھا۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم دین حاصل کرنے والے اور جہاد کی تربیت لینے والے صحابہ وقت گزارتے تھے۔ ان کو اہل صفہ کہا جاتا تھا۔ ان کی ایک متعین تعداد نہیں تھی اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ یہ اسلام کا سب سے پہلا مدرسہ یا نبوی درس گاہ تھی اور معسکر بھی۔ اس میں آج کل کے طلبائے علوم دینیہ کے لئے بڑی عبرت ہے کہ صحابہؓ نے کس طرح ایک چبوترے پر اپنے شب و روز گزار کر اور اسی طرح کھانے سے بے نیاز ہو کر (کہ کبھی مل گیا تو کھا لیا نہیں تو فاقہ) دین کا علم حاصل کیا اور جہاد کی تربیت لی۔

٤٧٠ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «الدُّنْيَا سِجْنُ المُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الكَافِرِ» رواه مسلم.

۱۴/ ۴۷۰ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۷۰- فوائد: ایک مومن کے لئے جنت میں جو نعمتیں تیار ہیں اس کے اعتبار سے یہ دنیا مومن کے لئے قیدخانہ

ہے اور کافر کے لئے جو دائمی عذاب ہے' اس کے اعتبار سے دنیا اس کے لئے جنت ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ایک مومن شہوات و خواہشات نفس سے بچتا ہوا جس طرح مومنانہ و متقیانہ زندگی گزارتا ہے۔ وہ ایسے ہے جیسے وہ قید خانے میں ہے اور وہ قواعد و ضوابط کے شکنجے میں کسا ہوا ہے جب کہ کافر ہر قید اور ضابطے سے آزاد اور خواہشات و شہوات کی لذتوں میں منہمک رہتا ہے۔ یوں گویا دنیا اس کے لئے جنت ہے۔ مقصد اس حدیث سے مومن کو آخرت کی تیاری کی ترغیب اور دنیوی لذتوں سے اجتناب کی تاکید ہے۔

٤٧١ ـ وعن ابن عمرَ رضي الله عنهما، قال: أخذ رسولُ الله ﷺ بمَنْكِبَيَّ، فقال: «كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ، أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ». وَكَانَ ابنُ عُمَرَ رضي الله عنهما، يقول: إِذَا أَمْسَيْتَ فَلا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. رواه البخاري.

۱۵ / ۴۷۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پکڑ کر فرمایا ۔ تم دنیا میں ایسے رہو گویا تم ایک پردیسی یا راہ گیر ہو۔ اور حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو اور اپنی صحت میں بیماری کے لئے اور اپنی زندگی میں موت کے لئے (کچھ) حاصل کرلو۔ (بخاری)

قالوا في شرح هذا الحديث: معناه لا تَركَنْ إلى الدُّنيَا وَلا تَتَّخِذْهَا وَطَناً، وَلا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُولِ البَقَاءِ فِيهَا، وَلا بالاعْتِنَاءِ بِهَا، وَلا تَتَعَلَّقْ مِنهَا إلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيبُ فِي غَيْرِ وَطَنِهِ، وَلا تَشْتَغِلْ فِيهَا بِمَا لا يَشْتَغِلُ بِهِ الْغَرِيبُ الَّذِي يُرِيدُ الذَّهَابَ إلى أَهْلِهِ. وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ.

علماء نے اس حدیث کی شرح اور اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ تم دنیا کی طرف زیادہ مت جھکو' نہ اسے مستقل وطن بناؤ' نہ اپنے جی میں زیادہ دیر دنیا میں رہنے اور اس پر زیادہ توجہ دینے کا پروگرام بناؤ۔ اس سے تم صرف اتنا ہی تعلق رکھو جتنا ایک مسافر اجنبی دیس سے تعلق رکھتا ہے اور دنیا میں زیادہ مشغول نہ ہو' اسی طرح جیسے ایک مسافر' جو اپنے گھر جانے کا ارادہ رکھتا ہو' دیار غیر سے زیادہ وابستگی نہیں رکھتا۔ وباللہ التوفیق

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ «كن في الدنيا...» الحديث.

۴۷۱۔ فوائد: جو شخص دنیا کو ایک مسافر خانہ اور گزرگاہ سمجھے گا' وہ یقیناً زخارف دنیا سے اپنا دامن الجھانا پسند نہیں کرے گا۔ انسان کی غلطی یہی ہے۔ کہ وہ اس کی اس حیثیت کو نہیں سمجھتا اور پل کی خبر نہ ہونے کے باوجود سو برس کے سامان کی تیاری میں لگا رہتا ہے۔

جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

ع سامان ہے سو برس کا' اور پل کی خبر نہیں

٤٧٢ - وعن أبي العَبَّاسِ سَهْلِ بن سَعْدٍ السَّاعديِّ رضي اللهُ عنهُ، قالَ: جاءَ رَجُلٌ إلى النبيِّ ﷺ، فقالَ: يا رسولَ اللهِ دُلَّنِي عَلى عَمَلٍ إذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللهُ، وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ، فقال: «ازْهَدْ في الدُّنْيا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ» حديثٌ حسنٌ رواه ابن مَاجَه وغيره بأسانيد حسنةٍ.

۱۶/ ۴۷۲ حضرت ابوالعباس سھل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیایارسول اللہ' مجھے ایسا عمل بتلائیے' جب میں وہ کروں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھے محبوب جانیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' دنیا سے بے رغبت ہوجاؤ' اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے نیاز ہوجاؤ تو لوگ محبت کریں گے۔ (یہ حدیث حسن ہے اسے ابن ماجہ وغیرہ نے حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخريج: سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب الزهد في الدنيا.

امام نووی کے برعکس' امام بوصیری نے اسے زوائد میں ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں خالد بن عمرو راوی کے ضعف پر ائمہ جرح و تعدیل متفق ہیں (ابن ماجہ رقم ۴۱۰۲) تاہم بعض اور علماء نے اس کے دیگر ضعیف طرق اور مرسل شاہد کی بنا پر اسے حسن قرار دیا ہے۔ جس سے امام نووی کی تائید ہوتی ہے واللہ اعلم۔ انظرایضا "الصحیحہ" للالبانی رقم ۹۴۴۔

۴۷۲- فوائد: زہد' دنیا اور اس کے علائق سے کنارہ کشی کا نام نہیں ہے بلکہ زہد کا مطلب ہے کہ رزق حلال پر قناعت کرنا اور کمائی کے ناجائز ذرائع اختیار کرنے سے اجتناب کرنا کیونکہ اسلام میں ترک دنیا کی اجازت ہے نہ مال و دولت کے حصول کی سعی و کوشش مذموم۔ اس لئے دنیا سے تعلق اور معاش کے لئے سعی و جہد' زہد کے منافی نہیں۔ بلکہ صرف حلال ذرائع اور حلال آمدنی پر کفایت' اسے عبادت کا درجہ عطا کردیتی ہے۔ اسی طرح لوگوں کے مال و دولت سے بے نیازی اور ان سے صرف نظر کرلینا بھی زہد کا اور استغناء و قناعت کا حصہ ہے۔ اس سے ایک اضافی فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ انسان لوگوں کی نظروں میں محبوب اور معزز ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ کے برعکس لوگوں کے سامنے دست طلب دراز کرنے سے انسان ذلیل ہوتا ہے اور لوگ اسے پسند نہیں کرتے۔ جبکہ اللہ کا معاملہ ہے کہ اس سے جتنا مانگو وہ اتنا ہی خوش ہوتا ہے بلکہ نہ مانگنے پر وہ ناراض ہوتا ہے۔ ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لاتسئل بنی آدم حاجته　　واسئل الذی ابوابه لاتحجب

الله یغضب ان ترکت سواله　　وابن آدم حین یسئل یغضب

یعنی انسان کے سامنے اپنی ضروریات کے لئے ہاتھ مت پھیلاؤ' اس سے مانگو جس کے فضل و کرم کا دروازہ ہروقت کھلا رہتا ہے۔ اگر بندہ اللہ سے مانگنا چھوڑ دے تو وہ ناراض ہوتا اور بندے سے مانگا جائے تو وہ غضب ناک ہوتا ہے۔

٤٧٣ - وعن النُّعْمَانِ بنِ بَشِيرٍ رضيَ اللهُ عنهما، قالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ

۱۷/ ۴۷۳ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کے اس مال و اسباب کا

الخطّاب، رضي الله عنه، مَا أَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا، فقال: لَقَدْ رَأَيْتُ رسولَ الله ﷺ، يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلأُ بِهِ بَطْنَهُ. رواه مسلم. «الدَّقَلُ» بفتح الدال المهملة والقاف: رَدِيْءُ التَّمرِ.

ذکر کیا (جو پہلے کے مقابلے میں زیادہ) لوگوں کو حاصل ہو گیا تھا اور پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ سارا دن بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر جھکے رہتے (تاکہ بھوک کی شدت کم محسوس ہو) آپؐ کو ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی جس سے آپؐ اپنا پیٹ بھر لیتے۔

(مسلم' اوائل کتاب الزھد والرقاق)

الدَّقَل' دال اور قاف پر زبر۔ گھٹیا اور ردی کھجور۔

تخریج: صحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۷۳- فوائد: حضرت عمرؓ کے زمانے میں کثرت فتوحات کی وجہ سے لوگ پہلے کی نسبت زیادہ خوشحال اور آسودہ ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کو یاد دلایا کہ وہ بھی وقت یاد رکھو جب اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان نہایت کٹھن حالات اور فقرو فاقہ سے دوچار رہے حتیٰ کہ پیغمبر اسلام حضرت نبی کریم ﷺ تک کی یہ حالت تھی جو روایت میں بیان ہوئی ہے۔ مقصد اس کے بیان سے لوگوں کو تنبیہہ کرنا تھا کہ کہیں مال و دولت کی فراوانی اور دنیوی آسائشوں کی کثرت تمہیں دنیا کی محبت میں اس طرح نہ پھنسا دے کہ آخرت کی زندگی کو تم بھلا بیٹھو اور غفلت کا شکار ہو جاؤ۔

٤٧٤ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها، قالت: تُوُفِّيَ رسولُ الله ﷺ، وَمَا في بَيْتِي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَطْرُ شَعِيرٍ فِي رَفٍّ لِي، فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ، فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ. متفقٌ عليه. «شَطْرُ شَعِيرٍ» أَيْ: شَيْءٌ مِنْ شَعِيرٍ، كَذَا فَسَّرَهُ التِّرْمذِيُّ.

۱۸ / ۴۷۴ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ میرے گھر میں کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو کوئی جاندار کھائے' سوائے اس تھوڑے سے جَو کے جو میرے طاق میں رکھے ہوئے تھے۔ پس میں ایک مدت دراز تک اسی میں سے (لے لے کر) کھاتی رہی (بالآخر ایک دن) میں نے اسے ناپا تو وہ ختم ہوگیا۔ (بخاری و مسلم)

شطر شعیر کے معنی ہیں تھوڑے سے جَو۔ امام ترمذی نے اس کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب نفقة نساء النبي ﷺ بعد وفاته، وكتاب الرقاق، باب فضل الفقر ـ وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۷۴- فوائد: نبی ﷺ کی زندگی کے آخری دور میں اگرچہ مال غنیمت کے آنے کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت قدرے بہتر ہوگئی تھی اگر آپؐ چاہتے تو پہلے کی نسبت آسودگی کے ساتھ وقت گزار سکتے تھے لیکن آپؐ نے اسی فقرو تنگدستی کی زندگی کو اختیار کئے رکھا جو غنیمتوں کے آنے سے پہلے تھی۔ اس میں حضرت عائشہ ؓ نے آپؐ

کی اسی زاہدانہ زندگی کا تذکرہ فرمایا ہے حالانکہ یہ آپ ؐ کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی کا گھر تھا۔ اس سے آپ ؐ کے عدل و انصاف کا بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ سے شدید محبت کے باوجود آپ ؐ نے حضرت عائشہ ؓ کے ساتھ ' دوسری بیویوں کے مقابلے میں' کوئی ترجیحی سلوک نہیں کیا بلکہ سب کے ساتھ یکساں معاملہ فرمایا۔ اس میں علمائے کرام اور ان کے اہل خانہ کے لئے بڑا سبق ہے کہ وہ اہل دنیا اور ان کو میسر آسائشوں کی طرف نہ دیکھیں بلکہ پیغمبر اور آپ ؐ کی ازواج مطہرات ؓ کی زندگیوں کو سامنے رکھتے ہوئے کم سے کم آمدنی میں گزارہ کرنے کو سعادت سمجھیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی چیزوں کو بغیر ناپے تولے استعمال کیا جائے' اس میں برکت رہتی ہے اور ناپنے تولنے سے برکت اڑجاتی ہے۔

٤٧٥ ـ وعن عمرو بن الحارثِ أخي جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الحَارِثِ أُمِّ المُؤْمِنِينَ رضي الله عنهما، قال: مَا تَرَكَ رسولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِينَاراً، وَلا دِرْهَماً، وَلا عَبْداً، وَلا أَمَةً، وَلا شَيْئاً إلَّا بَغْلَتَهُ البَيْضَاءَ الَّتي كَانَ يَرْكَبُهَا، وَسِلاحَهُ، وَأَرْضاً جَعَلَهَا لابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةً. رواه البخاري.

۱۹ / ۴۷۵ حضرت عمرو بن حارث حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے بھائی--- سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت کے وقت کوئی دینار و درہم چھوڑا' نہ کوئی غلام لونڈی اور نہ کوئی اور چیز۔ البتہ وہ سفید خچر چھوڑا جس پر آپ ؐ سوار ہوتے تھے اور اپنے ہتھیار اور وہ زمین' جسے آپ ؐ نے مسافروں کے لئے صدقہ (وقف) کردیا تھا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوصايا، باب الوصايا، وكتاب الجهاد، باب بغلة النبي ﷺ البيضاء، وكتاب المغازي ، باب مرض النبي ﷺ ووفاته.

۴۷۵۔ فوائد: سن ۵ ہجری میں غزوہ بنی المصطلق ہوا' اس میں جو کافر مرد و عورت قیدی بنے' ان میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور یہ نبی ﷺ کے حصے میں آئیں۔ آپ ؐ نے انہیں مسلمان کرکے ان سے نکاح کرلیا اور اپنے حرم میں شامل فرمالیا۔ جب صحابہ کرام ؓ کو معلوم ہوا تو نبی ﷺ کے اس سسرالی رشتے کا لحاظ کرتے ہوئے انہوں نے بنوالمصطلق کے تمام قیدیوں کو' جو سو کے قریب تھے' رہا کردیا۔ ہتھیار سے مراد آپ ؐ کا نیزہ اور تلوار ہے۔ اور زمین سے مراد آپ ؐ کا وہ حصہ جو فدک اور خیبر وغیرہ میں آپ ؐ کو ملا تھا' اسے آپ ؐ نے صدقہ فرما دیا کیونکہ آپ ؐ نے فرمایا تھا "ہم انبیاء کی جماعت ہیں' ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں' وہ صدقہ ہے"۔ وفات کے وقت آپ ؐ نے کوئی غلام اور لونڈی ایسی نہیں چھوڑی' جس کو آپ ؐ نے آزاد نہ کردیا ہو۔

٤٧٦ ـ وعن خَبَّابِ بنِ الأَرَتِّ رضي الله عنه، قال: هَاجَرْنَا مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللهِ تعالى، فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلى اللهِ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئاً، مِنْهُمْ مُصْعَبُ بن عُمَيْرٍ رضي الله

۲۰ / ۴۷۶ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے اللہ کی رضا کی تلاش کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تو ہمارا اجر اللہ پر ثابت ہوگیا۔ پس ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہوگئے اور اپنے اجر میں سے کوئی حصہ (مال غنیمت وغیرہ کی صورت میں)

عنه، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَتَرَكَ نَمِرَةً، فَكُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ، بَدَتْ رِجْلاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ، بَدَا رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا رسولُ الله ﷺ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ، وَنَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ شَيْئاً مِنَ الإِذْخِرِ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ، فَهُوَ يَهْدِبُهَا. متفقٌ عليه.

انہوں نے نہیں کھایا۔ ان میں سے ایک حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے۔ انہوں نے ایک کمبل اپنے پیچھے چھوڑا تھا' جب ہم اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر ننگے ہوجاتے اور جب پیر ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ پس ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر کچھ اذخر گھاس ڈال دیں اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کے پھل پک گئے ہیں اور وہ اسے چن رہے ہیں (یعنی ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں)
(بخاری و مسلم)

«النَّمِرَةُ»: كساءٌ مُلَوَّنٌ مِنْ صُوفٍ. وقوله: «أَيْنَعَتْ» أَيْ: نَضِجَتْ وَأَدْرَكَتْ. وقوله: «يَهْدِبُهَا» هُوَ بفتح الياءِ وضم الدال وكسرها، لُغَتَانِ، أَيْ: يَقْطِفُهَا وَيَجْتَنِيهَا، وَهٰذِهِ اسْتِعَارَةٌ لِمَا فَتَحَ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِمْ مِنَ الدُّنْيَا وَتَمَكَّنُوا فيهَا.

نمرہ اون کی دھاری دار چادر۔ اینعت کے معنی ہیں پک گئے اور پالئے۔ یہدبہا' یا پر زبر اور دال پر زیر اور پیش' دونوں طرح منقول ہے۔ معنی ہیں' وہ پھل کاٹ اور چن رہا ہے اور یہ اللہ نے ان پر دنیا کے مال و اسباب کے جو دروازے کھولے اور اس پر ان کو قدرت عطا فرمائی' اس کے لئے استعارہ ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب إذا لم يجد كفنا إلا ما يواري رأسه أو قدميه غطي رأسه، وكتاب فضائل الصحابة، وكتاب المغازي، وكتاب الرقاق - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب كفن الميّت.

۴۷۶۔ فوائد: اس میں ہجرت اور جہاد کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب کا بیان ہے۔ یہ اجر دنیا میں مال غنیمت کی صورت میں بھی ان غازیان اسلام کو ملتا ہے جو جہاد سے بخیریت واپس آجاتے ہیں اور آخرت میں بھی ملے گا اور جو لوگ میدان جہاد میں ہی جام شہادت نوش کرجاتے ہیں' انہیں اس کا سارا اجر قیامت کو ہی ملے گا' دنیا میں وہ جہاد کے پھل سے محروم رہتے ہیں۔

٤٧٧ - وعن سَهْلِ بنِ سَعْدٍ السَّاعديِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، مَا سَقَى كَافِراً مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۲۱ / ۴۷۷ حضرت سھل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ماجاء في هوان الدنيا على الله عزوجل.

۴۷۷- فوائد: اس سے واضح ہے کہ اللہ کے نزدیک دنیا اور اس کے مال و اسباب کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں ہے لہٰذا اہل ایمان کے نزدیک بھی اس کی زیادہ اہمیت نہیں ہونی چاہیے اور اسے صرف آخرت کی زندگی سنوارنے کے لئے ایک ذریعہ یا کرہ امتحان سمجھنا چاہیے۔

٤٧٨ ـ وعن أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «ألا إنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَا فيها، إلَّا ذِكْرَ اللهِ تَعَالَى، وَمَا وَالاهُ، وَعَالِماً وَمُتَعَلِّماً». رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۲۲/ ۴۷۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو! آگاہ رہو' دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے' سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور ان چیزوں کے جو اس سے تعلق رکھتی ہیں اور سوائے دینی علوم سے بہرہ ور اور اس کا علم حاصل کرنے والوں کے۔ (ترمذی' حسن)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في هوان الدنيا علي الله عزوجل.

۴۷۸- فوائد: اس سے مراد دنیا کا مطلقاً ملعون ہونا نہیں ہے بلکہ اصل مطلب دنیا کی ان چیزوں کا ملعون ہونا ہے جو انسان کو اللہ سے دور اور اس کی اطاعت سے مشغول کردیں۔ اس اعتبار سے دنیا کی کوئی چیز مذموم بھی ہو سکتی ہے اور محمود بھی۔ مثلاً مال' محمود ہے۔ اگر اسے حلال طریقے سے حاصل اور حلال مصارف پر ہی خرچ کیا جائے' بصورت دیگر یہی مال مذموم و ملعون ہے۔ وعلی ھذا القیاس دنیا کی دوسری چیزیں ہیں۔ (۲) وہ علم بھی محمود و مطلوب ہے جو اللہ کے قریب کردے اور بندوں کی ہدایت اور فیض رسانی کا ذریعہ بنے۔ بصورت دیگر یہ بھی مذموم و ملعون ہے۔ (۳) اس میں علماء اور طلبائے علوم دینیہ کی فضیلت ہے۔

٤٧٩ ـ وعن عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعودٍ رضيَ الله عنه، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا تَتَّخِذُوا الضَّيعَةَ فَتَرْغَبُوا في الدُّنْيَا». رواه التِرْمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۲۳/ ۴۷۹ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جائیدادیں نہ بناؤ' اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری رغبت دنیا میں بڑھ جائے گی۔ (ترمذی' حسن)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب لا تتخذوا الضيعة فترغبوا في الدنيا.

۴۷۹- فوائد: ضیعتہ' سے مراد زمین' صنعت و زراعت اور کاروبار ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان میں اتنا زیادہ انہماک اور دلچسپی نہیں ہونی چاہیے کہ انسان کا مقصد زندگی رضائے الٰہی کی بجائے یہی چیزیں بن جائیں اور اس کے شب و روز اسی تگ و دو میں صرف ہوں' ورنہ حسب ضرورت و کفایت تو زمین' کاروبار اور جائیداد وغیرہ بنانا اور رکھنا سب جائز ہے' ممنوع نہیں۔

٤٨٠ ـ وعن عبدِ اللهِ بنِ عمرِو بنِ العاصِ رضيَ اللهُ عنهما قال: مَرَّ عَلَيْنَا

۲۴/ ۴۸۰ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پاس سے رسول اللہ ﷺ

رسولُ اللهِ ﷺ، وَنَحنُ نُعالِجُ خُصّاً لَنَا فقال: «ما هذا؟» فَقُلْنَا: قَدْ وَهَى، فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ، فقال: «ما أَرَى الأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ». رواه أبو داود، والترمذي بإسناد البخاري ومسلم، وقال الترمذي: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

گزرے جبکہ ہم اپنے چھپر کی مرمت کررہے تھے۔ آپ ؐ نے فرمایا' یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا (یہ چھپر) کمزور ہوکر گرنے کے قریب ہوگیا تھا ہم اسے ٹھیک کررہے ہیں۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا میں تو معاملے (موت) کو اس سے بھی زیادہ قریب دیکھ رہا ہوں۔ (اسے ابو داؤد اور ترمذی نے بخاری و مسلم کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في قصر الأمل وقال حديث حسن، حديث رقم٢٣٣٦ - وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب ما جاء في البناء، حديث رقم٥٢٣٦ .

۴۸۰۔ فوائد: خص سے مراد یا تو چھپر ہے یا وہ گھر ہے جو لکڑی اور کانوں سے بنا ہوتا ہے اور مٹی سے اسے لیپ دیا جاتا ہے وہ مٹی کی لپائی ہی میں مصروف ہوں گے۔ آپ ؐ کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مکان کی لیپا پوتی نہ کی جائے بلکہ مطلب موت کی یاددہانی ہے تاکہ موت ہر وقت انسان کے سامنے رہے اور کسی وقت بھی اس سے غفلت نہ برتے۔

٤٨١ ـ وعن كَعْبِ بنِ عِيَاضٍ رضي الله عنه، قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً، وَفِتْنَةُ أُمَّتِي المَالُ» رواه الترمذي قال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۲۵ / ۴۸۱ حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے (یعنی ایسی چیز جس کے ذریعے سے اس کو آزمایا جاتا ہے۔) اور میری امت کے لئے فتنہ (آزمائش) مال ہے۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء أن فتنة هذه الأمة في المال.

۴۸۱۔ فوائد: فتنے کے معنی ہیں آزمائش۔ جس کو جس چیز سے آزمایا جائے وہ اس کے لئے فتنہ ہے۔ اس اعتبار سے قرآن مجید میں اولاد اور مال کو بھی انسانوں کے لئے فتنہ کہا گیا ہے۔ دراں حالیکہ یہ دونوں چیزیں اللہ کی نعمتیں ہیں لیکن چونکہ ان نعمتوں کے ذریعے سے انسانوں کی آزمائش ہوتی ہے اس لئے انہیں فتنے سے تعبیر فرمایا۔ اس حدیث میں امت محمدیہ ﷺ کے لئے سخت تنبیہ ہے کہ وہ مال کی محبت میں اعتدال کو ملحوظ رکھے ورنہ وہ اس آزمائش میں ناکام ہوسکتی ہے اور یہ مال' جو نعمت الٰہی ہے اس کے لئے عذاب شدید کا باعث بن سکتا ہے۔

٤٨٢ ـ وعن أبي عَمْرٍو، ويقالُ: أبو عبدِ اللهِ، ويقال: أَبُو لَيْلَى عُثْمَانَ بن عَفَّانَ رضي الله عنه، أَنَّ النبيَّ ﷺ قال: «لَيْسَ لابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هٰذِهِ الخِصَالِ: بَيْتٌ

۲۶ / ۴۸۲ حضرت ابوعمرو اور بعض کے نزدیک ابو عبداللہ یا ابولیلیٰ' عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابن آدم کے لئے ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں حق نہیں ہے۔ ایک گھر جس میں اس

يَسْكُنُهُ، وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ، وَجِلْفُ الْخُبْزِ، وَالْمَاءُ» رواه الترمذي وقال: حديث صحيح.

قال الترمذي: سمعتُ أبا داوُدَ سُلَيْمَانَ بنَ سَالِمِ البَلْخِيَّ يقولُ: سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ شُمَيْلٍ يقولُ: الجِلْفُ: الخُبْزُ لَيْسَ مَعَهُ إِدَامٌ. وَقَالَ غَيْرُهُ: هُوَ غَلِيظُ الخُبْزِ. وقَالَ الهَرَوِيُّ: المُرَادُ بِهِ هُنَا وِعَاءُ الخُبْزِ، كالجَوَالِقِ وَالخُرْجِ، والله أعلم.

کی رہائش ہو' کپڑا' جس سے وہ اپنا ستر چھپالے' بغیر سالن کے (یا موٹی) روٹی اور پانی۔

ترمذی' صحیح حدیث ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ میں نے ابو داؤد سلیمان بن سالم بلخیؒ سے سنا' وہ فرماتے ہیں' میں نے نضر بن شمیل سے سنا کہ جلف وہ روٹی ہے جس کے ساتھ سالن نہ ہو اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ موٹی روٹی کو جلف کہتے ہیں اور امام ہرویؒ نے کہا کہ جلف سے مراد روٹی رکھنے کا برتن ہے جیسے گون (موٹے بالوں یا رسیوں سے بنا ہوا تھیلا) یا خرجی (زنبیل' ٹوکری' بورا وغیرہ) واللہ اعلم۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ليس لابن آدم حق فيما سوي خصال ثلاث.
شیخ البانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں الاحادیث الضعیفہ' رقم ۱۰۶۳

۴۸۲۔ فوائد: سنداً یہ روایت صحیح نہیں ہے تاہم دیگر صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ انسان کو دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہنا چاہیے۔ مسافر' جس طرح کم از کم سامان کے ساتھ سفر کرنا پسند کرتا ہے انسان کو بھی کم از کم سامان دنیا کے ساتھ گزارا کرنا چاہیے۔

٤٨٣ ـ وعنْ عبدِ اللهِ بنِ الشِّخِّيرِ ـ بكسر الشين والخاءِ المشددة المعجمتين ـ رضيَ الله عنه أَنَّهُ قالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١﴾ قال: «يَقُولُ ابنُ آدَمَ: مَالِي، مَالِي، وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ! مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ، فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ، أَوْ تَصَدَّقْتَ، فَأَمْضَيْتَ؟!» رواه مسلم.

۲۷ / ۴۸۳ حضرت عبداللہ بن شخیر (شین پر بھی زیر اور خاء پر بھی زیر اور تشدید) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ الھاکم التکاثر (تمھیں کثرت کی آرزو نے غفلت میں ڈال دیا) تلاوت فرما رہے تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ انسان کہتا ہے میرا مال' میرا مال۔ حالانکہ اے انسان تیرا مال (ایک تو وہ ہے) جو تو نے کھا کر ختم کردیا یا (دوسرا) پہن کر بوسیدہ کردیا یا (تیسرا) صدقہ کرکے آگے (آخرت کے لئے) چلا دیا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق

۴۸۳۔ فوائد: اس میں اس امر کی ترغیب دی گئی ہے کہ انسان کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہو تو اسے زیادہ سے زیادہ مستحقین پر اور اللہ کی پسندیدہ راہوں پر خرچ کرے کیونکہ یہ صدقہ کیا ہوا مال ہی آخرت کے لئے ذخیرہ ہوگا جہاں اس کو اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ باقی جو مال وہ اپنے کھانے پینے اور لباس وغیرہ پر خرچ کرے گا وہ سب اس دنیا میں ہی ختم اور بوسیدہ ہوجائے گا اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ اس کے کام نہیں آئے گا۔

٤٨٤ ـ وعن عبدِ اللهِ بنِ مُغَفَّلٍ رضي الله عنه، قال: قال رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: يا رسولَ اللهِ! واللهِ! إنِّي لأُحِبُّكَ، فقال: «انظُرْ ماذا تَقُولُ؟» قال: وَاللهِ! إنِّي لأُحِبُّكَ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ، فقال: «إنْ كُنْتَ تُحِبُّنِي فَأَعِدَّ لِلفَقْرِ تِجفَافاً، فإنَّ الفقرَ أَسْرَعُ إلى من يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إلى مُنْتَهَاهُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

«التِّجْفَافُ» بكسرِ التاءِ المثناةِ فوقُ وإسكانِ الجيمِ وبالفاءِ المكررة، وَهُوَ شَيْءٌ يُلْبَسُهُ الفَرَسُ، لِيُتَّقَى بِهِ الأذَى، وَقَدْ يَلْبَسُهُ الإِنْسَانُ.

۲۸/ ۴۸۴ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا یارسول اللہ! اللہ کی قسم' میں یقیناً آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھ تو کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا۔ (پھر)' اللہ کی قسم' میں یقیناً آپ سے محبت کرتا ہوں' تین مرتبہ اس نے اس طرح کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر تو (واقعی) مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقر و غربت کا ٹاٹ تیار کر' اس لئے کہ فقر اس شخص کی طرف جو مجھ سے محبت کرتا ہے' اتنی تیزی سے جاتا ہے کہ اتنا تیز سیلاب کا پانی بھی اپنے بہاؤ کے رخ پر نہیں جاتا۔

(ترمذی حسن درجے کی حدیث ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في فضل الفقر.

شیخ البانی نے اسے ضعیف ترمذی میں درج کیا ہے۔ رقم ۴۰۹۔

۴۸۴۔ فوائد: بعض علماء نے ضعف سند کے علاوہ اس کے متن کو بھی منکر قرار دیا ہے۔ یعنی صحیح حدیثوں کے خلاف' کیونکہ صحیح احادیث میں مطلقاً فقر کو پسندیدہ اور اسی طرح مطلقاً مال کو ناپسندیدہ قرار نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ نیک آدمی کے لئے مال کو بھی اچھا بتلایا گیا ہے کیونکہ وہ اسے حاصل بھی جائز طریقے سے کرتا ہے اور اسے خرچ کرنے میں بھی اللہ کی رضا کو سامنے رکھتا ہے اور اس طرح وہ مال کے ذریعے سے دوسرے لوگوں سے زیادہ اجر و ثواب کمالیتا ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کی تفصیل ہے۔

٤٨٥ ـ وعن كَعبِ بنِ مالكٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ المَرْءِ عَلَى المَالِ وَالشَّرَفِ، لِدِينِهِ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۲۹/ ۴۸۵ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیئے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں بھیجا جائے (بکریوں کو) اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا نقصان آدمی کے مال اور جاہ کی حرص اس کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في معيشة أصحاب النبي ﷺ.

۴۸۵۔ فوائد: مال و جاہ کی محبت کی یہ حشر سامانیاں' جس کی نشاندہی اس حدیث میں کی گئی ہے۔ آج ہر طرف دیکھی جاسکتی ہے۔ حتیٰ کہ علماء اور مدعیان زہد و تقویٰ بھی' جب ان کے اندر ان چیزوں کی حرص آگئی تو وہ ان ہلاکتوں سے اپنا دامن نہیں بچا سکے۔ آج دینی جماعتیں جس انتشار اور شدید اختلافات کا شکار ہیں ان کے اسباب میں بھی مال و جاہ کی محبت سرفہرست ہے۔ جس میں علماء کی اکثریت بھی بدقسمتی سے مبتلا ہے۔ فالی اللہ

المشتكى

٤٨٦ ـ وعن عبدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه، قال: نَامَ رسولُ اللهِ ﷺ على حَصيرٍ، فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ. قُلْنَا: يَا رَسُولَ الله! لو اتَّخذْنَا لَكَ وِطَاءً! فقال: «مَا لي وَلِلدُّنيا؟ مَا أنَا في الدُّنْيَا إلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا». رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۳۰/۴۸۶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) ایک چٹائی پر سوئے جس سے آپؐ کے پہلو میں (چٹائی کے) نشان پڑ گئے' ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر (اجازت دیں تو) ہم آپؐ کے لئے ایک نرم گدا تیار کر دیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا سروکار؟ میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لئے ٹھہرا' پھر چل پڑا اور اس درخت کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی۔ امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب "ما أنا في الدنيا إلا كراكب".

۴۸۶۔ فوائد: اس میں نبی ﷺ کے زہد کے علاوہ دنیا کی حقیقت ایک تمثیل کے ذریعے سے نہایت بلیغ انداز میں واضح کر دی گئی ہے۔ کاش لوگ اس حقیقت کو سمجھ کر دنیا کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کریں جو اس حدیث کا مفاد ہے۔

٤٨٧ ـ وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «يَدْخُلُ الفُقَراءُ الجَنَّةَ قَبْلَ الأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ» رواه الترمذي وقال: حديث صحيح.

۳۱/۴۸۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں فقراء' مال داروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ (ترمذی' صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء أن فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل أغنياءهم.

۴۸۷۔ فوائد: فقراء سے مراد وہ فقراء ہیں جو ایمان میں کامل اور اعمال صالحہ کے پابند رہے ہوں گے۔ یہ مال داروں سے پہلے جنت میں جائیں گے کیونکہ مال داروں کا حساب ہوگا کہ مال کس طرح کمایا اور کس طرح خرچ کیا جبکہ فقراء سے یہ سوال نہیں ہوگا۔

٤٨٨ ـ وعن ابنِ عَبَّاسٍ، وَعِمْرَانَ بنِ الحُصَيْنِ، رضيَ الله عنهم عن النبيِّ ﷺ قال: «اطَّلَعْتُ فِي الجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهلِهَا الفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ في النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ» متفقٌ عليه من

۳۲/۴۸۸ حضرت ابن عباس اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ اس میں زیادہ نادار لوگ (فقراء) ہیں پھر جہنم میں جھانکا تو اس میں اکثریت عورتوں کی دیکھی۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباسؓ

رواية ابن عباس. ورواه البخاري أيضاً من رواية عِمْرَانَ بن الحُصَيْنِ.

کی روایت ہے اور بخاری نے اسے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة، وكتاب النكاح وكتاب الرقاق ـ وصحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء...

۴۸۸- فوائد: جنت اور دوزخ کا یہ مشاہدہ' یا تو معراج کے موقع پر نبی ﷺ کو کرایا گیا' یا کشف کے ذریعے سے- جیسے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نماز کسوف میں آپ ﷺ کو کشف کے ذریعے سے جنت دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا- فقراء کی اکثریت اس لئے جنت میں جائے گی کہ وہ ایمان و عمل صالح کی پابندی مال داروں کے مقابلے میں زیادہ کرتے ہیں- جبکہ مال داروں کی اکثریت مال کے گھمنڈ میں ایمان و عمل کے تقاضوں کو اہمیت نہیں دیتی اور عورتوں کے زیادہ جہنم میں جانے کی وجہ خود دوسری حدیث میں بیان کردی گئی ہے کہ یہ آپس میں زیادہ لعن طعن اور خاوندوں کی ناشکری کرتی ہیں- اس لئے عورتوں کو ان کوتاہیوں کا ازالہ کرنا چاہیے-

٤٨٩ ـ وعن أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ رضيَ الله عنهما عنِ النَّبيِّ ﷺ قال: «قُمْتُ عَلى بَابِ الجَنَّةِ، فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا المَسَاكِينَ، وَأَصْحَابُ الجَدِّ مَحْبُوسُونَ، غَيْرَ أنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إلى النَّارِ» متفقٌ عليه.

وَ «الجَدُّ» الحَظُّ وَالغِنَى. وقد سبق بيان هذا الحديث في باب فضلِ الضَّعَفَةِ.

۳۳/ ۴۸۹ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو (میں نے دیکھا کہ) اس میں داخل ہونے والے زیادہ مساکین ہیں اور مال دار لوگوں کو (حساب کے لئے) روکا ہوا تھا- البتہ جہنمیوں کو جہنم کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا گیا تھا-

(بخاری و مسلم)

الجد- مال و دولت- اس حدیث کا بیان باب فضل الضعفہ میں بھی گزر چکا ہے- (ملاحظہ ہوے / ۲۵۸ رقم)

تخريج: سبق تخريجه في باب فضل ضعفة المسلمين والفقراء والخاملين رقم۲۵۸.

٤٩٠ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيدٍ:

أَلا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلا اللهَ بَاطِلُ»

«متفقٌ عليه»

۳۴/ ۴۹۰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی' وہ لبید (شاعر) کی بات ہے (اس نے کہا) سنو اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے باطل (بے حقیقت) ہے-

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب أيام الجاهلية، وكتاب الأدب، وكتاب الرقاق وغيرها من الكتب ـ وصحيح مسلم، كتاب الشعر.

۴۹۰- فوائد: (۱) اس سے معلوم ہوا کہ اچھے شعر پڑھنا' کہنا اور ان سے استشہاد کرنا جائز ہے- (۲) اس شعر میں کل من علیھا فان والا مضمون بیان کیا گیا ہے- جس سے آخرت کی زندگی کا دوام اور دنیا کی ناپائیداری کا

اثبات ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہمیں آخرت کی طرف زیادہ توجہ رکھنی چاہئے

٥٦ - بَابُ فَضْلِ الْجُوعِ وَخُشُونَةِ الْعَيْشِ وَالِاقْتِصَارِ عَلَى الْقَلِيلِ مِنَ الْمَأْكُولِ وَالْمَشْرُوبِ وَالْمَلْبُوسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حُظُوظِ النَّفْسِ وَتَرْكِ الشَّهَوَاتِ

۵۶۔ فاقہ' تنگی اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ نفسانی لذتوں میں قناعت اور مرغوب چیزیں ترک کردینے کی فضیلت

قال الله تعالىٰ: ﴿ فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُواْ ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يَدۡخُلُونَ ٱلۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُونَ شَيۡـًٔا ﴾ [مريم: ٥٩، ٦٠] وقال تعالى: ﴿ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوۡمِهِۦ فِي زِينَتِهِۦۖ قَالَ ٱلَّذِينَ يُرِيدُونَ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا يَٰلَيۡتَ لَنَا مِثۡلَ مَآ أُوتِيَ قَٰرُونُ إِنَّهُۥ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ وَيۡلَكُمۡ ثَوَابُ ٱللَّهِ خَيۡرٌ لِّمَنۡ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا ﴾ [القصص: ٧٩ ـ ٨٠] وقال تعالى: ﴿ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ ٱلنَّعِيمِ ﴾ [التكاثر: ٨] وقال تعالى: ﴿ مَّن كَانَ يُرِيدُ ٱلۡعَاجِلَةَ عَجَّلۡنَا لَهُۥ فِيهَا مَا نَشَآءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلۡنَا لَهُۥ جَهَنَّمَ يَصۡلَىٰهَا مَذۡمُومًا مَّدۡحُورًا ﴾ [الإسراء: ١٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس ان کے بعد کچھ نالائق لوگ ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کیا' خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے' پس عنقریب یہ جہنم کے عذاب سے دوچار ہوں گے مگر جس نے توبہ کرلی' ایمان لایا اور عمل صالح کئے ایسے لوگ یقیناً جنت میں جائیں گے اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: پس وہ (قارون) اپنی آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے آیا تو ان لوگوں نے جو دنیا کی زندگی کے طالب تھے' کہا' اے کاش! ہم کو بھی وہ مال اور سازوسامان ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ وہ تو بڑے نصیبے والا ہے اور جن کو (دین کا) علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا' تمہارے لئے بربادی ہو' اللہ تعالیٰ کا بدلہ ان لوگوں کے لئے بہت بہتر ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔

اور فرمایا: پھر تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔

نیز فرمایا: جو دنیائے فانی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو دنیا میں ہی جتنا چاہیں گے اور جس کے لئے چاہیں گے' وہ دیں گے' پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں مذموم اور دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔

والآياتُ في الباب كثيرةٌ معلُومَةٌ.

اس موضوع پر کثرت سے آیات ہیں اور وہ مشہور ہیں۔

فوائد آیات: مطلب یہ ہے کہ ہر طالب دنیا کو بھی دنیا اتنی نہیں مل جاتی' جتنی اس کی خواہش ہوتی ہے۔ بلکہ خواہش اور کوشش کے باوجود بھی اتنی ہی ملتی ہے جتنی اللہ کی مشیت ہوتی ہے۔ جب یہ معاملہ ہے تو کیوں نہ انسان صبرو قناعت سے کام لے اور اصل توجہ آخرت کی زندگی سنوارنے پر رکھے جو دائمی اور ہر لحاظ سے بہتر

ہے۔

٤٩١ ۔ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ. متفقٌ عليه.
وفي رواية: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ، مُنْذُ قَدِمَ المَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ البُرِّ ثَلاثَ لَيَالٍ تِبَاعاً حَتَّى قُبِضَ.

۱/ ۴۹۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی بھی دو دن متواتر پیٹ بھر کر نہیں کھائی' حتیٰ کہ آپ ؐ کی وفات ہوگئی۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے محمد (ﷺ) کے گھر والوں نے' جب سے وہ مدینے آئے تین دن متواتر گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی' یہاں تک کہ آپ ؐ کی روح قبض کرلی گئی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون، وكتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه؟ ۔ وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۹۱۔ فوائد: اس میں نبی ﷺ کے زہد' استغنا و قناعت اور بے مثال سادگی کا بیان ہے۔ حتیٰ کہ آخر میں جب آپ ؐ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے ایک سال کا نان نفقہ ذخیرہ کرکے رکھنا شروع کردیا تھا۔ آپ ؐ کا یہی حال رہا اور آپ ؐ اسے ضرورت مندوں پر خرچ کردیتے تھے' حتیٰ کہ آپ ؐ کے پاس پھر کچھ نہ رہتا۔ اس لئے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ کہنا مبنی برحقیقت ہے کہ آل محمدؐ نے دو دن مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ ایک دن اگر پیٹ بھر کر کھالیا تو دوسرے دن اس طرح کھانا نصیب نہ ہوتا اور یوں ہی نبی ﷺ کی رفاقت میں ان کی زندگی گزر گئی۔ رضی اللہ عنہن

٤٩٢ ۔ وعن عُرْوَةَ عَنْ عائشةَ رضي الله عنها، أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ: وَاللهِ يَا ابْنَ أُخْتِي! إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلى الهِلالِ، ثُمَّ الهِلالِ، ثُمَّ الهِلالِ: ثَلاثَةَ أَهِلَّةٍ في شَهْرَيْنِ، وَمَا أُوقِدَ في أَبْيَاتِ رسولِ الله ﷺ نَارٌ. قُلْتُ: يَاخَالَةُ! فَمَا كَانَ يُعِيشُكُمْ؟ قالت: الأَسْوَدَانِ: التَّمْرُ وَالمَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرسول الله ﷺ جِيرانٌ مِنَ الأَنْصارِ، وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوا يُرْسِلُونَ إلى رسولِ الله ﷺ مِنْ أَلْبَانِهَا فَيَسْقِينَا. متفق عليه.

۲/ ۴۹۲ حضرت عروہ ؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں اللہ کی قسم' اے میرے بھتیجے! ہم چاند دیکھتے' پھر ایک چاند پھر (تیسرا) چاند' دو مہینے میں تین چاند' (لیکن) رسول ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا' خالہ جان' پھر آپ ؐ کا گزارہ کس چیز پر ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا دو سیاہ چیزوں' کھجور اور پانی پر۔ البتہ رسول ﷺ کے بعض پڑوسی انصار میں سے تھے' جن کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے' وہ رسول ﷺ کی خدمت میں (ہدیے کے طور پر) دودھ بھیج دیتے تھے وہ آپ ؐ ہمیں (بھی) پلا دیتے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، وكتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه؟ ـ وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۹۲- فوائد: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات شکوے کے طور پر بیان نہیں فرمائی بلکہ عبرت و موعظت کے لئے اسے بیان فرمایا تاکہ لوگ بھی دنیوی زندگی اس طرح سادگی کے ساتھ گزاریں۔ بالخصوص عورتیں' اپنے خاوندوں کی حلال آمدنی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے گھر کا بجٹ (اخراجات کا گوشوارہ) تیار کریں اور خاوندوں پر زیادہ دباؤ نہ ڈالا کریں جس سے مجبور ہو کر وہ آمدنی کے حرام ذرائع اختیار کریں۔

٤٩٣ ـ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، أنه مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ، فَدَعَوْهُ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ، وقال: خَرج رسولُ اللهِ ﷺ مِنَ الدُّنيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ. رواه البخاري.

«مَصْلِيَّةٌ» بفتحِ الميم، أَيْ: مَشْوِيَّةٌ.

۳ / ۴۹۳ حضرت ابو سعید مقبری ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی' چنانچہ انہوں نے ابو ہریرہ ؓ کو بھی دعوت دی لیکن انہوں نے اسے کھانے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ ؐ نے جَو کی روٹی (بھی) پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ (بخاری)

مصلیۃ 'میم پر زبر' بھنی ہوئی۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون.

۴۹۳- فوائد: (۱) اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا کتنا خیال رکھتے تھے حتیٰ کہ شرعاً جن چیزوں میں آپ ؐ کی پیروی ضروری نہیں تھی' صحابہ ؓ ان میں بھی آپ ؐ کے اتباع کا اہتمام فرماتے۔ یہ اس غایت درجے کی محبت کا نتیجہ تھا جو صحابہ ؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھی۔ آج کل کے "عاشقان رسول" کی طرح وہ محبت کے محض زبانی کھوکھلے دعوے کرنے والے نہیں تھے' وہ سچی محبت کرنے والے تھے' جس کا منطقی نتیجہ اتباع رسول ﷺ ہے۔ (۲) جن دعوتوں میں اسراف کا مظاہرہ ہو' جیسے بدقسمتی سے آج کل کی دعوتوں میں یہ اسراف عام ہے (حتیٰ کہ دین دار لوگوں کی دعوتیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں)' ان میں شرکت سے انکار کردینا چاہیے تاکہ اسراف و تبذیر کی حوصلہ شکنی ہو۔ ایسی دعوتوں میں شرکت سے گریز' دعوت کا انکار نہیں بلکہ شرعی اصولوں اور اقدار کی پاسبانی اور ان کا احترام کرنا ہے جو ایک نہایت مستحسن عمل ہے۔

٤٩٤ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه، قال: لَمْ يَأْكُلِ النَّبيُّ ﷺ عَلى خِوَانٍ حَتَّى مَاتَ، وَمَا أَكَلَ خُبْزاً مرَقَّقاً حَتَّى مَاتَ. رواه البخاري. وفي روايةٍ له: وَلَا رَأَى شَاةً سَمِيطاً بِعَيْنِهِ قَطُّ.

۴ / ۴۹۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وفات تک چوکی (یا میز) پر کھانا نہیں کھایا (جیسا کہ خوشحال لوگوں کا شیوہ ہے) نہ باریک آٹے کی چپاتی کھائی' یہاں تک کہ آپ ؐ دنیا سے کوچ کر گئے۔ (بخاری)

اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے اور نہ

آپؐ نے بھنی ہوئی بکری کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والأكل على الخوان والسفرة وباب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون ـ والرواية الأخرى في كتاب الرقاق.

۴۹۴۔ فوائد: مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے خوشحال لوگوں کے طور طریق نہیں اپنائے بلکہ سادہ معاشرت اختیار کی اور فقراء کا سا رہن سہن رکھا۔ اسی طرح خوش خوراکی اور شکم سیری کی بجائے بقدر کفاف خوراک (معمولی خوراک) پر قناعت کی۔ ﷺ

٤٩٥ ـ وعن النُّعمانِ بنِ بشيرٍ رضي الله عنهما قال: لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ، وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلأُ بِهِ بَطْنَهُ. رواه مسلم. الدَّقَلُ: تَمْرٌ رَدِيءٌ.

۵/ ۴۹۵ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے تمہارے نبی (ﷺ) کو اس حال میں دیکھا کہ ردی کھجور بھی اتنی مقدار میں آپؐ کو میسر نہ تھی جس سے آپؐ اپنا پیٹ بھر لیتے۔ (مسلم)

الدقل ردی کھجور۔ ادنیٰ قسم کی کھجور

تخريج: صحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

٤٩٦ ـ وعن سهلِ بنِ سعدٍ رضي اللهُ عنه قال: مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّقِيَّ مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ تعالى حتَّى قَبَضَهُ اللهُ تعالى، فقيلَ لَهُ: هَلْ كَانَ لَكُمْ في عَهْدِ رسولِ اللهِ ﷺ مَنَاخِلُ؟ قالَ: مَا رَأى رسولُ اللهِ ﷺ مُنْخلاً مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ تَعالى حتَّى قَبَضَهُ اللهُ تَعالى، فَقِيلَ لَهُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَأكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنْخُولٍ؟ قالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ، فَيَطيرُ مَا طارَ، وما بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ. رواهُ البخاري. قوله: «النَّقِيَّ» هو: بفتح النون وكسر القاف وتشديد الياء، وَهوَ الخُبْزُ الحُوَّارَى، وَهوَ: الدَّرْمَكُ. قوله: «ثَرَّيْنَاهُ» هُوَ بثاءٍ مُثَلَّثَةٍ، ثُمَّ رَاءٍ مُشَدَّدَةٍ، ثُمَّ ياءٍ مُثَنَّاةٍ مِنْ تحت ثُمَّ نون، أَيْ: بَلَلْنَاهُ وَعَجَنَّاهُ.

۶/ ۴۹۶ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت (اعلان نبوت) سے اپنی وفات تک چھنے ہوئے صاف آٹے کی روٹی نہیں دیکھی۔ ان سے پوچھا گیا تم لوگوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چھلنیاں نہیں ہوتی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت سے اپنی وفات تک کوئی چھلنی نہیں دیکھی۔ پھر ان سے پوچھا گیا تم لوگ بغیر چھنے ہوئے جَو (کی روٹی) کیسے کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا ہم جَو کو پیستے' پھر اس میں پھونک مارتے پس اس میں سے جو اڑتا' وہ اڑ جاتا اور جو باقی رہتا' اسے ہم گوندھ لیتے۔ (صحیح بخاری)

نقی' نون پر زبر' قاف پر زیر' یا مشدد۔ میدے کی روٹی۔ ثرینا' ثاء' پھر راء مشدد' پھر یاء اور نون۔ یعنی ہم اسے بھگوتے اور پھر آٹا گوندھ لیتے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب النفخ في الشعير، وباب ما كان النبي وأصحابه يأكلون.

٤٩٧ ـ وعن أبي هُريرة رضي اللهُ عنه قال: خرجَ رسُولُ الله ﷺ ذاتَ يَوْمٍ أوْ لَيْلةٍ، فإذا هُوَ بأبي بكْرٍ وعُمَرَ رضي الله عنهما، فقالَ: «ما أخْرجَكُما منْ بُيُوتكُما هذهِ السَّاعةَ»؟ قالا: الجُوعُ يا رسولَ الله! قالَ: «وأنا، والَّذي نفْسي بيَدهِ! لأخْرجَني الَّذي أخْرجَكُما. قُوما» فقاما معَهُ، فأتى رَجُلاً منَ الأنْصارِ، فإذا هُوَ ليْسَ في بَيْتِهِ، فلمَّا رأتْهُ المرْأةُ قالتْ: مرْحباً وأهْلاً. فقالَ لها رسولُ الله ﷺ: «أيْنَ فُلانٌ؟» قالتْ: ذهبَ يَسْتعْذبُ لنا الماءَ، إذْ جاءَ الأنْصاريُّ، فنظرَ إلى رسولِ الله ﷺ وصاحِبَيْهِ، ثُمَّ قالَ: الحمْدُ لله، ما أحدٌ اليوْمَ أكْرمَ أضْيافاً منِّي. فانْطلقَ فجاءَهُمْ بعِذْقٍ فيهِ بُسْرٌ وتمْرٌ ورُطَبٌ، فقالَ: كُلُوا، وأخذَ المُدْيَةَ، فقالَ لهُ رسولُ الله ﷺ: «إيَّاكَ والحلُوبَ» فذبحَ لهُمْ، فأكلُوا منَ الشَّاةِ ومنْ ذلكَ العِذْقِ وشرِبُوا، فلمَّا أنْ شبعُوا ورَوُوا قالَ رسولُ الله ﷺ لأبي بكْرٍ وعُمرَ رضيَ الله عنهما: «والَّذي نفْسي بيدِه لتُسْألُنَّ عنْ هذا النَّعيمِ يوْمَ القيامةِ، أخْرجَكُمْ منْ بُيُوتكُمُ الجُوعُ، ثُمَّ لمْ ترْجِعُوا حتَّى أصابكُمْ هذا النَّعيمُ» رواه مسلم. قوْلُها: «يَسْتعْذبُ» أيْ: يطْلُبُ الماءَ العذْبَ، وهُوَ الطَّيِّبُ. وَ «العِذْقُ» بكسر العين وإسكان الذال المعجمة: وهُوَ الكِباسَةُ، وهِيَ الغُصْنُ. وَ «المُدْيَةُ» بضم الميم وكسرها: هي السِّكِّينُ. وَ «الحلُوبُ» ذاتُ اللَّبنِ. والسؤالُ عنْ هذا النعيمِ سُؤالُ تعْديدِ النِّعَمِ

۷ / ۴۹۷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن یا ایک رات کو گھر سے باہر نکلے تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوگئی۔ آپ ؐ نے پوچھا' تمہیں اس وقت کس چیز نے باہر نکلنے پر مجبور کیا؟ ان دونوں نے کہا' بھوک نے یارسول اللہ! آپ ؐ نے ارشاد فرمایا' اس (اللہ) کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے بھی اسی چیز نے باہر نکالا ہے جس نے تمہیں باہر نکالا' چلو اٹھو۔ چنانچہ وہ دونوں بھی آپ ؐ کے ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ آپ ؐ ایک انصاری آدمی کے پاس آئے' وہ اس وقت گھر میں موجود نہیں تھا۔ جب اس کی بیوی نے آپ ؐ کو دیکھا تو کہا' خوش آمدید (مرحبا واھلا)۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا فلاں (انصاری) کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری آدمی بھی آگیا۔ پس اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ؐ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا اور پھر کہا الحمدللہ' آج مجھ سے زیادہ معزز مہمانوں والا کوئی نہیں۔ پھر وہ گیا اور کھجور کا ایک خوشہ لایا جس میں گدری' خشک اور تر کھجوریں تھیں اور کہا کھائیں اور خود اس نے چھری پکڑلی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (دیکھو) دودھ دینے والی بکری ذبح کرنے سے بچنا۔ پس اس نے ان کے لئے بکری ذبح کی۔ پس انہوں نے اس بکری کا گوشت کھایا اور اس خوشے سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا' جب وہ شکم سیر اور سیراب ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم قیامت والے دن ان نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔ تمہیں بھوک نے تمہارے گھروں سے نکالا لیکن اب تم ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوکر اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہو۔ (مسلم)

لا سُؤالُ تَوْبِيخٍ وَتَعْذِيبٍ. واللهُ أَعْلَمُ. وهذا الأَنْصَارِيُّ الَّذِي أَتَوْهُ هُوَ أَبُو الهَيْثَم بنُ التَّيِّهان رضي الله عنه، كَذَا جَاءَ مُبَيَّناً في روايةِ الترمذي وغيره.

یستعذب میٹھا یعنی پاکیزہ خوش گوار پانی طلب کرتا ہے۔ العذق' عین کے نیچے زیر' ذال ساکن' ٹہنی' شاخ المدیة ' میم پر پیش اور زیر' دونوں طرح جائز ہے۔ چھری۔ حلوب کے معنی ہیں ' دودھ والا جانور۔ ان نعمتوں کی بابت پوچھا جائے گا' کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں گنوائے گا نہ کہ یہ ڈانٹ ڈپٹ اور عذاب کے لئے سوال ہوگا' واللہ اعلم۔ اور یہ انصاری' جس کے پاس آپ ﷺ تشریف لے گئے تھے وہ ابوالہیثم بن تیمان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایات میں صراحت ہے۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلي دار من يثق برضاه بذلك.

۴۹۷۔ فوائد: (۱) اس میں رسول اللہ ﷺ سمیت آپ ﷺ کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس تنگ دستی کا ذکر ہے جس سے مسلمان ابتدائی دور میں اور ہجرت کے بعد گزرے۔ (۲) ایسے ساتھیوں کے پاس طلب ضیافت کے لئے جانا جائز ہے جن کی بابت علم ہو کہ اس سے خوش ہوں گے۔ (۳) مہمان کی عزت افزائی اور اس کی آمد پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب۔ (۴) گھر میں خاوند نہ ہو اور کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو' نیز خاوند کی واپسی بھی جلد ہی متوقع ہو تو عورت بھی اپنے خاوند کے مہمانوں کا استقبال کر سکتی اور انہیں خوش آمدید کہہ سکتی ہے۔

٤٩٨ ـ وعن خالدِ بن عُمَيْرٍ العَدَوِيِّ قال: خَطَبَنَا عُتْبَةُ بنُ غَزْوَانَ، وكانَ أَمِيراً عَلى البَصْرَةِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنى عَلَيْهِ، ثُمَّ قال: أَمَّا بَعْدُ؛ فَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ آذَنَتْ بِصُرْمٍ، وَوَلَّتْ حَذَّاءَ، وَلَمْ يَبْقَ مِنهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الإِنَاءِ يَتَصَابُّهَا صَاحِبُها، وَإِنَّكُمْ مُنْتَقِلُونَ مِنهَا إِلى دَارٍ لا زَوَالَ لَهَا، فَانْتَقِلُوا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ، فَإِنَّهُ قَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ الحَجَرَ يُلْقَى مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِي فِيهَا سَبْعِينَ عَاماً، لا يُدْرِكُ لَهَا قَعْراً، وَاللهِ لَتُمْلأَنَّ. . . أَفَعَجِبْتُمْ!؟ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الجَنَّةِ مَسِيرَةُ

۸ / ۴۹۸ حضرت خالد بن عمیر رضی اللہ عنہ عدوی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عتبہ بن غزوان نے خطبہ دیا اور یہ بصرے کے گورنر تھے۔ انہوں نے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر کہا۔ اما بعد' یقیناً دنیا نے اپنے فنا اور ختم ہونے کا اعلان کیا اور نہایت تیزی سے منہ پھیر چلی' اب وہ تہ جام کی طرح اس کا بالکل تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہے جسے برتن والا (آخر میں) پیتا (یا اسے ۔ سمیٹتا) ہے اور تم اس (دنیائے فانی) سے ایسے گھر کی طرف منتقل ہونے والے ہو جسے زوال نہیں۔ پس تم اس کی طرف اپنے پاس موجود چیزوں میں سے سب سے بہتر چیز لے کر منتقل ہو۔ اس لئے کہ ہمارے سامنے ذکر کیا گیا ہے کہ ایک پتھر جہنم کے کنارے سے ڈالا جائے گا وہ اس میں ستر سال تک

أَرْبَعِينَ عَاماً، وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَيْهِ يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيظٌ مِنَ الزِّحَامِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي سابع سَبْعَةٍ مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ، مَا لَنَا طَعَامٌ إلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ، حَتَّى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا، فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بنِ مَالِكٍ، فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا، وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا، فَمَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا أَحَدٌ إلَّا أَصْبَحَ أَمِيراً عَلَى مِصْرٍ مِنَ الأَمْصَارِ. وَإنِّي أَعُوذُ بِاللهِ أَنْ أَكُونَ فِي نَفْسِي عَظِيماً، وَعِنْدَ اللهِ صَغِيراً. رواهُ مسلم. قوله: «آذَنَتْ» هُوَ بِمَدِّ الأَلِفِ، أَيْ: أَعْلَمَتْ. وقوله: «بِصُرْمٍ» هُوَ بضم الصاد، أي: بِانْقِطَاعِهَا وَفَنَائِهَا. وقوله: «وَوَلَّتْ حَذَّاءَ» هو بحاءٍ مهملةٍ مفتوحةٍ، ثمَّ ذال معجمة مشدَّدة، ثمَّ ألف ممدودة، أَيْ: سَرِيعَةً وَ «الصُّبَابَةُ» بضم الصاد المهملة: وَهِيَ الْبَقِيَّةُ الْيَسِيرَةُ. وقوله: «يَتَصَابُّهَا» هو بتشديد الباءِ قبل الهاءِ، أَيْ: يَجْمَعُهَا. وَ «الْكَظِيظُ»: الكَثِيرُ الْمُمْتَلِئُ. وقوله: «قَرِحَتْ» هُوَ بفتحِ القاف وكسر الراءِ، أي: صارَتْ فِيهَا قُرُوحٌ.

گرتا رہے گا' پھر بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ پائے گا' اللہ کی قسم' وہ جہنم آدمیوں سے بھر دی جائے گی' کیا تمہیں (اس پر) حیرت ہے؟ اور یہ (بھی) ہمارے لئے ذکر کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے ایک پٹ سے دوسرے پٹ تک کی چوڑائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے اور اس پر بھی یقیناً" ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ انسانوں کے ہجوم اور بھیڑ سے بھری ہوگی اور تحقیق میں نے اپنے آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (ابتداء میں) سات آدمیوں میں سے ساتواں آدمی دیکھا (ہمارا حال اس وقت یہ تھا کہ) ہمارے پاس کھانے کے لئے درخت کے پتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا (جنہیں کھاتے کھاتے) ہماری باچھیں زخمی ہوگئیں۔ (انہی ایام میں) مجھے ایک چادر مل گئی تو میں نے اسے اپنے اور سعد بن مالک" (سعد بن ابی وقاصؓ) کے درمیان پھاڑ کر دو حصوں میں (یعنی آدھا آدھا) کرلیا پس اس کے آدھے حصے کی میں نے ازار باندھ لی اور آدھے کی حضرت سعدؓ نے (ازار اس کپڑے یا چادر کو کہتے ہیں جو شلوار' تہ بند وغیرہ کی طرح' نچلے حصے میں باندھی جاتی تھی) لیکن آج ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا حاکم بنا ہوا ہے اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے دل میں تو بڑا ہوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہوں۔ (مسلم)

آذنت' الف پر مد' اعلان کیا' آگاہ کیا۔ صرم' صاد پر پیش' فنا اور ختم ہونا۔ ولت حذاء' حاء پر زبر' دال پر شد' پھر لمبا الف۔ تیزی سے۔ الصبابتہ' صاد پر پیش' بچا ہوا تھوڑا سا حصہ (جو برتن میں رہ جاتا ہے) یتصابھا' ہاء سے پہلے بائے مشدد' اسے سمیٹنا جمع کرتا ہے۔ الکظیظ' بہت بھرا ہوا' قرحت قاف پر زبر' راء پر زیر' یعنی اس میں زخم ہوگئے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، رقم١٤.

۴۹۸۔ فوائد: (۱) اس میں صحابہ کرام کی ناداری اور تنگدستی کے علاوہ حسب ذیل فوائد کا بیان ہے۔ (۲) آخرت کی یاد دہانی اور عذاب جہنم سے ڈرانے کا بیان۔ (۳) دنیا کے نہایت تیزی سے فنا و زوال پذیر ہوجانے کی وضاحت۔ (۴) جنت اور دوزخ' دونوں کی وسعت و عظمت کا بیان۔ (۵) بعد میں صحابہؓ کو حاصل ہونے والی خوشحالی کا تذکرہ' جس سے اللہ کے اس وعدے کی تکمیل ہوئی کہ وہ انہیں دنیا میں اقتدار و تمکن عطا فرمائے گا۔
(۶) صحابہ کے اخلاق کریمانہ کا بیان کہ اختیار و اقتدار سے بہرہ ور ہونے کے باوجود ان میں کوئی بڑائی' رعونت اور نخوت پیدا نہیں ہوئی بلکہ عاجزی اور تواضع ہی ان کا شعار رہا اور غرور نفس سے اللہ کی پناہ کے طالب رہے۔
(۷) اللہ کے ہاں بڑا ہونے کی آرزو' نہ کہ محض لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوجانا۔

٤٩٩ ـ وعن أَبي موسى الأشعَرِيِّ رضي اللهُ عنه قال: أَخرَجَتْ لنا عائِشَةُ رضي اللهُ عنها كِساءً وَإِزاراً غَلِيظاً قَالَتْ: قُبِضَ رسولُ اللهِ ﷺ فِي هٰذَيْنِ. متفقٌ عليه.

۹/ ۴۹۹ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں (اوپر لینے والی) چادر اور (نیچے لینے والی) موٹی چادر نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ان دو چادروں میں ہوئی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب ما ذكر من درع النبي ﷺ وعصاه وسيفه، وكتاب اللباس، باب الأكسية والخمائص.

۴۹۹۔ فوائد: اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے محض خوراک میں ہی قناعت سے کام نہیں لیا بلکہ لباس اور دیگر اسباب دنیا میں بھی آپؐ نے کم سے کم لباس اور سامان کے ساتھ گزارہ کیا۔ (ﷺ) اگر ہم بھی یہی طریقہ اپنائیں تو بہت سی مشکلات اور پریشانیوں سے بچ سکتے ہیں۔

٥٠٠ ـ وعنْ سَعد بنِ أبي وَقَّاصٍ رضي اللهُ عنه، قال: إنِّي لأَوَّلُ العَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَلَقَدْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَا لَنَا طَعَامٌ إلَّا وَرَقُ الحُبْلَةِ، وَهٰذا السَّمُرُ، حَتَّى إنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَا لَهُ خَلْطٌ. متفقٌ عليه. «الحُبْلَةُ» بضم الحاء المهملة وإسكانِ الباءِ الموحدةِ: وهيَ والسَّمُرُ نَوْعانِ مَعْرُوفانِ مِنْ شَجَرِ البَادِيَةِ.

۱۰/ ۵۰۰ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں عرب میں پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیراندازی کی اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے (اور ہمارا حال یہ تھا کہ) ہمارے پاس کھانے کے لئے حبلہ (ایک جنگلی درخت) اور اس کیکر کے درخت کے پتوں کے سوا کچھ نہ تھا' یہاں تک کہ ہمارا ایک آدمی اس طرح قضائے حاجت کرتا' جس طرح بکری (مینگنیاں) کرتی ہے وہ (خشکی کی وجہ سے) ملی ہوئی نہ ہوتی۔ (بخاری و مسلم)
الحبلہ' حاء پر پیش اور با ساکن' یہ اور سمر (کیکر) دونوں جنگل کے معروف درخت ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب سعد بن أبي وقاص رضي

الله عنه، وكتاب الأطعمة، باب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون' وغيرهما من الكتب - وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۵۰۰- فوائد: اس میں اللہ کی نعمتوں کے بیان کرنے کا اور گذشتہ تنگیوں کے ذکر کرنے کا جواز ہے۔ بشرطیکہ شکوے کے طور پر نہ ہو۔ (۲) اس میں سامان خوراک کے نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صحابہؓ جہاد میں جاتے وقت سامان خوراک کا بندوبست نہیں کرتے تھے بلکہ مقصد وسائل کی کمی بیان کرنا ہے کہ اتنا سامان خوراک ساتھ نہیں ہوتا تھا کہ وہ اختتام جنگ تک کفایت کرجائے' نہ پیچھے سے سپلائی کا کوئی انتظام تھا کہ طلب کے مطابق رسد کا اہتمام ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بالآخر جنگل کے درختوں کے پتے کھاکر گزارہ کرنا پڑتا۔

٥٠١ - وعن أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتاً» متفقٌ عليه. قال أهْلُ اللُّغَةِ وَالغَرِيبِ: مَعْنَى «قُوتاً» أَيْ: مَا يَسدُّ الرَّمَقَ.

۱۱/ ۵۰۱ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! محمد (ﷺ) کے گھر والوں کو صرف اتنی روزی دے جس سے ان کے جسم کا رشتہ برقرار رہ سکے۔ (بخاری و مسلم)

اہل لغت اور مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنے والوں نے کہا کہ قوت کے معنی ہیں اتنی خوراک' جو انسان کو مرنے نہ دے اور جسم و جان کے رشتے یعنی سانس کو برقرار رکھے۔ (یعنی بقدر کفاف روزی' نہ بالکل کم جس سے بھوک بھی نہ مٹے' نہ زیادہ کہ خوب سیر ہو کر کھایا جائے)۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه؟ - وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۵۰۱- فوائد: انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی چونکہ یہ ہوتا تھا کہ وہ لوگوں کو دنیا کے مشاغل' ہنگاموں اور زیب و زینت سے ہٹا کر آخرت کی طرف متوجہ کریں اس لئے وہ دنیوی آلائشوں اور اس کی آرائش و آسائش سے بچ کر رہنا پسند کرتے تھے تاکہ کوئی اس اعتبار سے ان پر حرف گیری نہ کرسکے کہ جس سے ان کا مقصد بعثت متاثر ہو۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے لئے مذکورہ دعا فرمائی۔ اس میں علماء و داعیان دین کے لئے بھی نصیحت ہے کہ ان کی زندگیاں بھی سادگی کا نمونہ اور تکلفات دنیوی سے پاک ہونی چاہیں تاکہ کوئی انہیں "خودرا فضیحت و دیگراں را نصیحت" کا مصداق قرار نہ دے اور اگر اللہ انہیں مال و دولت سے نواز ہی دے تو انہیں وہ کردار ادا کرنا چاہیے جو مال دار صحابہ کرامؓ نے پیش کیا۔ تاہم مال و دولت کا زیادہ سے زیادہ حصول ان کا مقصد زندگی ہونا چاہیے اور نہ اس کے لئے ہر قسم کا حربہ اور ہتھکنڈہ ہی انہیں اختیار کرنا چاہیے۔

٥٠٢ - وعن أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: وَاللهِ الذي لا إلهَ إلَّا هُوَ، إنْ كُنتُ

۱۲/ ۵۰۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اپنا پیٹ

لأَعْتَمِدُ بِكَبِدِي عَلَى الأَرْضِ مِنَ الجُوعِ، وَإِنْ كُنْتُ لأَشُدُّ الحَجَرَ عَلَى بَطْنِي مِنَ الجُوعِ. وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْماً عَلَى طَرِيقِهِمُ الَّذِي يَخْرُجُونَ مِنْهُ، فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ، فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي، وَعَرَفَ مَا فِي وَجْهِي وَمَا فِي نَفْسِي، ثُمَّ قَالَ: «أَبَا هِرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «الْحَقْ» وَمَضَى فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ فَاسْتَأْذَنْتُ، فَأَذِنَ لِي فَدَخَلْتُ، فَوَجَدَ لَبَناً فِي قَدَحٍ فَقَالَ: «مِنْ أَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ؟» قَالُوا: أَهْدَاهُ لَكَ فُلانٌ ـ أَوْ فُلانَةٌ ـ قالَ: «أَبَا هِرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رسولَ اللهِ! قَالَ: «الْحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِي» قال: وَأَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ الإِسْلامِ، لا يَأْوُونَ عَلَى أَهْلٍ، وَلا مَالٍ، وَلا عَلَى أَحَدٍ، وَكَانَ إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ، وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئاً، وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ، وَأَصَابَ مِنْهَا وَأَشْرَكَهُمْ فِيهَا، فَسَاءَنِي ذٰلِكَ فَقُلْتُ: وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ! كُنْتُ أَحَقَّ أَنْ أُصِيبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً أَتَقَوَّى بِهَا، فَإِذَا جَاؤُوا وَأَمَرَنِي فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ، وَمَا عَسَى أَنْ يَبْلُغَنِي مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ، وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ ﷺ بُدٌّ، فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ، فَأَقْبَلُوا وَاسْتَأْذَنُوا، فَأَذِنَ لَهُمْ وَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِنَ البَيْتِ قال: «يَا أَبَا هِرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رسولَ اللهِ! قال: «خُذْ فَأَعْطِهِمْ» قال: فَأَخَذْتُ القَدَحَ، فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ القَدَحَ، فَأُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى، ثُمَّ يَرُدُّ

بھوک کی شدت سے زمین پر ٹیک دیتا تھا اور (اسی طرح بعض دفعہ) بھوک کی شدت سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک روز میں اس راستے پر بیٹھ گیا جہاں سے لوگ گزرتے تھے چنانچہ میرے پاس سے نبی صلی اللہ ﷺ گزرے۔ تو آپؐ نے جس وقت مجھے دیکھا، آپؐ مسکرائے اور میرے چہرے اور دل کی کیفیت کو جان گئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ابوہریرہ! میں نے کہا، حاضر یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا، ساتھ آؤ اور آپؐ چل پڑے، میں بھی آپؐ کے پیچھے ہولیا۔ آپؐ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ میں نے اجازت طلب کی تو مجھے بھی اجازت مرحمت فرمادی اور میں بھی اندر چلا گیا۔ وہاں آپؐ نے دودھ کا ایک پیالہ پایا، دریافت فرمایا۔ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے کہا، فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپؐ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، ابوہریرہ! میں نے کہا، یارسول اللہ (فرمایئے) حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، اہل صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس بلالاؤ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ اہل صفہ (درس گاہ نبوی کے طلباء) اسلام کے مہمان تھے۔ ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، گھربار تھا نہ کوئی مال اور نہ کسی اور کا سہارا۔ جب کبھی نبی ﷺ کے پاس صدقے کی کوئی چیز آتی تو آپؐ ان کی طرف بھیج دیتے۔ آپؐ خود اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب آپؐ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو آپؐ ان کو بلا بھیجتے اور خود بھی اسے استعمال فرماتے اور ان کو بھی اس میں شریک فرماتے (چنانچہ اپنی اس عادت مبارکہ کے مطابق جب آپؐ نے فرمایا، اہل صفہ کو بلالاؤ) تو آپؐ کی یہ بات مجھے ناگوار سی گزری (کہ ایک پیالہ دودھ ہے اور میں بھوک کی شدت سے نڈھال ہوں اور آپؐ مجھے پلانے کی بجائے فرمارہے ہیں کہ اہل صفہ کو بلا لاؤ) میں نے (دل میں)

عَلَيَّ القَدَحَ، فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ القَدَحَ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَقَدْ رَوِيَ القَوْمُ كُلُّهُمْ، فَأَخَذَ القَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ، فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ، فَقَالَ: «أَبَا هِرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رسولَ اللهِ! قالَ: «بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ» قُلْتُ: صَدَقْتَ يَا رسولَ اللهِ! قالَ: «اقْعُدْ فَاشْرَبْ» فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ، فَقَالَ: «اشْرَبْ» فَشَرِبْتُ، فَمَا زَالَ يَقُولُ: «اشْرَبْ» حَتَّى قُلْتُ: لا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكاً! قال: «فَأَرِنِي» فَأَعْطَيْتُهُ القَدَحَ، فَحَمِدَ الله تعالى، وَسَمَّى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ. رواه البخاري.

کہا' اس دودھ سے اہل صفہ کا کیا بنے گا؟ میں اس بات کا زیادہ حقدار ہوں کہ میں اتنا پی لوں جس سے میں طاقت حاصل کرلوں پس جب وہ آئیں گے تو آپ مجھے ہی حکم دیں گے کہ میں انہیں دوں' اور مجھے امید نہیں کہ اس دودھ کا کچھ حصہ مجھے بھی ملے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ (آپ کے فرمان کے مطابق) میں ان (اہل صفہ رضی اللہ عنہم) کے پاس آیا اور ان کو بلایا' پس وہ سب آئے اور اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ گھر میں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا' اے ابو ہریرہ! میں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا' یہ پیالہ پکڑو اور ان کو دو (باری باری) پیش کرو۔ پس میں نے پیالہ لیا اور ایک ایک آدمی کو دینے لگا۔ ایک کو دیتا' پس وہ پیتا یہاں تک کہ سیراب ہوجاتا' پھر وہ پیالہ مجھے لوٹا دیتا' میں وہ دوسرے کو دیتا' پس وہ پیتا حتیٰ کہ میں نبی ﷺ تک پہنچ گیا اور سب لوگ پی کر سیراب ہوچکے تھے۔ آپ نے پیالہ پکڑا اور اسے اپنے ہاتھ پر رکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا' اے ابوہریرہ میں نے کہا' حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا' اب میں اور تم ہی باقی رہ گئے۔ میں نے کہا' سچ کہا آپ نے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا' بیٹھ جاؤ اور پیو۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا اور دودھ پیا۔ آپ نے فرمایا (اور) پیو! میں نے پھر پیا۔ پھر آپ یہی فرماتے رہے' پیو! (اور میں پیتا رہا) یہاں تک کہ میں نے کہا' قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا' اب میں کوئی گنجائش اس کے لئے اپنے اندر نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا' اچھا مجھے دکھاؤ چنانچہ وہ پیالہ میں نے آپ کو دے دیا۔ پس آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کا نام لیا اور (سب کا) بچا دودھ

پی لیا۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبي ﷺ وأصحابه؟

۵۰۲۔ فوائد: اس میں معجزہ نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) کے علاوہ اصحاب صفہؓ کے ساتھ آپؐ کی محبت اور ان کا خیال رکھنے کا بیان ہے۔ (۲) نبی ﷺ صدقے کی چیز نہیں کھاتے تھے تاہم ہدیے کی چیز کھالیتے۔ (۳) آپؐ ہدیے میں بھی دوسروں کو شریک فرماتے۔ (۴) مسلمان کا بچا ہوا کھانا پینا' جائز ہے۔ جیسے اس واقعے میں ہے۔ (۵) مہمان کو مزید کھانے پینے کے لئے کہنے کا استحباب۔ (۶) اگر میسر ہو تو خوب سیر ہو کر کھانا پینا بھی جائز ہے۔ خاص طور پر غریب اور بھوکے ننگے کو شکم سیر کرنا مستحب ہے۔

٥٠٣ ـ وعن مُحَمَّدِ بن سِيرينَ عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لأَخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رسولِ اللهِ ﷺ، إلى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رضي الله عنها مَغْشِيّاً عَلَيَّ، فَيَجِيءُ الجَائِي، فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي، وَيَرى أَنِّي مَجْنُونٌ وَمَا بِي مِنْ جُنُونٍ، مَا بِي إلَّا الجُوعُ. رواه البخاري.

۱۳ / ۵۰۳ محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میرا یہ حال ہوتا کہ میں منبر رسول ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا' پس آنے والا آتا اور اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتا اور خیال کرتا کہ میں دیوانہ ہوں حالانکہ مجھے کوئی دیوانگی نہیں تھی۔ صرف بھوک تھی (جس کی شدت سے مجھے غشی آجاتی)

(بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الاعتصام، باب ما ذکر النبي ﷺ وحض علی اتفاق أهل العلم، وما أجمع علیه الحرمان مکة والمدینة...

۵۰۳۔ فوائد: گردن پر پیر رکھنے کا مقصد' تحقیر و تنقیص نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ عام خیال تھا کہ اس طرح بے ہوش آدمی ہوش میں آجاتا ہے۔ اس میں صحابہ کرامؓ کی ابتدائی تنگی کے ذکر کے علاوہ ان کی خودداری اور صبر و قناعت کا بھی بیان ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

٥٠٤ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رسولُ اللهِ ﷺ، وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ في ثَلاثِينَ صَاعاً مِنْ شَعِيرٍ. متفقٌ عليه.

۱۴ / ۵۰۴ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع کے بدلے میں گروی رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الجهاد، باب ما قیل في درع النبي ﷺ، وکتاب المغازي ـ وصحیح مسلم، کتاب البیوع، باب الرهن وجوازه في الحضر کالسفر.

۵۰۴۔ فوائد: اس میں نبی ﷺ کے زہد کے بیان کے علاوہ اہل کتاب سے ادھار وغیرہ کا معاملہ کرنے کا جواز ہے۔ آپؐ نے اصحاب ثروت صحابہؓ کی بجائے ایک یہودی سے قرض اسی جواز کی وضاحت کے لئے لیا' یا اس لئے کہ صحابہؓ آپؐ سے کوئی معاوضہ یا رقم واپس لینا پسند نہ فرماتے جبکہ آپؐ کی طبع غیور کو یہ پسند نہیں تھا۔

٥٠٥ ـ وعن أنَسٍ رضي الله عنه قال: رَهَنَ النَّبيُّ ﷺ دِرْعَهُ بِشَعيرٍ، وَمَشَيْتُ إلى النَّبيِّ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيرٍ، وَإهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «مَا أَصْبَحَ لآلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَلا أَمْسَى» وَإنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ. رواه البخاري. «الإهَالَةُ» بكسر الهمزة: الشَّحْمُ الذَّائِبُ. وَ «السَّنِخَةُ» بِالنون والخاءِ المعجمة؛ وَهِيَ: المُتَغَيِّرَةُ.

۱۵/ ۵۰۵ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زِرہ جَو کے بدلے گروی رکھی اور میں آپؐ کے پاس جَو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی' جس میں کچھ تغیر آچکا تھا' لے کر گیا اور میں نے آپؐ کی زبان مبارک سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کے پاس صبح اور شام کو ایک صاع خوراک بھی نہ ہوتی حالانکہ وہ نو گھر تھے۔ (بخاری)

اھالتہ' ہمزہ پر زیر' پگھلی ہوئی چربی' السنخۃ نون اور خاء کے ساتھ' جس میں تغیر آچکا ہو۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب شراء النبي ﷺ بالنسيئة، وكتاب الرهن، باب الرهن في الحضر.

٥٠٦ ـ وعن أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قال: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إمَّا إزَارٌ وَإمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ. رواه البخاري.

۱۶/ ۵۰۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا' ان میں سے کسی کے پاس اوپر نیچے کے لئے پورا کپڑا نہیں تھا۔ کسی کے پاس ازار (تہ بند وغیرہ) تھا یا (کسی کے پاس) صرف (اوپر لینے والی) چادر۔ جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے۔ وہ کسی کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچتی اور کسی کے ٹخنوں تک' پس وہ اسے اپنے ہاتھ سے سمیٹ کر رکھتا کہ کہیں اس کے پردے والی جگہ ننگی نہ ہوجائے۔

تخريج: سبق ذكره في باب فضل الزهد في الدنيا... رقم٤٦٩.

۵۰۶۔ فوائد: یہ روایت اس سے ماقبل باب (حدیث نمبر ۱۳/ ۴۶۹) میں گزر چکی ہے۔

٥٠٧ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: كَانَ فِرَاشُ رسولِ اللهِ ﷺ مِنْ أُدْمٍ حَشْوُهُ لِيفٌ. رواه البخاري.

۱۷/ ۵۰۷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی پتلی چھال بھری ہوئی تھی۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه؟

۵۰۷۔ فوائد: ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ معاشرت کا جو نمونہ ملتا ہے وہ آج کل کی پرتکلف معاشرت سے کس قدر مختلف ہے؟ جسے مسلمانوں نے بھی اپنالیا ہے۔ کاش مسلمان اپنے پیغمبر کی سادگی کو اختیار کریں۔

٥٠٨ ـ وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما قال: كُنَّا جُلُوساً مَعَ رسولِ الله ﷺ،

۱۸/ ۵۰۸ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک

إِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الأنْصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَدْبَرَ الأَنْصَارِيُّ، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَخَا الأَنْصَارِ؛ كَيْفَ أَخِي سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ؟» فقال: صَالِحٌ، فقال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ يَعُودُهُ مِنْكُمْ؟» فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ، وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ، وَلا خِفَافٌ، وَلا قَلانِسُ، وَلا قُمُصٌ، نَمْشِي فِي تِلْكَ السِّبَاخِ، حَتَّى جِئْنَاهُ، فَاسْتَأْخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ حَتَّى دَنَا رسولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ الَّذِينَ مَعَهُ. رواه مسلم.

انصاری آدمی آیا اور آپ ؐ کو سلام کیا اور پھر واپس جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے انصار کے بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہؓ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا' ٹھیک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون ان کی عیادت کے لئے تیار ہے؟ پس آپ ؐ کھڑے ہوگئے اور ہم بھی آپ ؐ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم کچھ اوپر دس تھے۔ ہمارے پاس جوتے تھے نہ موزے' ٹوپیاں تھیں نہ قمیضیں۔ اس پتھریلی زمین میں ہم پیدل چل رہے تھے' یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ پس ان کے گھر والے' ان کے پاس سے پیچھے ہٹ گئے' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہ ؓ' جو آپ ؐ کے ساتھ تھے' وہ ان کے قریب ہوگئے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب في عیادة المرضیٰ.

۵۰۸- فوائد: (۱) اس حدیث میں صحابہ کرامؓ نے اپنی جو کیفیت بیان کی ہے' اس کی مناسبت باب سے واضح ہے کہ ان میں کس قدر غربت اور سادگی تھی۔ دوسرا نکتہ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ کو اپنا بھائی کہا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے ساتھ آپ ؐ کا ایک رشتہ دینی اخوت کا بھی ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ سے بھی آپ ؐ نے فرمایا تھا' اے میرے بھائی' ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا (یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے)۔ (۳) جگہ تنگ ہو تو گھر والوں کو چاہیے کہ مزاج پرسی کے لئے آنے والوں کے لئے جگہ خالی کردیں تاکہ وہ مریض کے پاس چند لمحات بیٹھ کر مریض کی عیادت کرلیں۔

۵۰۹ ـ وعن عِمْرَانَ بن الحُصَيْنِ رضي الله عنهما عن النَّبيِّ ﷺ أنه قال: «خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» قال عِمْرَانُ: فَمَا أَدْرِي قال النَّبيُّ ﷺ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاثاً «ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ وَلا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَخُونُونَ وَلا يُؤْتَمَنُونَ، وَيَنْذِرُونَ وَلا يُوفُونَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ» متفقٌ عليه.

۱۹ / ۵۰۹ حضرت عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا' تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے میں (میرے ہم عصر) ہیں۔ پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تابعین) پھر وہ جو ان کے بعد ہونگے (یعنی تبع تابعین) حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں مجھے یاد نہیں رہا کہ آپ ؐ نے ثم الذین یلونھم دو مرتبہ فرمایا تھا یا تین مرتبہ۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی اور وہ خیانت کریں گے' امانت دار نہیں ہوں

گے' نذریں مانیں گے اور انہیں پورا نہیں کریں گے اور ان میں (دنیوی لذتوں میں رغبت کی وجہ سے) موٹاپا ظاہر ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور، وكتاب فضل الصحابة ـ وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب أفضل الصحابة ثم الذين يلونهم.

۵۰۹۔ فوائد: اس میں تین زمانوں کو خیر القرون (سب سے بہتر زمانے' بہ تفاوت درجات) کہا گیا ہے۔ ایک عہد رسالت یا عہد صحابہ۔ دوسرا عہد تابعین۔ تیسرا عہد تبع تابعین جو ۲۲۰ ہجری تک رہا۔ اس میں بہ حیثیت مجموعی خیر اور دین کا غلبہ رہا۔ بدعات کا ظہور نہیں ہوا اور لوگوں میں دین پر عمل کرنے کا جذبہ قوی اور توانا رہا۔ اس کے بعد بہ تدریج ان تمام چیزوں میں کمی آتی گئی حتیٰ کہ ہر آنے والا دور' اپنے پہلے دور سے بدتر واقع ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں اب عمل و کردار کی کوتاہیوں نے جس طرح مسلمانوں کی امتیازی حیثیت کو ختم کردیا' اور بدعات کی کثرت اور فقہی موشگافیوں نے اسلام کے روئے آبدار کو مسخ کردیا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔[1] اب مسلمانوں کی اکثریت میں مسلمانہ اخلاق و کردار ہے اور نہ وہ عقائد جو قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ فالى الله المشتكى

٥١٠ ـ وعن أبي أُمامة رضي الله عنه قال: قالَ رسولُ الله ﷺ: «يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ، وَلا تُلامُ عَلَى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۲۰/۵۱۰ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے فرزند آدم اگر تو زائد از ضرورت مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو تیرے لئے بہتر ہوگا اور اگر تو اسے روکے گا تو تیرے لئے برا ہوگا اور برابر سرابر (بقدر کفاف) مال پر تو ملامت کے لائق نہیں ہوگا اور (خرچ کرنے کی) ابتداء ان لوگوں سے کر جن کے اخراجات زندگی کا ذمے دار تو ہے۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان أن أفضل الصدقة صدقة الصحيح الشحيح ـ وسنن ترمذي، أبواب الزهد، باب اليد العليا خير من اليد السفلى

۵۱۰۔ فوائد : اس میں جہاں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت اور حاجت کے مطابق مال رکھنے کی اجازت' بلکہ تاکید اور حکم ہے وہاں دوسری طرف ضرورت سے زائد مال کو ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کا استحباب ہے اور مال کے روکے رکھنے کو انسان کے حق میں برا قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ صحیح نہیں۔ دنیا میں دولت کے ارتکاز (جمع کرنے) سے گردش دولت رک جاتی ہے جس سے معاشرے میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور آخرت میں تو اس بخل کا انجام بد واضح ہی ہے۔ سیطوقون مابخلوا به يوم القيمة (آل عمران ۱۸۰)

بعض علماء کے نزدیک سالانہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مزید خرچ کرنا ضروری نہیں۔ لیکن صحیح تر بات یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد بھی اگر کسی کے پاس دولت موجود رہے اور اہل حاجت بھی اس کے علم میں ہوں تو ان پر خرچ کرنا اس کے لئے مستحب ہی نہیں' ضروری ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ ان في المال لحقا سوى الزكوة (ترمذی' کتاب الزکوٰۃ' باب ماجاء ان فی المال حقا سوی الزکوٰۃ) شیخ البانی نے اسے "ضعیف ترمذی" میں نقل کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ دیگر نصوص شریعت سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے ضعف سند کے باوجود اس سے استدلال صحیح ہے۔ علاوہ ازیں یہ روایت ابن ماجہ میں لیس کے ساتھ آئی ہے یعنی ليس في المال حق سوى الزكوة لیکن محققین حدیث نے اسے ناقلین کی غلطی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح الفاظ لیس کے بغیر ہی ہیں (ملاحظہ ہو' فقہ الزکوٰۃ' جلد دوم ص ۵۵۷' ۵۵۸)

٥١١ ـ وعن عُبَيْدِ الله بن مخصَنٍ الأنْصَارِيِّ الخُطميِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَصْبَحَ مِنكُمْ آمِناً في سِرْبِهِ، مُعَافًى في جَسَدِهِ، عِندَهُ قُوتُ يَوْمِهِ، فَكأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيرِهَا» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۲۱ / ۵۱۱ حضرت عبیداللہ بن محصن انصاری خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تم میں سے اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے گھر یا قوم میں امن سے ہو' جسمانی لحاظ سے تندرست ہو اور ایک دن کی خوراک اس کے پاس موجود ہو تو گویا اس کے لئے دنیا' اپنے تمام تر سازوسامان کے ساتھ' جمع کر دی گئی۔ (ترمذی۔ حسن)

«سِرْبِهِ» بكسر السين المهملة، أَيْ: نَفْسِهِ، وَقِيلَ: قَوْمِهِ.

سربہ' سین کے زیر کے ساتھ' اس کے معنی جان یا قوم کے ہیں۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في الزهادة في الدنيا.

۵۱۱۔ فوائد: امن اور صحت کے ساتھ ایک دن کی خوراک' فی الواقع بہت بڑی نعمت ہے گویا اسے ایسی آسودگی حاصل ہو گئی جیسی کسی کو ساری دنیا مل جانے پر ہو سکتی ہے اور اگر امن یا صحت نہ ہو تو دنیا بھر کے خزانے بھی انسان کے لئے بیکار ہیں کیونکہ دولت کے انبار انسان کو امن فراہم کر سکتے ہیں نہ صحت و توانائی سے ہمکنار۔ اس میں بالواسطہ یہ نصیحت بھی ہے کہ انسان کو دولت کے پیچھے زیادہ نہیں بھاگنا چاہیے بلکہ صبر و قناعت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے کہ اسی میں امن و سکون اور راحت و آسائش ہے' ورنہ اس سراب کے تعاقب میں وہ سب کچھ گنوا لے سکتا ہے۔

٥١٢ ـ وعن عبدِ الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما، أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافاً، وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتاهُ» رواه مسلم.

۲۲ / ۵۱۲ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اسلام قبول کر لیا اور اسے برابر سرابر روزی حاصل ہوئی اور اللہ اسے اپنے دیئے ہوئے پر قانع بنا دے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب في الكفاف والقناعة.

۵۱۲- فوائد: کامیابی آخرت میں اللہ کی رحمت و مغفرت سے شاد کام ہونا ہے اور اللہ کی رحمت حاصل کرنے کا ذریعہ صرف اور صرف اسلام ہے۔ اگر بدقسمتی سے انسان کا دامن دولت اسلام سے خالی ہے تو دنیا بھر کے خزانے بھی اسے اخروی کامیابی سے ہمکنار نہیں کرسکتے۔ بلکہ دنیا سے آنکھیں موند لینے کے بعد عذاب الٰہی کے شکنجے میں کس دیا اور جہنم کی بیڑیوں میں اسے جکڑ دیا جائے گا اور یوں یہ ناکام ترین انسان ہوگا۔ اسی طرح بقدر کفاف (روزمرہ ضرورت کے مطابق) روزی کے ساتھ قناعت و استغناء کا مل جانا بھی امن و سکون کی ضمانت ہے۔ ورنہ دنیا کی حرص اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی خواہش اور کوشش انسان کے سکون کو چھین لیتی ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ تونگری زیادہ سازوسامان کا نام نہیں ہے بلکہ اصل تونگری نفس کی تونگری ہے (یہ حدیث آگے رقم ۵۲۲ میں آرہی ہے)۔

٥١٣ - وعن أبي مُحَمَّدٍ فَضَالَةَ بن عُبَيْدٍ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ الله عنه، أَنَّهُ سَمِعَ رسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «طُوبَى لِمَنْ هُدِيَ إِلَى الإِسْلامِ، وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافاً، وَقَنِعَ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۲۳/ ۵۱۳ حضرت ابو محمد فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جسے اسلام کی ہدایت دے دی گئی اور جس کی گزران' بقدر کفاف ہو اور قناعت کی توفیق سے بہرہ ور ہو۔

(ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في الكفاف.

۵۱۳- فوائد: طوبیٰ' جنت کا نام بھی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنت کے ایک درخت کا نام بھی ہے اور طوبیٰ کے معنی مبارک بادی اور خوشخبری کے بھی ہیں۔ مفہوم اس کا بھی وہی ہے جو گزشتہ حدیث کا بیان کیا گیا ہے۔

٥١٤ - وعن ابنِ عباسٍ رضيَ الله عنهما قال: كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يَبِيتُ اللَّيَالِيَ المُتَتَابِعَةَ طَاوِياً، وَأَهْلُهُ لا يَجِدُونَ عَشَاءً، وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيرِ. رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيح.

۲۴/ ۵۱۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کئی کئی راتیں متواتر بھوکے گزار دیتے تھے اور آپ کے گھر والوں کو بھی رات کا کھانا میسر نہ ہوتا اور آپ کی اکثر روٹی' جَو کی روٹی ہوتی۔

(ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في معيشة النبي ﷺ.

۵۱۴- فوائد: اس میں بھی نبی ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کے زہد کا بیان اور فقر و تنگ دستی کا تذکرہ ہے۔

٥١٥ - وعن فَضَالَةَ بنِ عُبَيْدٍ

۲۵/ ۵۱۵ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رضي الله عنه، أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كَانَ إذَا صَلَّى بِالنَّاسِ، يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلاةِ مِنَ الخَصَاصَةِ - وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ - حَتَّى يَقُولَ الأَعْرَابُ: هٰؤُلاءِ مَجَانِينُ، فَإِذَا صلى رسولُ اللهِ ﷺ انصَرَفَ إلَيْهِمْ، فقال: «لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللهِ تعالى، لأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوا فَاقَةً وَحَاجَةً» رواه الترمذي وقال: حديثٌ صحيحٌ.

«الخَصَاصَةُ»: الفَاقَةُ وَالجُوعُ الشَّدِيدُ.

کہ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو صف میں کھڑے بعض لوگ بھوک کی شدت سے گر پڑتے اور یہ اصحاب صفہ تھے۔ حتیٰ کہ دیہاتی لوگ کہتے کہ یہ دیوانے ہیں۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوکر ان کی طرف متوجہ ہوتے تو فرماتے' اگر تمہیں اس اجر کا علم ہو جائے جو تمہارے لئے اللہ کے پاس ہے تو تم اس بات کو پسند کرو کہ تم اس سے بھی زیادہ حاجت اور فاقے میں مبتلا ہو۔

(ترمذی' حدیث صحیح ہے)

خصاصہ' فاقے اور شدید بھوک کو کہتے ہیں۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في معيشة النبي ﷺ

۵۱۵- فوائد: اس میں علم دین حاصل کرنے والے طلباء کے لئے بڑی نصیحت ہے کہ انہیں ایسے مدارس تلاش نہیں کرنے چاہئیں جہاں دنیوی سہولتوں کی فراوانی اور وظائف وغیرہ کی ارزانی ہو بلکہ ایسے مدارس میں تعلیم کے لئے جانا چاہیے جہاں تعلیمی اور تربیتی معیار اچھا ہو' چاہے کھانے پینے کی سہولتوں کی کمی ہو۔ علاوہ ازیں طلباء علوم دینیہ کے لئے اس میں ایک دوسرا سبق یہ بھی ہے کہ تنگی اور فقر و فاقہ سے وقت گزار لینا اچھا ہے لیکن لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے گریز کیا جائے۔ جیسے اصحاب صفہؓ نے کردار پیش کیا۔ زمانہ طالب علمی کی خودداری ساری عمر کے لئے انسان کو خوددار اور صابر و قانع بنادیتی اور اس عمر اور دور میں مانگنے کی عادت' عمر بھر انسان کو مانگنے کی ذلت سے دوچار رکھتی ہے۔ علماء کا وقار صبر' قناعت اور استغناء میں ہے نہ کہ لوگوں کی جیبوں پر نظر رکھنے اور ان کے سامنے دست سوال پھیلانے میں۔

٥١٦ - وعن أبي كَرِيمَةَ المِقْدَامِ بن مَعْدِيكَرِبَ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مَلأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرّاً مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لا مَحَالَةَ، فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

«أُكُلاتٌ» أَيْ: لُقَمٌ.

۲۶ / ۵۱۶ حضرت ابوکریمہ مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہیں بھرا۔ آدمی کے لئے تو چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں اور اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ اپنے کھانے کے لئے' تیسرا حصہ پانی کے لئے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لئے ہو۔ (ترمذی' حسن حدیث ہے)

اکلات' لقمے۔